Scanned by CamScanner

باسمہٖ تعالیٰ

مناظرۂ سنی و وہابیہ

۱۳۵۱ھ

روداد مناظرۂ گھوسی

مناظر اہل سنت

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی قدس سرہ

مرتب

حضرت علامہ مولانا غلام محمد محی الدین بلیاوی علیہ الرحمہ

حسب فرمائش

غازیٔ دوراں حضرت مولانا سید محمد قاسم اشرف اشرفی جیلانی

پرنواسہ محدث اعظم ہند

ناشر

شیخ الاسلام ٹرسٹ مدنی مسکن مدنی چوک

خان پور، احمد آباد، گجرات

نام کتاب: مناظرۂ سنی و وہابیہ (۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء)

مرتب: حضرت علامہ مولانا غلام محمد محی الدین بلیاوی علیہ الرحمہ

حسب فرمائش: غازئ دوراں حضرت مولانا سید محمد قاسم اشرفی جیلانی
پرنواسہ محدث اعظم ہند

ناشر: شیخ الاسلام ٹرسٹ مدنی مسکن مدنی چوک خان پور، احمد آباد، گجرات

پروف ریڈنگ: محمد آفتاب مصباحی، محمد فضل حق مصباحی، محمد رضا نور شمسی

باراول: ایک ہزار (۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء)

باردوم: گیارہ سو (۲۰۱۱ء/۱۴۳۲ھ)

کمپوزنگ: دانش کمپیوٹر سینٹر بڑا گاؤں امجدی روڈ گھوسی ضلع مئو

صفحات: ۲۳۴

قیمت: ....

ملنے کے پتے

☆ محدث اعظم مشن مرزاپور برانچ ۱۵ گراؤنڈ فلور۔ پرادیس کمپلیکس مدنی چوک مرزاپور احمد آباد

☆ مدنی بک اسٹال CO مدنی فاؤنڈیشن قادریہ مسجد کمپلیکس بانکاپور چوک ہبلی 580020 کرناٹک

☆ المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور اعظم گڈھ یوپی

☆ شہاب اکیڈمی مصطفےٰ نگر، مداپور شمس پور، گھوسی، مئو یوپی

اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش
باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش
بروز صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

كَلِمَةُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

حق کا بول بالا کافر کا منھ کالا

قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں

مورخہ ۱۰؍شوال ۱۳۵۱ھ مطابق ۶؍فروری ۱۹۳۳ء کو ایک عظیم الشان اور بے مثل مناظرہ درمیان اہل سنت و جماعت اور وہابیہ دیوبندیہ کے ہوا۔ جس میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت اقدس عظیم البرکتہ عالم ربانی فاضل حقانی مولانا العلام مفتی سید شاہ محمد صاحب قبلہ اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی دام بالفیض القوی اور وہابیہ کی طرف سے مولوی عبدالرحیم برادر مولوی عبدالشکور لکھنوی اڈیٹر النجم مناظر تھے۔ اور الحمد للہ ثم الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی عظیم و جلیل فتح مبین عطا فرمائی کہ جس کی آج تک دنیا میں کوئی مثال نہیں ہے، خود وہابیوں کو اپنی ذلیل شکست کا اقرار و اعتراف ہے، یہ اُسی مناظرہ کی کامل و مکمل روداد ہے جس میں فریقین کی اصل تقریریں لفظ بلفظ مطابق اصل اور مناظرہ کے تمام واقعات تفصیل کے ساتھ صحیح صحیح درج ہیں، اس کا تاریخی نام

مناظرۂ سنی و وہابیہ ۱۳۵۱ھ ہے

مرتب

حضرت علامہ مولانا غلام محمد محی الدین بلیاوی علیہ الرحمہ

حسب فرمائش

غازیٔ دوراں حضرت مولانا سید محمد قاسم اشرف اشرفی جیلانی پرنواسہ محدث اعظم ہند

ناشر

شیخ الاسلام ٹرسٹ مدنی مسکن مدنی چوک خان پور، احمد آباد، گجرات

تہدیہ وتبریک

برائے خدا و رسول انام
شب و روز از ما سجود و سلام

اما بعد! میں اپنی اس ناچیز تالیف وترصیف اور حقیر جمع وترتیب کو برکت دینے کے لیے اس کو اپنے صوبہ آئین کے عالم ربانی امام الجہابذہ استاذ الاساتذہ حضرت بابرکت صدر الشریعہ مفتی اعظم ہند فقیہ النفس مولانا مولوی امجد علی صاحب قبلہ اعظمی مصنف کتاب مستطاب ''بہار شریعت'' وسابق صدر المدرسین جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس کے نام نامی واسم گرامی سے معنون کر کے اس کو اپنا سرمایہ نجات و باعث حصول سعادت قرار دیتا ہوں اور حضرت کی نگاہ کرم ولطف اہم سے امیدوار قبولیت ہوں۔

''گر قبول افتد زہے عز و شرف''

خاکپائے علمائے دین

غلام محی الدین بلیاوی

۱۷/ ذیقعدہ الحرام ۱۳۵۱ھ

تقدیم

از: مفتی آل مصطفیٰ مصباحی

حامداً و مصلّیاً

وہ عقائد و افکار و نظریات جو نبی آخر الزماں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حاصل ہوئے اور جنھیں صحابۂ کرام رُہنما خطوط بنا کر دنیا والوں کے لیے نشانِ ہدایت بن گئے، جس پر حدیث پاک میں حصور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ''أصحابی کالنجوم بأیّھم اقتدیتم اھتدیتمُ'' (دار قطنی، بیہقی، دیلمی) شاہد عدل ہے، یہ وہی عقائد و نظریات ہیں جو اہل سنت و جماعت کی شناخت ہیں اور جن کے حاملین کو ''اہل سنت و جماعت'' کہا جاتا ہے اور یہی افکار و معتقدات معتزلہ و خوارج و دیگر گمراہ فرقوں سے امتیاز کی علامت بھی ہیں، معتزلہ و خوارج کے نظریات سے متأثر ابن تیمیہ نے سلف کے خلاف تحریری محاذ کھولا، اور جسے تحریری و عملی طور پر نافذ کرنے کا بیڑا محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے حجاز مقدس میں اٹھایا، جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا، ہندوستان میں وہابی تحریک کا حصہ ولی اللّٰہی خاندان کا ایک سر پھرا لااُبالی فرد مولوی اسماعیل دہلوی بنا، جس نے اپنے اکابر و اسلاف کے خلاف اس وہابیائی تحریک و فتنۂ نجدیت کو ہندوستان میں پھیلانے کی کوشش کی، اور ''تقویۃ الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' جیسی رسوائے زمانہ کتاب لکھ کر گھر گھر میں آگ لگا دی۔

اس وقت کے علمائے ربانیین نے مولوی اسماعیل کی کتابوں کا رد بلیغ

کیا اور اس کے افکار وعقائد کے خلاف اسلام ہونے پر مہر لگائی، خصوصیت کے ساتھ استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا منورالدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) اور سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی وغیرہم، مگر حلقۂ دیوبند سے تعلق رکھنے والے، چند ایسے انگریزوں کے وظیفہ خور بھی تھے، جنھوں نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی کی فکر کو اپنا کر بہتیرے لوگوں کے ایمان وعقیدے کا سودا کیا، اور یہ سب وہابیائی فکر ونجدی عقائد کی ترویج و اشاعت کے جذبے سے ہوا، علمائے دیوبند کے وہابیائی فکر سے بڑے گہرے رشتے رہے، حتیٰ کہ یہ لوگ وہابی تحریک کا ایک اٹوٹ حصہ بن گئے، چنانچہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی، جس نے ''کتاب التوحید'' لکھ کر اپنے سوا تمام مسلمانان عالم کو کافر ومشرک قرار دیا، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ اطہر کو ''صنم اکبر'' کہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب کا صریحاً انکار کیا، حجاز مقدس کے دینی شعائر کو مسمار کیا، حرمین شریفین میں مسلمانوں کا خون بہایا، جس کا انکار تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی نہیں کرسکتا، اس کا اعتراف۔ اپنے کو بچانے اور قوم کو دھوکہ وفریب میں مبتلا کرنے کی غرض سے۔

دیوبندیوں کے شیخ الحدیث ٹانڈوی صاحب نے بھی کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے'' (شہاب ثاقب، ص۵۱)

جب اسی محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں حلقۂ دیوبند کے اکابرین میں شمار ہونے والے مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا تو ان کا

جواب یہ تھا:

''محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے'' (فتاویٰ رشیدیہ، ج۱)

اس سے ظاہر ہوا کہ اکابرین دیوبند کے عقائد وہی ہیں جو محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے ہیں، کیونکہ اچھے اور عمدہ عقائد والے کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کی موافقت و تائید کی جاتی ہے، جیسا کہ گنگوہی صاحب نے کیا ہے، اور جہاں تک مولوی اسماعیل دہلوی کی بات ہے، تو پوری وہابی دیوبندی برادری، اس کے خلافِ اسلام اقوال کی تاویل میں آج تک لگی ہوئی ہے، اور اسی کے عقیدے کو اپنے اپنے رنگ و اسلوب میں پھیلا رہی ہے، ''تقویت الایمان'' نامی کتاب نے گھر گھر میں آگ لگادی، یہ کتاب انگریزوں کے اشارے پر ان کے تعاون سے لکھی گئی، یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے اس کتاب کو اپنے خاص پریس ''ایشیاٹک سوسائٹی'' سے چھاپ کر مفت تقسیم کرایا، اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں علمائے اہل سنت پر جنھوں نے بروقت اس فتنے کا سدّ باب کیا، اور اس کتاب کے مندرجات کا خلافِ اسلام ہونا دلائل و شواہد کی روشنی میں ثابت فرمایا۔ مگر آپ حیرت و استعجاب میں پڑ جائیں گے کہ جب دیوبندی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی سے امام الوہابیہ کی کتاب ''تقویت الایمان'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بڑی فراخ دلی سے یہ لکھا:

''کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے، استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں، اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے'' (فتاویٰ رشیدیہ، ج۱ص۲۰)

اسی میں ہے:

''بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اور تمام تقویۃ الایمان

پر عمل کرے''۔ (ج ا ص ٦٢)

تقویۃ الایمان نامی کتاب کو شرک کی مشین کہتے ہیں، جس کی زد سے دنیا کا کوئی مسلمان باہر نہیں جس کتاب کا بنیادی مقصد تنقیصِ انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام رحمہم اللہ ہے۔ مگر گنگوہی صاحب اس کتاب کے تمام مسائل کو صحیح مانتے، اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اس کے پڑھنے بلکہ صرف رکھنے کو عین اسلام قرار دیتے ہیں، طول مُمِل کا خوف نہ ہوتا تو ہم تقویۃ الایمان کے خلافِ اسلام مندرجات کو نقل کرتے، یہاں مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ دیوبندی گروہ کا رشتہ امام الوہابیہ سے کس قدر گہرا ہے اور دیوبندی معتقدات و نظریات وہابی معتقدات و نظریات سے کس قدر ہم آہنگ ہیں، یہاں موضوع کی مناسبت سے صرف دو ایک مثال پیش کی جارہی ہے، جس کا تعلق حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم غیب سے ہے، جو زیر نظر ''روداد مناظرہ'' کا موضوع بھی ہے۔

اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیا و اولیا کے لیے علم غیب عطائی طور پر ماننے کو بھی شرک بتایا۔

تقویۃ الایمان میں ہے۔

(۱) ''پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان (انبیا، اولیا) کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے'' (ص ١٠)

اسی میں ہے۔

(۲) ''رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر'' (ص ۵۷)۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے تعلق سے امام الوہابیہ کا عقیدہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، اب اس سے ملتا جلتا بلکہ انکارِ علمِ غیب

میں اس سے بڑھ کر اکابرین دیوبند کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں:

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ وفتویٰ ہے۔

(۱) ''یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (حضور ﷺ) کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ سوم ص ۷)

یہی گنگوہی صاحب فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں:

(۲) ''علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے، اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں''۔

(۳) ''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے، سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ج ۳ ص ۳۶)

(۴) ''اس میں ہر چہار ائمہ مذاہب و جملہ علما متفق ہیں کہ انبیا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں''۔ (رسالہ مسئلہ در علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲)

''براہین قاطعہ'' نامی کتاب دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی ہے، اور اس پر تصدیق مولوی رشید احمد گنگوہی کی ہے، دونوں کی محنت سے یہ کتاب تیار ہوئی، اس کتاب کے دیگر مندرجات کو تو فی الحال رہنے دیجئے، خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے تعلق سے اس کتاب میں یہ واضح طور پر لکھا گیا کہ ''شیطان و ملک الموت کے لیے علم کی وسعت و زیادتی نص (قرآن و حدیث) سے ثابت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کے لیے کوئی نص نہیں، یعنی شیطان کا علم حضور اقدس کے علم سے زیادہ ہے، براہین قاطعہ کا وہ اقتباس ملاحظہ فرمایئے جس نے پوری وہابی دیوبندی برادری کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے اور بے جا تاویلات کے سہارے

بھی یہ لوگ اپنے کو عداوت مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الزام سے بری نہیں کر پا رہے ہیں، براہین قاطعہ ص ۵۱ پر ہے۔

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کوان سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے'' (ص ۵۱)۔

پھر چند سطر بعد ہے۔

''ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ''۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲)

دیکھ رہے ہیں آپ! شیطان سے گہری عقیدت و وابستگی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت و دشمنی کا منظر۔ کہ انبیٹھوی و گنگوہی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ابلیس لعین کے لیے وسعت علمی (علم کی زیادتی) ثابت کر کے حضور کے علم شریف کی کھلی توہین کی، ان کے علم کو گھٹایا، یہ شان رسالت کی صریح تنقیص ہے، جب کہ یہ مسلمہ عقیدے سے ہے کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے، جو کسی دوسرے کو علم میں زیادہ بتائے وہ تنقیص علم نبوت کا مرتکب ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔

دیوبندیوں کے ایک معروف پیشوا ہیں۔ جناب اشرف علی تھانوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے تعلق سے انھوں نے جو دریدہ دہنی کی ہے، اور جس صریح اہانت کے ساتھ علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

بچوں، پاگلوں، جانوروں سے تشبیہ دی ہے اور ان کے علم کے برابر بتایا ہے، اسے تو نقل کرتے ہوئے روح کانپ اٹھتی ہے، انھوں نے ''حفظ الایمان'' نامی چند ورقی رسالہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے تعلق سے اپنے دل کا بغض اور روح کی بھڑاس ان الفاظ میں نکالی ہے، ملاحظہ ہو (حفظ الایمان ص ۸)

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔

پھر چار سطر کے بعد لکھا:

''اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے''۔ (حفظ الایمان ص ۷، ۸)

معمولی اردو جاننے والا بھی اس ناپاک عبارت کا مطلب و مراد بآسانی سمجھتا ہے، کہ اس میں صاف وصریح و متعین طور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص ہے۔

اس ناپاک عبارت میں تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں (۱) کل غیب (۲) بعض غیب، کل غیب کے جاننے کو عقلاً ونقلاً باطل قرار دیا، نہ کوئی غیر متناہی کا قائل ہے، اب رہ گئے صرف بعض علم غیب، اس کے بارے میں تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے یعنی اس میں حضور کی کوئی خصوصیت نہیں، جب تخصیص کی نفی ہوگئی تو یہ آپ کی صفت خاصہ نہ رہی، اس لیے کہا: ایسا علم غیب یعنی جیسا علم غیب حضور کو حاصل ہے یا جتنا علم حضور کو حاصل ہے ایسا یا اتنا تو ہر ایرے

غیرے نتھو خیرے کو بھی حاصل ہے، جب تھانوی صاحب کو اس سے بھی سکون نہ ملا تو کہا، بلکہ بچوں پاگلوں کو بھی حاصل ہے، جب اس سے بھی قلب کو تسلی نہ ہوئی تو کہا، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم، چوپائے، الو، گدھا، خچر، سب کو حاصل ہے (معاذ اللہ)۔ دنیا کا ہر وہ شخص جس کے پاس عقل وشعور کا تھوڑا سا بھی حصہ ہوگا وہ ''حفظ الایمان'' کی مذکورہ بالا عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی گستاخی کا احساس وادراک کرلے گا۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ تھانوی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کو کفر وارتداد سے نکالنے کے لیے ان کے وکیلوں نے جو گل کھلائے ہیں وہ خود عبارت کے کفری ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

دیوبندی مولوی حسین احمد ٹانڈوی کہتے ہیں: کہ مذکورہ بالا عبارت میں لفظ ''ایسا'' ہے جو تشبیہ کے لیے ہے، اگر لفظ ''اتنا'' ہوتا تو البتہ کفر ہوتا (ملاحظہ ہو شہاب ثاقب ص) اور تھانوی جی کے دوسرے وکیل صفائی ناظم شعبۂ تبلیغ دیوبند مرتضی حسن دربھنگی کا کہنا ہے کہ:

''حفظ الایمان'' کی عبارت میں لفظ ''ایسا'' تو ہے مگر وہ تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ ''اس قدر'' اور ''اتنا'' کے معنی میں متعین ہے، یعنی اگر تشبیہ کے لیے ہوتا تو کفر ہوتا۔ (ملاحظہ ہو توضیح البیان، ص ۱۷)

آج بھی حلقۂ دیوبند سے تعلق رکھنے والوں کو صلائے عام ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان توہین آمیز عبارتوں کو پڑھیں اور محسوس کریں کہ کیا کسی مسلمان کا ایسا عقیدہ ہوسکتا ہے؟۔ اس لیے تو علمائے عرب وعجم نے ان کتابوں کے مصنفین پر حکم کفر وارتداد دیا، اور فرمایا:

من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر (جو ان کے کفریات پر اطلاع شرعی یقینی کے بعد ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر)۔

ہونا یہ چاہئے تھا کہ اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں گستاخی کرنے والوں سے مواخذہ کیا جاتا، اور جن بزرگ علما و اہل فتویٰ نے شرعی تقاضے کو ملحوظ کر کے حتی الوسع افہام و تفہیم کے بعد فتویٰ تکفیر دے کر توبہ کا مطالبہ کیا، ان کے شرعی موقف کی تائید کی جاتی، مگر علمائے دیوبند نے اپنے اکابرین کو کلین چٹ دینے کے لیے کٹ حجتی شروع کر دی، جس سے مقصود اکابرینِ دیوبند کے جرم پر پردہ ڈالنا ہے، عوام کے دباؤ میں اکابرین دیوبند کی صفائی کے لیے ان کے وکیلوں کا میدان مناظرہ میں آنا اسی تحریکِ جرم پوشی کا ایک حصہ ہے، ان حصہ داروں میں دیوبندی مناظر مولوی عبدالرحیم کاکوروی بھی تھے، جن کی گردن پر اکابرین دیوبند کی غلامی کا مضبوط پٹہ پڑا تھا، چنانچہ ایک موقع پر وہ وہابیوں کی دعوت پر گھوسی آئے اور کئی روز تک ردّ پر تقریریں کیں، اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ اہل سنت کو چیلنج مناظرہ بھی دیا، اسی کو کہتے ہیں ''چوری اور سینہ زوری'' غالباً وہ یہ بھول گئے تھے کہ یہ وہ سرزمین ہے جس نے حضرت صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی مصنف بہارشریعت جیسی شخصیت کو جنم دیا ہے، اور جن سے مناظرے کا نام سن کر دیوبندی پیشوا تھانوی صاحب رنگون راہ فرار اختیار کر گئے تھے، جب کاکوروی کے چیلنج کو قبول کیا گیا اور مناظرہ ہونا طے پایا، تو مقررہ تاریخ (۳ر فروری ۱۹۳۳ء) پر علمائے اہل سنت جن میں حضرت صدرالشریعہ اور محدث اعظم ہند کے علاوہ مجاہد ملت، اور مفتی عبدالحفیظ مفتی آولہ علیہم الرحمہ سرزمین گھوسی پر رونق افروز ہوئے، مگر کاکوروی و دیگر وہابی مولوی میں مناظرے کی ہمت نہ ہوئی اور راہ فرار اختیار کر گئے، جس کی تفصیلی روداد زیر نظر کتاب میں موجود ہے، بالآخر ۶ر فروری ۱۹۳۳ء کو عوام کے سخت دباؤ اور گھیراؤ کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی کاکوروی صاحب مناظرے کے لیے تیار ہوئے اور حضرت محدث اعظم ہند نے

مناظرہ کیا، کاکوروی صاحب جب ''حفظ الایمان'' ''براہین قاطعہ'' ''تحذیر الناس'' کی کفری عبارتوں پر مناظرے کے لیے تیار نہ ہوئے تو محدث اعظم ہند نے موضوع کے انتخاب کا خود انھیں کو اختیار دیا تا کہ کاکوروی صاحب فرار کی راہ نہ اپنا سکیں، کاکوروی نے بحث و مناظرہ کے لیے ''علم غیب ما کان و ما یکون'' کو موضوع ٹھہرانے میں عافیت سمجھی، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ''علم غیب ما کان و ما یکون'' پر مناظرہ ہوا، علم غیب نبی سے متعلق ایک عطائی وصف و فضیلت ''علم ما کان و ما یکون'' بھی ہے یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ان امور کا تفصیلی علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے، اہل سنت و جماعت اسی کے قائل ہیں، لیکن وہابیوں دیوبندیوں کے عقیدے میں جب رسول پاک کے لیے علم غیب ماننا شرک ہے، حضور سے زیادہ علم شیطان لعین کو حاصل ہے، حضور کے جیسا اور جتنا علم بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی حاصل ہے، ''علم ما کان و ما یکون'' کا انکار ان کے لیے تو بہت آسان امر ہے، حالانکہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعالیٰ قَدْ رَفَعَ لِی الدُّنْیا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھا وَ اِلیٰ مَا ھُوَ کَائن فِیْھَا اِلیٰ یَوْمِ الْقِیامَۃِ کَانما اَنْظُرُ اِلیٰ کَفِّیْ ھٰذِہٖ (طبرانی معجم کبیر، ابونعیم فی الحلیہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اسی مفہوم کو حضور محدث اعظم ہند نے اس مناظرہ میں ثابت فرمایا اور حال یہ ہوا کہ دیوبندی مناظر سنی مناظر کے دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگیا اور راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

مناظر اہل سنت :-

نام:- سید محمد

کنیت: ابوالمحامد

لقب: محدث اعظم ہند، شمس الافاضل

مسلک: سنی حنفی

مشرب: اشرفی، چشتی

سکونت: کچھوچھہ شریف

پیدائش: ۱۵؍ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء

وفات: ۲۵؍دسمبر ۱۹۶۱ء/ ۱۶؍رجب ۱۳۸۱ھ

مناظر اہل سنت حضور محدث اعظم ہند علامہ الحاج ابوالمحامد سید محمد صاحب قبلہ اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس عبقری شخصیت کا نام ہے، جن کی ملی جدوجہد، دینی خدمات، جماعتی شعور اور علمی وفکری کاوشوں پر پوری ملت کو ناز ہے، آپ کے عزم واستقامت، قوت فیصلہ، عالمانہ رعب اور حکیمانہ فکر کا یہ عالم تھا، کہ اس دور کے اکابرین وعمائدین متفقہ طور پر آپ کو سیادت وافسری کے منصب کا حامل اور جماعت کا حَکَم مانتے تھے۔

مولیٰ عزوجل نے آپ کے اندر غیر معمولی کمالات ودیعت فرمائی تھی، وہ بیک وقت محدث، مفسر، مفتی، خطیب، مبلغ، داعی، مرشد، مصنف، محقق، نقاد، شاعر، مناظر، سب کچھ تھے، اور ان میدانوں کے نہ صرف واقف کار بلکہ شہسوار تھے، وہ اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی، جلیل القدر محدث حضرت محدث سورتی اور مجدد اعظم امام احمد رضا علیہم الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ علم وعمل کے فیض یافتہ تھے، انھوں نے اپنے علم سے، خطابت سے، تبلیغ وارشاد سے، سیاسی تحریک سے، تصنیف وتالیف سے دین وسنیت کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور قوم وملت پر جو احسان عظیم فرمایا ہے وہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا، انھوں نے آریہ سماج والوں، قادیانیوں اور وہابیوں دیوبندیوں سے

متعدد مناظرے کیے، ردّ وہابیہ کا وہ حصہ جو آپ کو اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں، سید احمد اشرف اشرفی جیلانی اور استاذ محترم مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہم سے وافر مقدار میں ملا تھا، زیر نظر روداد مناظرہ اسی احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا ایک نمونہ ہے۔

مناظرہ:-

اصولیین نے مناظرہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ''تـوجـه المتخاصمين في النسبة بين الشيئين اظهاراً للصواب'' (مناظرہ رشیدیہ، ص۹)

مناظرہ اصطلاحی اعتبار سے مجادلہ اور مکابرہ کا قسیم ہے اور ہر ایک اپنے مفہوم و حقیقت کے اعتبار سے دوسرے سے مختلف۔ اگر بحث و تمحیص میں فریقین کا مقصد و مطمحِ نظر اظہار حق کے بجائے مجادلہ یا مکابرہ ہو تو مناظرہ کی اصولی حیثیت بدل جاتی ہے اور پھر مناظرہ مناظرہ نہ رہ کر مجادلہ یا مکابرہ کہلاتا ہے جو ارباب علم و دانش کے نزدیک ناقابل قبول ہوتا ہے، اس مختصر سے ضابطہ کو مدنظر رکھ کر جب ہم حضور محدث اعظم ہند کے تحریری و تقریری مناظروں کی روداد کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کا مناظرہ درحقیقت مناظرہ ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جو موضوع مناظرہ طے پاتا، آپ اسی پر پوری گفتگو کرتے، اپنے دعوی کو نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ دلائل و براہین سے اس طرح مزین فرماتے کہ مدمقابل مناظر آپ کے روبرو مقفل مکتب نظر آتا۔ حضور محدث اعظم ہند کے مناظرے کی پوری تفصیل تو معلوم نہ ہوسکی، البتہ روداد مناظرہ گھوسی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بہت سے عظیم اور وقیع مناظرے میں شریک ہوئے، کہیں بحیثیت مناظر اور کہیں بحیثیت معاون۔

آپ نے ایک عظیم مناظرہ تو خود کچھوچھہ شریف میں وہابیوں کے سرغنہ اور دیوبندیوں کے آقا مولوی عبدالشکور ایڈیٹر ''النجم'' سے کیا، اس کی روداد اسی زمانے میں شائع ہوکر منظر عام پر آچکی تھی، جس میں محدث اعظم ہند کے ۹۴ مطالبات تھے، جن میں سے ایک کا جواب بھی مولوی عبدالشکور سے نہ بن پڑا۔
گھوسی میں مناظرہ کرنے کے بعد جلسۂ عام میں ردّ وہابیہ پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

''دوسرا مناظرہ مولوی عبدالشکور سے خود مجھ سے ہوا۔ اور بعونہ تعالیٰ میرے ۹۴ مطالبات کے جواب سے وہ بالکل عاجز رہے، میں نے اس کی مطبوعہ روداد میں اعلان کردیا تھا کہ مولوی عبدالشکور مع اعوان وانصار کے میرے مطالبات کا گھر بیٹھ کر سال بھر کی مدت میں جواب دیں، مگر بعونہ تعالیٰ وہ سالہا سال سے اب تک عاجز رہے اور ایک مطالبہ کا بھی جواب نہ دے سکے''
(مناظرہ سنی و وہابیہ ص ۱۱۸)

مناظرۂ گھوسی:

''گھوسی'' قدیم ضلع اعظم گڑھ اور حال ضلع مئو شمال مشرقی یوپی کا ایک مردم خیز خطہ ہے، جہاں یہ مناظرہ ہوا۔

محدث اعظم ہند کا مناظرۂ گھوسی مشہور ومعروف مناظرہ ہے، بلکہ اپنی نوعیت کا یہ منفرد مناظرہ معلوم ہوتا ہے، اس میں مولوی عبدالشکور کاکوروی کے بھائی مولوی عبدالرحیم دیوبندیوں کی طرف سے مناظر مقرر تھے، یوں تو یہ مناظرہ اکابرین دیوبند کی کفری عبارات پر ہونا تھا، چنانچہ حضور محدث اعظم ہند نے مناظرے کے آغاز سے کچھ پہلے یہ تحریر لکھ کر بھیج دی تھی ''عبارات حفظ الایمان و براہین قاطعہ وتحذیر الناس پر علمائے حرمین محترمین نے بلکہ علمائے ہند نے بھی

تکفیر کا فتویٰ دیا ہے، اور میں بھی فتوائے تکفیر کا حامی ہوں، مجھ میں اور آپ میں اختلاف ہے، کیا آپ اس میں مناظرہ فرما سکتے ہیں'' (روداد مناظرہ ص۹۱)، مگر دیوبندی مناظر و معاونین اس میں اپنی ہزیمت و شکست اور رسوائی کے کھلے آثار دیکھ رہے تھے، اس لیے وہ کسی طرح ''تکفیر'' کو موضوع مناظرہ منتخب کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے اور حضرت محدث اعظم ہند کے پاس جواباً اور مجبوراً یہ تحریر بھیج دی۔

''چونکہ فاضل محترم نے تعین موضوع کا اختیار مجھ کو دیا ہے، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب حاصل ہونا اگر فاضل محترم کا عقیدہ ہو تو موضوع بحث قرار دیا جائے، اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے تو میرے اور جناب مولانا سید محمد صاحب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں'' (مناظرہ سنی و وہابیہ، ص۱۳۱، ۱۳۲)

چونکہ مولوی عبدالرحیم اور ان کے اعوان و انصار مناظرہ کے لیے قطعی تیار نہ تھے، اس لیے حضور محدث اعظم ہند نے دیوبندی مناظر کو کھلی چھوٹ دی تھی، تاکہ کسی طرح وہ مناظرہ کے لیے تیار ہو جائیں۔

المختصر: جب مولوی عبدالرحیم اور ان کے حامیین اپنے اکابرین کے جرم کفر کی تاویل سے عاجز و قاصر رہے، تو ''علم غیب'' ما کان و ما یکون'' موضوع مناظرہ طے پایا، مگر اس موضوع پر بھی حضور محدث اعظم ہند کی علمی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ دیوبندی مناظر طفل مکتب نظر آتا تھا، اور سب سے عجیب و غریب بات یہ تھی کہ حضرت محدث اعظم ہند علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جس جس شق پر گفتگو کرتے جاتے تھے دیوبندی مناظر اپنے مکتب فکر کے عقیدہ کے خلاف اسے تسلیم کرتا جاتا تھا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کے اطلاق میں صرف لفظ ''ما کان و ما یکون'' کے استعمال سے انھیں

وحشت تھی، اس مناظرہ میں دیوبندی مکتب فکر کے مناظر اور ان کے معاونین کی ہزیمت و رسوائی اور مناظرہ چھوڑ کر شرمناک اور حیا سوز فرار کی داستان تو بڑی لمبی ہے، سردست اس مناظرہ گھوسی کے چند علمی و فنی اقتباسات پیش کرتا ہوں، جن سے حضرت محدث اعظم کی خداداد ذہانت و صلاحیت، علمی و فنی مہارت، حدیث و فقہ اور عقائد و اصول میں ان کی گہری بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضور محدث اعظم ہند نے دربارۂ علم غیب اپنا دعویٰ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''میرے نزدیک حضور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتیں بتائی تھیں، مطلع فرمایا تھا، اور کس قدر عطا فرمایا تھا، اس کے بیان کے لیے مقام نعت میں تمام ایسے صیغے اور الفاظ استعمال کرنا جن کا قرآن کریم یا حدیث شریف میں استعمال موجود ہے، اور جن میں سے لفظ ''ما کان وما یکون'' بھی ہے جائز ہے، حق ہے اور حق کا منکر گمراہ ہے'' (مناظرہ سنی و وہابیہ ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۷۲)

مذکورہ بالا دعویٰ کے دو جز ہیں۔ (۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا ہے (۲) دوسرا جز یہ ہے کہ حضور کو ''ما کان وما یکون'' کا عالم کہنا یا ایسے تمام صیغے استعمال کرنا جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں، جائز و حق ہے۔ جزء اول کے متعلق دیوبندی مناظر نے تو صاف صاف اقرار کرلیا، البتہ جزء ثانی کے بارے میں یہ کہا:

''ما کان وما یکون'' یہ دو ایسی لفظیں ہیں کہ اگر ان کی طرف اضافت کل کردیا جائے تو قضیہ موجبہ کلیہ اور اگر اضافت بعض کردیا جائے تو قضیہ موجبہ جزئیہ بنتا ہے''۔ (ص ۱۳۹، ۱۴۰)

اس پر حضور محدث اعظم ہند کی علمی و منطقی و اصولی گرفت ملاحظہ ہو:

''اگر ما کان وما یکون کو یوں کہا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض ما کان وما یکون کا علم حاصل تھا تو فاضل مخاطب کو میرے عقیدے کے اس دوسرے جزء سے بھی اختلاف نہ رہ جائے گا اور اسی لیے لفظ موجبہ کلیہ لفظ جمیع، لفظ کل پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اول تو ما کان وما یکون کوئی قضیہ نہیں ہے، ''علمتُ ما کان وما یکون'' بیشک قضیہ ہے اور علمت ما کان وما یکون قضیہ موجبہ کلیہ ہونے کے لیے محتاجِ لفظ جمیع یا لفظِ کل نہیں ہے، موجبہ کلیہ کا سور زبان عرب میں محض ''جمیع'' اور ''کل'' ہی نہیں ہے، پہلے جناب اصول الشاشی، یا نورالانوار، اصول فقہ کی ان ابتدائی دو کتابوں کا مطالعہ فرما لیتے، اور علمائے شریعت نے موجبہ کلیہ کے جو سور بتائے ہیں، ان پر مطلع ہو جاتے تو خود فرما دیتے کہ اس قضیہ کا موجبہ کلیہ ہونا کسی لفظ کا محتاج نہیں ہے، اور جب اس قضیہ کا مہملہ یا موجبہ جزئیہ ہونا آپ کسی دلیل قاطع سے ثابت نہیں کر سکتے تو آپ کو ایسی بحث شروع کرنے کا حق نہیں ہے، مختصراً میں پھر کہتا ہوں کہ جو صیغہ قرآن وحدیث میں وارد ہے، میں بہ سلسلۂ بیانِ علم غیب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ان کا استعمال جائز سمجھتا ہوں، اگر آپ یوں فرما دیں کہ ما کان وما یکون کا لفظ حدیث میں نہیں آیا یا آیا تو مگر متعین ہے کہ بعض ما کان وما یکون ہی کے لیے آیا ہے تو میں اس مسئلے میں آپ سے مناظرہ کر کے تصفیہ کرنے کے لیے تیار ہوں اور اگر آپ ثابت نہیں کر سکتے تو پھر لفظ کل یا لفظ جمیع کا یہ اہتمام عبث ہے۔ (مناظرۂ سنی و وہابیہ گھوسی ص ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲)

پھر لفظ ''مَنْ'' اور لفظ ''مَا'' پر جو فقہی اصول کی روشنی میں آپ نے گفتگو فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

مناظر اہل سنت فرماتے ہیں:

''ما ''اور''من'' کی اصل عموم ہے،''ما'' کا معنی اردو زبان میں ''جو کچھ'' اور''مَنْ '' کا معنی''جو شخص'' کے ہیں، چنانچہ کتب اصول میں اس کی تصریح یوں موجود ہے،''من وما یحتملان العموم والخصوص واصلھما العموم یعنی فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص بعارض القرائن'' یعنی''مَنْ ''اور''مَا'' عموم وخصوص دونوں کے حامل ہیں اور اصل ان دونوں کی عموم ہے اور خصوص میں ان کا استعمال قرینہ کی وجہ سے ہوتا ہے، جس کو بلفظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ''مَـنْ '' جس کا ترجمہ اردو میں ''جس''''جو شخص'' اور''مَـــا'' جس کا ترجمہ''جو کچھ'' ہے، اپنی اصل وضع کے اعتبار سے عموم کے لیے ہیں یعنی''ہر شخص'' اور''سب کچھ'' کے معنیٰ میں۔ اور اس کا مفاد موجبہ کلیہ ہے نہ کہ موجبہ جزئیہ۔ لہٰذا''علمتُ ما کان وما یکون'' قضیہ موجبہ کلیہ ہونے کے لیے لفظ جمیع یا کل کا محتاج نہیں۔ جب مَا اور مَنْ کی اصل وضع عموم ہے تو جو کسی جگہ ما و من میں خصوص کا مدعی ہو، اس کے ذمہ ہے کہ قرائن خصوص یعنی'' کچھ نہ کچھ'' بدلائل قطعیہ بیان کرے، ورنہ ہر لفظ کے وہی معنیٰ مراد لیے جاتے ہیں جو معنیٰ اس کی اصل ہے۔(مناظرۂ سنی ووہابیہ ص۱۴۵،۱۵۲)

لفظ''ما'' کے ساتھ''کان و یکون'' کی تخصیص سے یہ''ما'' حدیث پاک میں عام مخصوص منہ البعض ہوگا یا نہیں؟ اگر عام مخصوص منہ البعض ہوجائے تو ظاہر ہے کہ علمِ ما کان و ما یکون پر دلالت کرنے والی حدیث پاک معنیٰ مراد پر قطعی نہ رہے گی، ظنی ہوجائے گی، آپ نے اس شبہ کا ازالہ جس محققانہ انداز میں فرمایا ہے، وہ بھی دیدنی ہے، تفصیل تو آپ زیرنظر روداد میں پڑھیں گے، یہاں اس بحث کی تلخیص پیش کرکے اہل سنت کے فاضل مناظر کے علمی جاہ وجلال کی ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں، فاضل مناظر محدث اعظم ہند فرماتے ہیں:

''لفظ ''مـــا'' عام ہے اور یہ اپنی اصل وضع میں صرف کائنات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، افراد واجبات و ممتنعات و معدومات کا بھی ذکر اگر زبان عرب میں کیا جائے تو لفظ ''مـا'' اس کے لیے بھی استعمال کرنا جائز ہے، چنانچہ کلام عرب میں وارد ہے الواجب ما الخ الممتنع ما الخ المعدوم ما الخ حدیث پاک ''علمتُ ماکان ومایکون'' میں خصوص استعمال ملاحظہ ہو، کہ وہ ''ما'' جو نہ صرف کائنات وحادثات کے افراد کو بیان کرنے کے لیے بنایا گیا ہو، بلکہ اس سے کہیں زیادہ عام ہو لفظ ''ماکان ومایکون'' نے اس میں خصوص پیدا کردیا، یعنی یوں فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ چیز جس سے علم کا علاقہ ہوسکتا ہے، میرا علم اس کے اندر ان سب کو محیط نہیں ہے، ہاں جو کچھ عالَم کونْ میں ہوگیا اور جو کچھ ہوگا تمام معلومات غیر متناہیہ میں سے صرف اس قدر (کائنات بھر) کو میں نے جان لیا۔ لیکن ''مـا'' کا عموم وضع میں کائنات کی تخصیص سے یہ عام مخصوص منہ البعض نہ ہوگا، عام مخصوص منہ البعض جب ہو کہ عموم وضع میں نہیں۔ بلکہ عموم استعمال میں خصوص پیدا ہو اور حدیث پاک میں ایسا نہیں۔ کتنی آیتیں ہیں کہ مَـا ومَـنْ اپنے عموم وضع پر مستعمل نہیں، لیکن جس خصوص میں استعمال ہے اس کا ایک فرد بھی خارج نہیں۔ ''وَاللّٰـهُ يَـفْعَلُ مَـا يَشَـاءُ'' (اور اللہ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے) دیکھئے ''مَـا'' کے ساتھ قید مشیت موجود ہے تو کیا اللہ جو چاہے اس کے بعض افراد معاذ اللہ نہیں کرسکتا؟ قرآن کریم میں ہے ''فَعَّـالٌ لِّمَـا يُرِيدُ'' یہاں بھی ''مـا'' کو ارادہ کے ساتھ مقید فرمایا، آیت کریمہ ہے ''لـه مـا فی السمٰوات وما فی الارض'' (اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین کی چیزیں کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور کچھ نہیں، قرآن مجید میں ہے، ''يَعْـلَـمُ مَـا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَـا خَـلْـفَهُـم'' (اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے

پیچھے) قرآن حکیم میں ہے "یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَام" کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی ناقص ہے، اس وقت ہم بھی جان لیں گے کہ جو اللہ کو جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے اس کا کرنے والا نہیں مانتا، وہ "علمت ماکان ومایکون" میں عام مخصوص منہ البعض کہہ کر اگر "علم ماکان وما یکون" نہیں مانتا تو معذور ہے" (مختصراً ص ۱۷۲،۱۵۱)

ان بحثوں اور آیتوں سے استشہاد کا منشا یہ ہے کہ حدیث پاک "علمت ماکان وما یکون" اصول کے اعتبار سے عام مخصوص منہ البعض نہیں، کیونکہ ان مذکورہ آیتوں میں جن میں لفظ "ما" موجود ہے اس سے پہلے لفظ "جمیع" یا لفظ "کل" ہرگز نہیں ہے، اور کسی آیت میں بھی "ما" اپنے اس عموم وضع وتعبیر پر نہیں ہے، اور ہر آیت میں اعتقادیات کی تعلیم ہے، غرض ہر وہ چیز جو حدیث پاک "علمت ماکان ومایکون" میں ہے وہ ان آیات مذکورہ میں بھی ہے، ٹھیک ٹھیک ان آیتوں اور حدیث کے الفاظ کا ایک ہی حال ہے تو کیا دیوبندی مکتب فکر کے حامیوں میں یہ تاب ہے کہ جن وجوہ کی بنا پر حدیث پاک کو ظنی کہہ کر باب عقائد میں ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں اسی طرح ان آیتوں کو بھی ناقابل اعتبار بتائیں، لہٰذا ثابت کہ حدیث پاک اپنے مفہوم میں قطعی الدلالۃ ہے۔

دیوبندی مناظر ان بحثوں سے ایسا حواس باختہ ہوا کہ بار بار پانی طلب کرنے لگا، جب کوئی جواب نہ بن سکا تو یہ کہہ کر اپنی پریشانی دور کرنی چاہی، کہ جن امور کا تعلق عقائد سے ہے ان کا دلائل قطعیہ سے ثابت ہونا ضروری ہے، اس پر مناظر اہل سنت حضور محدث اعظم ہند نے جو متکلمانہ گفتگو فرمائی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

دیوبندی مناظر کو اسی طرح سمجھایا ہے جیسے کوئی اپنے کم فہم طالب علم کو سمجھاتا ہے، وہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''درحقیقت آپ کو شرح عقائد کے اس جملہ سے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ ''لاعبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات'' میں چاہتا ہوں کہ اسی بنیاد کا جواب دے دوں اور طول کلام سے بچوں، کوئی شبہ نہیں کہ عقائد اور وہ عقائد جس کے انکار پر تکفیر کی جائے، ان کا ثبوت دلیل قطعی سے ہونا ضروری ہے، خواہ وہ آیت قرآنیہ ہو یا حدیث متواتر جو مفید قطع و یقین ہوتے ہیں، لیکن آپ سمجھ لیجئے کہ ایسے بھی عقائد ہیں جن کے انکار پر تکفیر نہیں کی گئی ہے اور کتب عقائد میں باب عقائد میں ان کا ذکر ہے اور وہ کسی نص قطعی کے خلاف بھی نہیں ہیں، مثلاً شب معراج حضور کا آسمانی سفر فرمانا، شرح عقائد نسفی اٹھا کر دیکھئے نہ اس کو آیت قرآنیہ سے ثابت کیا ہے، نہ حدیث متواتر سے، بلکہ اس کی تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ حدیث مشہور سے ثابت ہے اور میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ اصول الشاشی، نورالانوار کو پھر اٹھا کر دیکھئے کہ حدیث مشہور مفید قطعیت نہیں ہے، اور پھر اگر میں آپ سے عقائد کی فہرست جو شرح عقائد میں ہے طلب کروں جس میں عقائد متعلق کا بعد الخلافۃ و دربارۂ جواز لعن بر یزید وغیرہا کتنے عقائد ہیں کہ دلیل قطعی سے جن کا ثبوت نہیں، بلکہ بعض عقائد ایسے ہیں کہ علما کا اختلاف ان میں چلا آرہا ہے، بہرحال واضح ہوگیا کہ جن عقائد کے انکار پر تکفیر لازم آتی ہے وہی عقائد ایسے ہیں کہ ظنیات پر ان کا مدار نہیں، لیکن یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ فرمائیں اور ہم تک وہ ارشاد پہنچے، اس میں کسی دلیل قطعی کا انکار نہ ہو تو ظنی کہہ کر اس سے انکار کردیا جائے، بیشک آحاد اگرچہ درجۂ صحت پر پہنچے ہوں، باب عقائد میں مضمحل ہو جاتے ہیں، اگر منافی دلیل قطعی ہوں''۔ (ص ۱۵۸، ۱۵۹ مناظرہ سنی و وہابیہ)

زیر نظر روداد ''مناظرۂ سنی و وہابیہ'' اپنے تاریخی نام کے سن یعنی ۱۹۳۳ء میں پہلی بار شائع ہوئی تھی، اور نایاب تھی، اس کو دوبارہ شیخ الاسلام رئیس

المحققین علامہ مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ شائع فرما رہے ہیں، جو مخدوم ملت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کے نورِ نظر، صحیح جانشین، جلیل القدر عالمی شہرت یافتہ عالم دین اور عمدہ محقق ہیں، یہ علم و عمل، فکر و نظر، تقویٰ و طہارت میں اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کے وارث و امین ہیں، اور تا حال تحریر، تقریر، افتا، مناظرہ اور تبلیغ و ارشاد کے ذریعہ دین وسنیت کی بے لوث خدمت انجام دے رہے ہیں، انھیں کے حکم پر نبیرۂ محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید قاسم اشرف اشرفی جیلانی دام ظلہ نے اس روداد کی ترتیب جدید ونظر ثانی اور تقدیم وغیرہ کا کام راقم الحروف کے سپرد کیا، روداد بعجلت ممکنہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اسے پڑھئے اور ۷۷رسال قبل ہوئے اس مناظرہ کے علمی مباحث اور دیوبندی مناظر کی کھلی شکست سے اپنے ایمان کو تازہ و مستحکم کیجئے۔ اس یقین کے ساتھ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی وفادار سپاہی جب تک بقید حیات ہوگا، عزت و ناموس رسالت پر حملہ کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دیا جاتا رہے گا، یہ روداد اس غرض سے شائع کی جارہی ہے کہ عوام سنی و وہابی اختلاف کو علما کا ذاتی اختلاف اور جھگڑا نہ سمجھیں، بلکہ یہ اختلاف عقیدے کا ہے، جو اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس کی پاسداری سے متعلق ہے، اور کوئی مسلمان ابدی سعادتوں سے اسی وقت بہرور ہوسکتا ہے جب اس کی زندگی وفاداریٔ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گذرے۔

مقام افسوس ہے کہ دنیا کی ہر قوم اپنے قائد، اپنے آقا کی تعریف کرتی ہے، ان کے تعلق سے کسی نقص وکمی کے انتساب کو ہرگز برداشت نہیں کرتی، اور اس کے لیے ہر قیمت چکانے کو تیار رہتی ہے، مگر قوم وہابی، دیوبندی وہ قوم ہے جو ہمیشہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں نقص اور عیب تلاش کرتی ہے، اسے لکھ کر

چھاپتی ہے اور کمال بے حیائی یہ ہے کہ اس کے لیے مجبوری ہی میں سہی میدان مناظرہ میں بھی آتی ہے، اس قوم کے ساتھ ہونے والے مناظروں کی صرف روداد پڑھ لیجئے تو آپ کو میری مذکورہ بات کی تصدیق کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔

ہم اپنے اور تمام اہل سنت کے لیے یہی دعا کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتے ہیں کہ ہماری پوری زندگی وفاداریٔ خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گذرے۔ (آمین)

خاکپائے اولیا
آل مصطفیٰ مصباحی
خادم تدریس وافتا جامعہ رضویہ گھوسی ضلع مئو، یوپی، انڈیا
۲۳ر صفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۸ر جنوری ۲۰۱۱ء

☆☆☆

باب تہذیب زبانی

چونکہ اس روداد کے مطالعہ کرنے کے بعد وہابیوں، دیوبندیوں کو اس کے سوا موافق ان کی عادت کے کوئی جواب نہ ملے گا کہ وہ ادھر اُدھر کہتے پھریں کہ اس میں گالی گلوج اور سخت زبانی و دشنام بازی ہے نیز ہمارے اپ ٹوڈیٹ انگریزی داں نوجوان جو گو اپنے باہمی سیاسی اختلافات میں ایک دوسرے کو غدار، ٹوڈی، ملت فروش وغیرہ۔ بے لکنت زبان بولتے ہیں مگر اسی مضمون کو خالص دینی زبان میں دینی اختلافات کی صورت میں اگر کافر، ملعون وغیرہ لکھا جائے تو چراغ پا ہوجاتے ہیں، لہٰذا میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ بحمداللہ تعالیٰ مجھ کو میرے مالک و مولیٰ جل وعلا نے اس زبانی اور بے معنی تہذیب کی بلا سے اب تک محفوظ رکھا، اور دعا ہے کہ ہمیشہ محفوظ رکھے، پھر بھی اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ روداد جس مناظرہ کی ہے اور اس میں خطاب جن لوگوں سے ہے وہ وہابیہ دیوبندیہ ہیں جو میرے نزدیک بالزام توہین بارگاہ نبوی ماخوذ ہیں ان سے میرے ایمان کا جولب ولہجہ ہونا چاہئے وہ سب پر روشن ہے، پھر بھی محض آداب مناظرہ کا لحاظ کرکے میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں لکھا ہے جو محض دلآزاری کے لیے ہو بلکہ ایسی قوم سے جو نرم سے زیادہ نرم اندازِ کلام ہوسکتا ہے وہ اختیار کیا ہے اور ناظرین روداد خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ بدتمیزی محض دوسری جانب سے ہوئی ہے اور کم ازکم بدتمیزی کی ابتدا تو ہر شخص کے نزدیک دوسرے فریق ہی نے کیا ہے اس کے باوجود بھی اگر آپ کو اس روداد کی زبان میں ایمانی درشتی نظر آئے تو آپ مجھ کو معذور قرار دیتے ہوئے کم ازکم اول سے آخر تک مطالعہ کرکے اس کو ضرور غور کرکے دیکھیں کہ حق کس کے پاس ہے، اور مجھ کو اپنی تہذیب کا مجرم ہی سمجھئے مگر حق کو قبول کرلیجئے۔ فقط

مسکین

غلام محی الدین بلیاوی

۱۷/ذیقعدہ الحرام ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ عالم الغیب و الشهادة سبحانه و تعالیٰ شانه عما یقوله الظّلمون و الصلوٰة و السلام علی سیدنا محمد ن الذی نطق وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ علمت ما کان وما یکون وعلیٰ اٰله و صحبه و حزبه من اهل السنة و الجماعة اولٰئک حزب اللّٰه الا ان حزب اللّٰه هم المفلحون۔

اما بعد! یہ مختصر سا رسالہ مبارکہ وعجالہ نافعہ اس بے مثل و بے نظیر مناظرہ کی کامل و مکمل روداد ہے جو تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں درمیان اہلسنت و جماعت اور فرقہ وہابیہ کے ۶؍ فروری ۱۹۳۳ء کو ہوا تھا اور جس میں اہل سنت و جماعت کی طرف سے تنہا حضرت مولانا العلام مفتی سید شاہ سید محمد صاحب قبلہ اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی دام بالفیض القوی تھے اور وہابیہ کی طرف لکھنؤ و ضلع اعظم گڈھ بلکہ ایک حد تک ہندوستان بھر بلکہ نجد تک کی قوت کام کررہی تھی اور جس میں بعونہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو وہ نا قابل انکار فتح مبین ہوئی ہے جس میں وہابیہ کی ایسی ذلیل شکست فاش ہوئی ہے کہ جس کی شاید کوئی دوسری مثال مشکل سے ملے گی۔ یعنی جہاں تک میری نظر ہے اس مناظرہ کی دیگر خصوصیات کے علاوہ پانچ خاص باتیں ایسی ہیں کہ جن کا ظہور اس طرح کم ہوا ہوگا، وہابیہ نے بارہا اہل سنت و جماعت سے مناظرے کیے اور بلا مبالغہ ہر مناظرہ میں شکست اٹھائی، ذلیل ہوئے، راہ فرار اختیار کی، مگر اس افیونی کی طرح جس کی ناک کٹ گئی ہاتھ سے خون صاف کرتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کرے جھوٹ ہو، وہابیہ بھی اپنے عوام سے باتیں بناتے رہے

کتر بیونت سے اور دوسری فریب کاریوں سے اپنے عوام پر حق کو واضح ہونے نہیں دیا اور عوام کالانعام ہدایت سے محروم رہے اور اپنے مناظر مغلوب کو دانستہ یا نادانستہ غالب رکھتے رہے لیکن یہ روداد جس مناظرہ کی ہے اس کی یہ بہت بڑی خصوصیتیں ہیں کہ

(۱) نہ صرف اہل سنت و جماعت بلکہ وہابیہ کو بھی اپنی شکست کا احساس واعتراف ہے۔

(۲) مولویان وہابیہ بھی اپنے مناظر کے عاجز ہونے اور جواب نہ دے سکنے کا احساس واعتراف کرتے ہیں اور مناظرہ کے نام سے ڈرتے ہیں۔

(۳) وہابیہ اور ان میں بھی دیوبندیہ اور ان میں بھی مریدان تھانوی نے اس پر یقین کرتے ہوئے کہ تھانوی اپنے کلمات کفریہ مندرجہ حفظ الایمان کی وجہ سے بالالزام توہین بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر ہوگیا تائب ہوگئے، اور تھانوی سے اپنی بریت کا اعلان کردیا۔

(۴) جو لوگ اہل سنت و جماعت اور وہابیہ کے اختلافات میں مذبذب تھے اور ایک جانب پر ان کو اطمینان حاصل نہ تھا، وہ سب بعونہ تعالیٰ نہایت متصلب سنی ہوگئے۔

(۵) اہل سنت و جماعت میں جو دنیاوی نزاعات تھے اور جن کا اثر دین و مذہب پر پڑتا یا پڑنے والا تھا سب نے ان جھگڑوں کو خود بخود مناظرہ کی برکت سے فراموش کردیا اور متحدہ دینی اسٹیج پر جمع ہوگئے، ان منافع جلیلہ وزائد جمیلہ کی اہمیت کا جن کو احساس ہے وہ اول سے آخر تک اس رسالہ کا مطالعہ بغور کریں تاکہ حاضرین کی طرح ناظرین بھی بعونہ تعالیٰ اس مناظرہ کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

واقعہ یہ ہے

کہ آج سے چند ماہ پیشتر وہابی بادشاہ ابن سعود نے اپنے ایجنٹ جمال پاشا کو ہندوستان میں بنام سیر و سیاحت اپنے مذہبی کار خاص کے لیے بھیجا تھا، اور جمال پاشا نے حکومت ہند کی دوستانہ حفاظت میں ہندوستان کا ایک دورہ کیا تھا، اس دورہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ہندوستان کے مشہور و قابل دید شہروں کا اس کے پروگرام میں اتنا حصہ نہ تھا جتنا ان قصبوں دیہاتوں کا حصہ تھا جو باب عقائد میں آج سے بہت پہلے نجد بنا ہوا تھا بلکہ بعض کفری اضافوں سے رشک نجد بن گیا تھا، چنانچہ اس پروگرام میں بیشتر اسلامی و نامور شہروں کے بجائے ان دیہاتوں کا نام ملتا ہے جن کا امرتسر یا دیوبند میں نام درج کرایا گیا تھا، اور جہاں آج تک غیر ملکی سیاح کو جانے کا وہم بھی نہیں ہوا تھا، چنانچہ ان قصبات و دیہات میں ضلع اعظم گڈھ کا نام ہندوستان بھر میں نمایاں نظر آتا ہے گو یہ ضلع اپنے اندر کوئی ایسی خصوصیت نہیں رکھتا جو کسی غیر ملکی سیاح کے لیے جاذب نظر ہو مگر جمال پاشا کے سفر کی جو غرض ہو سکتی ہے اس کے لیے یہ ضلع کافی اہمیت رکھتا ہے، چنانچہ نہ شہر اعظم گڈھ کی شبلی منزل جس کے انچارج جناب علامہ یعنی مولوی سلیمان صاحب ندوی ہیں جو وہابیہ ضلع کی آخری لگام اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں، اور دوران مناظرہ اپنے دفتر میں موجود رہے، بلکہ مبارکپور، مئو، یہاں تک کہ گھوسی کے ملحقہ کوردھیوں میں بھی ان کے قدم گئے اور مہمان و میزبان باہم مل کر خوش ہوئے اور مستقبل کے لیے باہم وعدے ہوئے، میزبانوں نے عقیدت کے نذرانے پیش کیے، اور مہمان نے اس کی خاطر خواہ

اور قیمتی قدر دانی کی اس سفر کی مذہبی نوعیت کو دیکھتے ہوئے ارباب تجربہ اور مآل اندیش طبقہ کا خیال ہے کہ اگر دہلی میں جمعیۃ العلماء دہلی یا مدرسہ امینیہ نہ ہوتا اسی طرح لکھنؤ میں پاٹا نالہ کا موجودہ رویہ نہ ہوتا تو دیگر شہروں کی طرح دہلی و لکھنؤ تک کا اس سفر کے پروگرام میں نام نہ ہوتا، جمال پاشا کے اس سفر کا سیاسی پہلو حکومت ہند کے ارباب بست وکشاد کے پیش نظر رہا ہوگا، حکومت ہند کے پاس وہابیوں کی باغیانہ تحریک کی تاریخ موجود ہے، ابن عبدالوہاب کی ابتدائی تحریک ترکوں سے بغاوت حجازیوں سے غداری کی قدیم و جدید تاریخ سے قطع نظر خود ہندوستان میں اول الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی کی پنجاب میں شورش اور مسلمانان سرحد سے غداری ہماری آنکھوں کے سامنے شیوخ دیوبند کی انقلابی سازشیں وہابیوں کی جمعیۃ العلماء دہلی کا ہندو مہا سبھا سے ملحق ہوکر مسلم حقوق کی پامالی اور حکومت کی سول نافرمانی وغیرہ وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی تحریک کی بنیاد انقلاب حکومت اور امن عامہ میں خلل ڈالنے پر ہے، اور کوئی وجہ نہیں کہ حکومت ہند نے جمال پاشا کی نقل وحرکت کو اس نقطۂ نظر سے نذر غفلت کیا ہو، لیکن جہاں تک اس سفر کا مذہبی پہلو ہے اور غالبا وہی اصل مقصد تھا، ہندوستان کی اسلامی آبادی اس سفر کو خطرہ سے تعبیر کرتی تھی اور خیال کیا جاتا تھا کہ مسلمانوں میں کوئی جدید فتنہ اٹھایا جائے گا، بہرحال جمال پاشا کا سفر ختم ہوا اور ان کو جو کچھ کرنا تھا کر دھر کے وہ نجد کو سیدھا راہ لیے، لیکن اس کے بعد فوراً ہندوستان نے یہ عجیب وغریب تماشہ دیکھا کہ ملک کے ہر گوشہ میں وہ وہابیت جو برسوں پہلے ہندوستان کے مذہبی میدان سے پے در پے شرمناک شکست کھا کر بھاگ چکی تھی اور ایسی پامال ہوگئی تھی کہ وہابیت کی ہر آبادی قبرستان کی نمونہ تھی، بڑے بڑے جگادریوں نے علمائے اہل سنت و جماعت کا سامنا کرنے سے عجز نامہ لکھ دیا تھا اور مناظرہ سے جاہل ہونے کا اعتراف کیا تھا اور

اتنا تو عام طور پر تھا کہ وہابیان ہند اہل حق کے قاہر حملوں اور منہ توڑ رد سے تنگ آ کر چیخ پڑے تھے کہ جس نے اندھے پن سے ابن عبدالوہاب کے عقائد کو عمدہ بتائے ہوں وہ اس کا خود ذمہ دار ہے، ہم لوگوں کو ابن عبدالوہاب سے کچھ واسطہ نہیں ہے ہم اس کو خارجی سمجھتے ہیں نہ وہ ہمارا پیر ہے نہ استاذ ہے، (دیکھو المہند جس کو دیوبند سے خلیل احمد انبیٹھوی کو شائع کرنا پڑا تھا)

جمال پاش کی آمد سے اسی دبی لچی سڑی گلی وہابیت پر گویا اساڑھ کا پانی برس گیا اور حشرات الارض کی طرح کچھ ناکارے نوجوان تنخواہ دار کی حیثیت میں جابجا نمودار ہوکر بڑی بلند آہنگی کے ساتھ اہل حق کے مقابلہ کی ڈینگ لینے لگے، اور ہندوستان میں مناظرہ مناظرہ کا شور مچ گیا، ہر جگہ وہابیوں نے ان لاخیروں کے جلوس نکالے، جلسے کیے جس میں یہ نوجوان ایک ایک تھان کی مخصوص پھوہڑ پگڑی باندھ کر کبھی ابن عبدالوہاب اور اس کے ذریات کی قصیدہ خوانی کرتے رہے اور کبھی اہل سنت و جماعت کو مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے، اور یہ معلوم ہونے لگا کہ گویا ان انقلاب پارٹی کے ممبروں نے حکومت ہند کا تختہ الٹ کر ہندوستان کو حکومت نجد سے ملحق کر دیا ہے اور حجاز مقدس کو جس وحشیانہ بربریت سے اخوان قوم غطغط ودخنہ نے ماضی قریب میں زلازل وفتن کا آماجگاہ بنایا تھا اس کی بڑھی ہوئی مشق کا مظاہرہ ہندوستان میں بھی کرنا منظور ہے، اہل سنت و جماعت مساجد و مزارات اولیا کا احترام کرتے ہیں، اہل تشیع امام باڑہ اور چوک کو مذہبی چیز بجھتے ہیں اور یکبارگی خدا جانے کس خفیہ معاہدہ کی بنا پر بیک وقت سننے میں آیا کہ میاں جی غنیمت حسین مونگیری کے فرزند نے راجپور ضلع بھاگلپور کے ایک امام باڑہ کو خود پھاؤڑا لے کر اپنے ہاتھ سے کھودنا شروع کیا اور پھر سب وہابیوں نے مل کر اس کو بنیاد سے گرا دیا، مولوی شکر اللہ مبارکپوری پر دعویٰ ہوا کہ وہ چوک کے کھودنے پر سو

سوشہیدوں کے ثواب کو تقسیم کرر ہے ہیں، کوئی صاحب ہدم مساجد ونبش مقابر مسلمین پر غیر مشروط طور پر آتش جہنم کو حرام کرر ہے ہیں، اور جنت کو واجب قرار دیتے ہیں۔

نواح دہلی وغیرہ میں متعدد بزرگوں کی مسجدیں اور قبریں شہید بھی کردی گئیں، غرض ایک طوفان برپا ہوگیا، لیکن بیک وقت ہندوستان بھر میں ایسے واقعات کا پیش آنا ایک منظّم سازش کا پتہ دیتا ہے جس سے انکار نہیں کیاجاسکتا، ابھی ماہ رجب کی بات ہے کہ وہابی مولویوں کی یورش مرادآباد میں ہوئی، اسی وقت بریلی میں بھی شورش کی گئی اور اسی طرح دیگر اضلاع کی طرح اعظم گڈھ پر بھی ان کا حملہ ہوا، مرادآباد میں تو بعونہ تعالیٰ مدرسہ اہل سنت و جماعت کے ایک طالب علم نے وہابیوں کے مجمع عام میں جاکر ان کے چیلنج مناظرہ کو قبول کرتے ہوئے مناظرہ پر امادہ ہوکر دوسروں کو کیا کہئے خود مرتضیٰ حسن چاند پوری کی لمبی لمبی زبان کو کترکے گونگا بنادیا۔ اور سب نے علی رؤس الاشہاد مناظرہ کرنے سے انکار کردیا وللّٰہ الحجۃ السامیہ اور بریلی میں ایک نوخیز منظور نامی کی شورش کو ایک رامپوری عالم نے وہابیوں کے جلسہ میں جاکر پیسکر سرمہ کردیا اور وہابیوں نے مناظرہ سے صاف انکار کردیا، لیکن چونکہ ہم کو ضلع اعظم گڈھ کے حالات سے ناظرین کو آگاہ کرنا ہے، لہٰذا اب ہم ہندوستان بھر کے واقعات سے قطع نظر کرکے ناظرین کو بتانا چاہتے ہیں کہ وہابیوں نے اس ضلع میں اپنا تنخواہ دار کارپرداز جس کو مقرر کیا وہ مولوی عبدالرحیم لکھنوی برادر مولوی عبدالشکور لکھنوی اڈیٹر انجم ہیں۔ آپ اس ضلع میں تین چار ماہ سے دورہ کرر ہے ہیں اور گاؤں گاؤں کا چکر لگاتے ہیں، آپ کے سر پر ایک عجیب قسم کی آلو کا ٹوکرا ڈھونے والی پگڑی لپیٹ دی گئی ہے اور آپ کے تبحر و جامعیت و قوت مناظرہ وزور خطابت کا ضلع اعظم گڈھ کے وہابیوں نے غل مچا رکھا ہے گو

آپ کی تنخواہ اور نذرانہ کے نام سے بالائی آمدنی کافی سے زیادہ ہے مگر آپ کو سیری نہیں ہوتی، اور آپ شریفانہ آہنگی کے ساتھ ہر جگہ دست سوال بھی دراز فرماتے رہتے ہیں اور چندہ مگر بلا رسید چندہ کا وہابیوں پر انکم ٹیکس لگا رکھا ہے ہم جن واقعات کو نذر ناظرین کرنا چاہتے ہیں اس کی ابتدا آپ کے اس جلسہ سے ہوئی ہے جو ایک گاؤں بنام بڑا گاؤں متصل تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں ہوا تھا اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لیے اہل سنت و جماعت کو فریب دیتے ہوئے اعلان کیا گیا تھا کہ ردشیعہ پر تقریریں ہوں گی اور اسی خبر کو سن کر وہ اہل سنت و جماعت جو آپ کے اور آپ کے بھائی صاحب کے ہتھکنڈوں سے اچھی طرح واقف نہ تھے شریک جلسہ ہوئے، لیکن جلسہ میں یہ سن کر تمام مسلمان متحیر ہوگئے کہ ردشیعہ کا نام لیکر آپ ردعلی مرتضٰی و ردائمہ ہدیٰ کررہے ہیں اور اپنے بھائی صاحب کی طرح اتنا لفظ بڑھا کر کہ شیعوں کے علی شیعوں کے ائمہ شیعوں کے پنجتن غرض لفظ ''شیعوں کے'' بڑھا کر دل کھول کر حضور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وائمہ اہل بیت و پنجتن پاک کو منہ بھر بھر گالیاں دے رہے ہیں اس سے فراغت ہوئی تو مولوی اسمٰعیل دہلوی کی غیب دانی بیان کرنے لگے کہ گو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو غیب کا علم نہ تھا لیکن مولوی اسمٰعیل دہلوی کو غیب کا علم حاصل تھا، چنانچہ وہ رنڈیوں کے ایک طائفہ کے متعلق جان گئے کہ وہ ان سے مرید ہوجائیں گی اور ایک موقع پر بھری مجلس سے اٹھ کر ان رنڈیوں کے پاس چلے گئے اور کچھ اس قسم کی گفتگو کی کہ تمام رنڈیاں مولوی صاحب کی مرید ہوگئیں ان کی مدحت سے فارغ ہوئے تو مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق کہنے لگے کہ ایک مرتبہ اپنی چادر میں طالب علموں کا جوتا چھپا لیا تھا اسی قسم کے مضامین بیان کرکے پہلے عقائد وہابیہ وکلمات کفریہ دیوبندیہ کی تلقین شروع کی، اور پھر آمدم برسر مطلب کو یوں شروع کیا کہ اہل سنت و جماعت کو مناظرہ کا چیلنج دینے

لگے غیرت اسلامی کا دنیا نے بارہا تجربہ کیا ہے، اس مجمع میں مسلمان بھی موجود تھے وہ ان ہفوات پر ساکت کیسے رہتے چیلنج مناظرہ کو سن کر مولوی غلام یزدانی صاحب (جو مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور ان دنوں تعطیل کی وجہ سے گھر پر آئے تھے) اس جلسہ میں کھڑے ہوگئے او رمناظرہ کو قبول کرتے ہوئے اسی وقت مناظرہ پر آمادہ ہوگئے اس وقت کا فوٹو لینے کے قابل تھا، مولوی عبدالرحیم، مولوی عبدالجبار، مولوی عبدالستار پورے تین نفر مولوی صاحبان وہابیہ موجود تھے اور یقیناً زندہ موجود تھے مگر تینوں کے جسم میں زندگی کے آثار بالکل موجود نہ تھے مبہوت ہوکر بت بن گئے تھے، مولوی غلام یزدانی صاحب کے للکارنے پر ایک صاحب بڑی مشکل سے اتنا بولے کہ مناظرہ کا چیلنج نہیں دیا گیا ہے اس پر سارا جلسہ ہنس پڑا اور مولوی صاحبان وہابیہ کے لیے اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ مناظرہ کو روز فردا پر ٹال کر جلسہ کو ختم کردیا۔

یہ مسلمانوں کی بمقابلہ وہابیہ پہلی فتح ہوئی

مولوی غلام یزدانی صاحب کو تو ''تابخانہ باید رسانید'' پر عمل کرنا تھا، چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحبان وہابیہ کے گھر پہنچے اور ایفائے وعدہ کو یاد دلایا، وہابیوں نے تو فردا بول کر فردائے قیامت مراد لیا تھا، مولوی غلام یزدانی صاحب کو اپنے لیے بلائے ناگہانی سمجھے اور بہت غور کرکے راہ فرار یہ نکالی کہ ہم لاخیروں سے مناظرہ کرکے آپ کا کیا فائدہ ہوگا، آپ ہمارے طائفہ کے سردار کو بتائیں اس کو ہم لائیں گے اور آپ مسلمانوں کے اکابر سے جس کو ہم بتائیں لے آئیں، اور دونوں کا مناظرہ ہوجائے، پہلے عام مسلمانوں کو چیلنج مناظرہ دے کر خود آمادہ مناظرہ ہونا اور پھر جانبین کے اکابر پر اس کو ٹال دینا۔

یہ مسلمانوں کی بمقابلہ وہابیہ دوسری فتح ہوئی

مولوی غلام یزدانی صاحب کو اب تک دروغگو راتا بخانہ...... منظور تھا، لہٰذا فرمایا کہ آپ لوگ مولوی اشرفعلی تھانوی یا ان کے کسی وکیل کو جس کے پاس ان کی وکالت کی دستخطی ومہری تحریر موجود ہو طلب کریں اور وہابیوں نے حضرت حجۃ الاسلام مسند الوقت مولانا محمد حامد رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ العالی یا حضرت استاذ العلما صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین قبلہ مرادآبادی مدظلہ العالی یا ان کے وکیل مجاز کو جس کے پاس مہری و دستخطی وکالت نامہ موجود ہو مدعو کیا، فریقین نے اس کو منظور کر کے قلمبند کر دیا اور مناظرہ کے لیے ۳ر فروری ۱۹۳۳ء مقرر کر کے مقام گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں مناظرہ ہونے کا اچھی طرح اعلان کر دیا گیا، اس میں شبہ نہیں کہ نہ صرف مولویان وہابیہ مذکورین بلکہ ضلع اعظم گڈھ بھر کے کئی درجن مولویان وہابیہ اور تمام وہ عوام وہابیہ جن میں بیت وہابیت کی تحریک ایک صدی سے برابر کی جارہی تھی اور اسمعیل دہلوی کے عہد سے جہاں وہابی مشن اپنی فریب کاریوں میں مشغول رہی ہے جہاں خود مولوی اشرف علی تھانوی باایں نزاکت مزاج بر سو پھرے اور گاؤں گاؤں اور کھیت کھیت کا چکر کاٹا ہے اور وہاں ایک امی محض کو اپنا مستقل خلیفہ بنا کر بنام وصی اشرف علی نہیں بلکہ بنام وصی اللہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ مشن کا کام کرتا رہے، وہاں کسی کو بھی اس کا خیال نہ تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کو اپنے عقائد باطلہ وکلمات کفریہ کے سراپا ضلال وکفر ہونے کا اس درجہ وثوق کامل ہے کہ وہ ہرگز علمائے اسلام کے سامنے بغرض مناظرہ آنے کی جرأت نہیں کر سکتے، سب کا خیال تھا کہ اہل اسلام جو ان کو کہتے ہیں کہ تاب مناظرہ نہیں رکھتے اور اپنے عجز کی تحریر دے دی ہے وہ بالکل افترا ہے، مولوی اشرف علی تھانوی کا دامن اس عیب سے پاک ہے کہ ان

کے اقوال پر علمائے عرب وعجم فتوائے تکفیر دیں اور اہل حق ان کو مناظرہ کرنے پر للکاریں اور وہ سامنا کرنے کی ہمت نہ کریں، چنانچہ مولویان وہابیہ نے بڑے زور شور کے ساتھ لکھ دیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کو ہم ضرور لائیں گے اور یقین کرلیا کہ جہاں کوئی جھوٹ بھی ایک کارڈ تھانہ بھون گیا اور مذہبی غیرت کے جوش میں تھانوی جی سب سے پہلی ٹرین سے گھوسی پہنچے، چنانچہ ان کے استقبال کا بندوبست کر کے مناظرہ کے لیے چندہ جمع کر کے نہایت غیرت دلانے والے الفاظ کو اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھ کر آرزو ظاہر کی کہ حضور آجائیں اور اپنی لکھی ہوئی حفظ الایمان کی عبارت کو ایسا سمجھا دیں کہ علمائے اسلام کو وہابیت کے مقابلہ پر آنے کی کبھی جرأت نہ ہو، اس میں شبہ نہیں کہ وہابیوں کی تحریر اس قسم کی تھی جو کسی مسلمان کو جو اسلامی برکت سے غیرت کا پتلا ہوتا ہے اس کو لکھی جاتی تو اگر وہ نزاعی حالت میں بھی ہوتا تو اپنے کو کسی نہ کسی طرح گھوسی پہنچا کر رہتا مگر یہ کام تو حیا و غیرت اور اسلامی حمیت کا تھا غریب تھانوی کو ان چیزوں سے کیا واسطہ، چنانچہ وہابیان ضلع اعظم گڈھ پہلے تو حیران اور پھر آج تک پشیمان ہیں کہ ان کی امیدوں کے خلاف تھانوی جی نے اپنے آنے اور کسی کو اپنا وکیل بنانے سے صاف صاف کھلے لفظوں میں انکار کردیا اور حیائے اسلامی سے ان کو کیا نسبت شرم انسانی سے بھی کام نہ لیا یعنی یہاں تک لکھ دیا کہ مجھ کو فتوائے تکفیر جو علمائے عرب وعجم نے دیا ہے قبول ومنظور ہے لیکن مناظرہ کرنا منظور نہیں ہے، ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مسلمانوں کی بعونہ تعالیٰ تیسری فتح مبین ہوئی

اب وہابی مولویوں نے فریب کاری کا دروازہ کھولا اور یہ دیکھ کر کہ

تھانوی جی کے جواب نے ان کے عوام کی ذہنیت میں انقلاب ڈال دیا ہے اور عنقریب ایک صدی کی محنت مٹی میں مل جانے والی ہے یہ اپنے عوام کو باور کرایا کہ یہ تھانوی جی کے نام سے جعلی تحریر کسی نے بھیج دی ہے ہم خود جا کر ان کو اپنے ہمراہ لائیں گے، تم لوگ مطمئن رہو، چنانچہ مولوی حبیب الرحمٰن ساکن مئو تھانہ بھون گئے اور ممکن ہے کہ وہ اس امید پر گئے ہوں کہ شاید زبانی عرض معروض پر تھانوی جی کو رحم آجائے اور وہ اس ضلع اعظم گڈھ کو قابو میں رکھنے کے لیے آمادۂ مناظرہ ہو کر زحمت سفر کو گوارا کرلیں جس کے لیے وہ سالہا سال بہت کچھ دوا دوش کر چکے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ حبیب الرحمٰن یا کسی وہابی کی یہ امید بیجا نہ تھی اور یقیناً تھانوی جی مشکلات سفر اور اپنی ارذلیت عمر کا ضلع اعظم گڈھ کے سفر کے لیے خیال نہ کرتے مگر مناظرہ کا ہوّا ان کے لیے اس قسم کا پیغام موت ہے جس کا تصور نہ صرف خواب میں بلکہ مرنے کے بعد قبر میں بھی ان کو یکسوئی کے ساتھ رہنے نہ دے گا ان کو اپنا کفر قبول ہے، عذاب الٰہی کی شدت کی اپنے اندر تاب محسوس کرتے ہیں جس سے آسمان و زمین کا ذرہ ذرہ پناہ مانگتا اور اپنی سکت سے باہر جانتا ہے مگر ان کی طاقت سے باہر جو چیز ہے وہ اہل سنت و جماعت سے مناظرہ کرنا ہے اس پر وہ بدرستی حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ بلکہ بجبر واکراہ بھی تیار نہیں ہوسکتے، نہیں ہوسکتے، نہیں ہوسکتے، چنانچہ حبیب الرحمٰن کے سفر تھانہ بھون کا بھی وہی نتیجہ ہوا، کہ تھانوی جی نے مناظرہ کا نام سن کر ان کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور حبیب الرحمٰن بیچارہ کو اپنا سا منہ لے کر بیک بینی و دوگوش تنہا واپس آنا پڑا۔

یہ مسلمانوں کی بعونہ تعالیٰ چوتھی فتح ہوئی

وہابیان ضلع اعظم گڈھ پر حبیب الرحمٰن کی تنہا واپسی کا ناخوشگوار اثر

اپنے مذہب کی طرف سے پڑ رہا تھا کہ فریب دہی کی دوسری چال اپنے عوام کو قابو میں رکھنے کے لیے چلی گئی کہ پولیس جو ہندوستان بھر میں وہابیوں کی ناک رکھ لینے میں بہت زیادہ شہرت حاصل کرچکی ہے اس سے مدد طلب کی اور یہ واقعہ سب نے دیکھا کہ برطبق رپورٹ پولیس تھانہ گھوسی حاکم پرگنہ صاحب گھوسی ضلع اعظم گڈھ (جوایک ہندو افسر ہیں) موقع پر خود آئے اور فریقین کے ذمہ دار اشخاص جو ان کو بتائے گئے سب کو طلب کیا اور حسب ذیل کارروائی کی جو بطور خلاصہ درج ہے۔

ڈپٹی صاحب:- (مولوی عبدالجبار وغیرہ وہابیوں سے) کیا آپ لوگ مذہبی مناظرہ کرانا چاہتے ہیں۔

مولوی عبدالجبار:- حضور نہیں، ہم مذہبی طور پر وہی کرنا چاہتے ہیں جو حضور کا حکم ہو۔

ڈپٹی صاحب:- میری رائے میں آپ مناظرہ نہ کرائیں۔

مولوی عبدالجبار:- بہت اچھا۔

ڈپٹی صاحب:- (مولوی غلام یزدانی صاحب وغیرہ اہل سنت و جماعت سے) کیا آپ لوگ مناظرہ کرائیں گے۔

مولوی غلام یزدانی صاحب:- اگر مولوی اشرف علی تھانوی یا ان کا وکیل مناظرہ کرنے آئے گا تو ہم اپنے علمائے کرام سے مناظرہ کرائیں گے۔

ڈپٹی صاحب:- اور اگر آپ کے فریق مخالف نہ آئے یا مناظرہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو آپ کیا کریں گے۔

مولوی غلام یزدانی صاحب:- تو پھر ہم مناظرہ کس سے کریں گے ہمارا مناظرہ کرنا تو اس پر موقوف ہے کہ تھانوی صاحب یا ان کا وکیل آئے اور مناظرہ کرنے پر آمادہ ہو۔

ڈپٹی صاحب :- آپ کا فریق مخالف مناظرہ سے انکار کرتا ہے۔

مولوی غلام یزدانی صاحب :- تو پھر مناظرہ نہ ہوگا۔

ڈپٹی صاحب :- (فریقین سے) آپ لوگ مناظرہ نہ ہونے کی تحریر و دستخطی داخل کردیں۔

فریقین نے تحریر داخل کردی، اور ڈپٹی صاحب نے فریقین کا مچلکہ لے کر مناظرہ کو ممنوع قرار دے دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ مناظرہ دو شخصوں کے درمیان ہوا کرتا ہے، جب مولوی اشرف علی تھانوی نے مناظرہ کرنے ہی سے انکار کردیا تھا تو پھر مناظرہ کس سے ہوتا اور یہ بھی ایک سچا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں بہت سے مناظرے ہو چکے ہیں اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں، لیکن کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے کہ کسی مناظرہ کی وجہ سے کوئی بلوہ یا کسی قسم کا نقض امن ہوا ہو اور سوا وہابیوں کے کسی فرقہ نے بھی اپنی شکست فاش پر پردہ ڈالنے کے لیے نقض امن کا حیلہ آج تک نہیں کیا، اگر ہم کہنے کے لیے یہ تسلیم بھی کرلیں کہ پولیس کی رپورٹ میں وہابیوں کا ہاتھ نہ تھا تو پھر خود چیلنج مناظرہ دے کر تھانوی جی کو اہل حق کے سامنے لا سکنے کی خفت مٹانے کے لیے حاکم پرگنہ کے اجلاس میں کھلے لفظوں میں مناظرہ کرنے سے انکار کردینا اور اپنی مذہبیت کو حاکم کی رائے پر چھوڑ دینا اور بجائے اس کہنے کے کہ مناظرہ ہوگا اور کوئی اندیشہ نقض امن کا نہیں ہے اگر مجمع عام کرنے سے خطرہ ہوگا تو دونوں مناظر مجمع خواص میں گفتگو کریں گے یہ کہنا کہ مناظرہ نہ ہوگا بغیر کسی تاویل کے۔

یہ بعونہ تعالیٰ مسلمانوں کی پانچویں فتح مبین ہوئی

اب آپ کو اہل سنت و جماعت کا حال سناتا ہوں تحصیل گھوسی ضلع

اعظم گڈھ کا ایک محلّہ کریم الدین پور ہے جسکو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت صدرالشریعہ مفتی اعظم مولانا امجد علی صاحب اعظمی سابق صدرالمدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف و مصنف کتاب مستطاب ''بہارشریعت'' کا مولد و وطن اصلی ہے یوں تو آپ کا خاندان برابر علم و عمل میں نامور رہا لیکن حضرت صدرالشریعہ کی ذات گرامی اور آپ کی تصنیف ''بہارشریعت'' کی مقبولیت عامہ نے آپ کے وطن کی عزت کو آل انڈیا حیثیت دے دی ہے گو کریم الدین پور سے آپ کی اقامت کا رشتہ برائے نام ہے بچپن سے پڑھنے نکلے تو اس سے فارغ ہوکر پڑھانے اور تصنیف کرنے کا مسلسل شغل باہر ہی باہر رہا اور مسلمانوں کے جذبات عامہ نے آپ کو اپنے وطن میں اقامت کرنے کا کبھی موقع نہ دیا پھر بھی وطن وطن ہی ہے بھائی بند بال بچے گھر بار سب وطن ہی میں رہتے تھے، لہٰذا کبھی کبھی دوسرے تیسرے سال وہ بھی زمانہ تعطیل مدارس اسلامیہ میں یعنی آخر شعبان سے شروع شوال تک کے لیے آجایا کرتے تھے اور امسال بھی حسن اتفاق سے آپ مکان پر آگئے تھے، آپ کے فرزندان و برادرزادگان بیشتر فارغ التحصیل علما و اطبا ہیں اور بعض کی امسال یا بعد چند سال دستار بندی ہونے والی ہے، چنانچہ مولوی غلام یزدانی صاحب آپ کے برادر زادہ ہیں یعنی جناب مولوی محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند ہیں، جب بڑا گاؤں میں وہابیوں نے جلسہ کیا تھا تو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ان تاریخوں میں حضرت صدرالشریعہ مکان پر تشریف فرما نہیں ہیں، بلکہ ایک عرصہ کے بعد مکان پر آنے کی وجہ سے بعض قرابت مندوں کی ملاقات کے لیے باہر تشریف لے گئے ہیں، چناچہ جلسہ میں اور دوسرے دن وہابیوں کے مکان پر جو گفتگو کی گئی اور جو کچھ لکھا گیا وہ محض مولوی غلام یزدانی صاحب کی اسلامی غیرت کا نمونہ تھا اور ان کو کسی نے کوئی ہدایت نہیں کی تھی، جب حضرت صدرالشریعہ اپنے عزیزوں کے یہاں

سے وطن تشریف لائے تو سارا قصہ سنا اور قلم برداشتہ بریلی و مرادآباد ایک ایک کارڈ بھیج دیا کہ آپ لوگ یا آپ کا وکیل جس کے پاس مہری و دستخطی وکالت نامہ ہو ۲؍فروری کو یہاں آجائے، اور چونکہ آپ کے یہاں کی مسلم آبادی کی اکثریت متوسلان سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی ہے، لہٰذا ایک کارڈ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد بھی بنام حضرت بابرکت قاطع عروق کفر و ضلالت شیر بیشۂ حقانیت و صداقت عالم و مناظر اہل سنت و جماعت حضور مولانا العلام مفتی سید شاہ سید محمد صاحب قبلہ اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی دام بالفیض القوی روانہ فرمادیا جس کو ہم اس لیے درج ذیل کرتے ہیں کہ اہل سنت کے سکون قلب و اطمینان خاطر سے ناظرین واقف ہوجائیں۔

حضرت سراپا برکت دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

یہاں ۳؍فروری کو وہابیوں سے مناظرہ ہوگا، اس طرف سے تھانوی یا ان کا وکیل ہوگا اور ہماری طرف سے حضرت مولانا نعیم الدین صاحب یا ان کے وکیل ہوں گے چونکہ اس مناظرہ کے بعد وہابیوں کی شکست کو نمایاں کرنے کے لیے جلسوں کی ضرورت ہوگی جس میں آپ کا تشریف رکھنا ضروری ہے، لہٰذا ۲؍فروری کو آپ یہاں پہنچ جائیں اور وقت آمد سے مطلع کریں۔

والسلام

فقیر امجد علی عفا عنہ

از کریم الدین پور۔ ۲۹؍جنوری ۱۹۳۳ء

☆☆☆

آپ اس خط کی سادگی پھر وہابیوں کی شکست پر اطمینان کلی کو ملاحظہ کریں کہ مناظرہ سے بجائے پریشانی کے امید منفعت کی مسرت ہے، اور پھر یہ

دیکھیں کہ مہینوں پہلے سے نہیں بلکہ تاریخ مناظرہ سے اتنا پہلے کہ مکتوب الیہ کو مضمون خط پر اطلاع ہو جائے اور وہ فوراً ضروری کاموں کو چھوڑ کر روانہ ہو جائے تو جلسۂ مناظرہ میں پہنچ سکے، یہ خط روانہ کیا گیا ہے، یہ نتیجہ اس اعتماد کا ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت کی طرف سے تمام مسلمانوں کو ہے کہ مناظرہ کی خبر کان میں پڑی اور وہ احقاق حق وابطال باطل کے جذبۂ صادقہ میں تیار ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، چنانچہ یہی واقعہ ہوا کہ یکم فروری کی صبح کو یہ کارڈ کچھوچھہ شریف پہنچا اور شام کو وہاں سے حضرت محدث صاحب قبلہ روانہ ہو گئے اوپر حاکم پرگنہ صاحب کے اجلاس میں وہابیوں کی جس کارروائی کا بیان ہو چکا ہے اس کا ایک پہلو یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ سب ان خطوط کے روانہ ہو جانے کے بعد کی کارروائی ہے اور تاریخ مناظرہ سے اتنے گھنٹے پہلے کی کارروائی ہے کہ اگر بغرض محال تھانوی جی مناظرہ پر اس وقت آمادہ بھی ہو جاتے تو تاریخ مناظرہ پر بمقام مناظرہ نہیں پہنچ سکتے تھے، یعنی مناظرہ ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا، اور نہ حاکم پرگنہ صاحب سے حکم ممانعت مناظرہ حاصل کرنے کی کوئی حاجت تھی، البتہ تھانوی جی کے انکار کر دینے کی خفت کو اپنے عوام کالانعام کی نگاہوں سے مٹا دینے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا تھا حکم ممانعت کے بعد حضرت صدر الشریعہ نے بریلی، مراد آباد، کچھوچھہ شریف ہر جگہ کارڈ روانہ کیا کہ آپ حضرات کے تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں رہی کیوں کسی کا حرج کار ہو لیکن یہ ممانعت کا کارڈ کہیں بھی وقت پر نہ پہنچ سکا اور آنے والے حضرات سب اپنے اپنے مقام سے روانہ ہو گئے، حضرت محدث صاحب قبلہ نے اپنی آمد کا تار دیا اور اپنے مقامی ریلوے اسٹیشن اکبر پور سے جس ٹرین پر سفر فرمایا اس پر حضرت تاج المناظرین کا سر رؤس المارقین مولانا مولوی حافظ محمد عبد الحفیظ صاحب آنولوی سابق صدر المدرسین مدرسہ منظر حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد آنولہ سے بقصد

گھوسی آرہے تھے جن کے پاس حضرت استاذ العلماء صدرالافاضل مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ کی مہری ودستخطی تحریر توکیل تھی دونوں حضرات شاہ گنج اسٹیشن پر اترے اور چھوٹی لائن سے سفر شروع کیا راستہ میں اسٹیشن جہانا گنج روڈ پر جو مبارکپور کا مقامی اسٹیشن ہے، حضرت محدث صاحب قبلہ نے ایک خط بدست ایک یکہ داں کے حاجی رحمت اللہ سیٹھ کے پاس مبارکپور اس مضمون کا بھیجا کہ میں گھوسی جارہاہوں وہابیوں سے مناظرہ ہے جن کو مذہبی ذوق ہو وہ ضرور آئیں، تمہارا سالانہ جلسہ امتحان مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم اس کے بعد ہوگا۔ ۵، ۶ رفروری جو پہلے سے مقرر ہے اب بالکل یقینی نہیں ہے، یہ خط روانہ فرمایا اور اسٹیشن پر دیکھا کہ چار نفر غنڈوں کی صورت کے نوجوان بعض عینک کمسنی میں لگائے ہوئے انجن سے گارڈ تک کے ڈبوں کا پریشان حالی کے ساتھ جائزہ لے رہے ہیں اور جس کو تلاش کرتے ہیں اس کی طرف سے مایوس ہوگئے ہیں (غالباً وہابیوں نے اپنے عوام سے کہہ رکھا تھا کہ تھانوی جی یا ان کا وکیل ضرور آئے گا) بہرحال وہ لوگ تھک کر اس ڈبہ کے سامنے آئے جہاں دونوں حضرات علمائے کرام موجود تھے اور دریافت کیا کہ آپ حضرات کہاں جارہے ہیں، حضرات علما نے فرمایا کہ گھوسی جارہے ہیں، بیساختہ ان کی زبان سے نکلا کہ آپ لوگ بلاشبہ حامیان دین سے ہیں اتنے میں گاڑی چھوٹ گئی اور مغرب کے وقت اسٹیشن مئو پر پہنچی، حضرات علمائے کرام نے پلیٹ فارم پر اتر کر نماز مغرب ادا کی اور اپنے سامان کے ڈبہ میں جہاں ملازم بیٹھا تھا جاکر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گئے، ابھی نہ وردوظیفہ ختم ہوا تھا نہ پان وغیرہ ملاحظہ فرمایا تھا کہ اس ڈبہ کے سامنے ایک جماعت کو لیے ہوئے مولوی حبیب الرحمٰن ساکن مئو پہنچے اور حضرت محدث صاحب قبلہ سے عرض کی کہ حضور نے مجھ کو پہچانا؟ جہاں تک وہابیت کی بدولت چہرہ کے مسخ ہوجانے کی پہچان ہے اس میں تو کوئی تردد

نہ تھا لیکن کسی غیر معروف شخصیت کا ایک مرتبہ دیکھ لینے سے ہمیشہ یاد رکھنا ضروری نہیں ہے، چنانچہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے عذر فرمایا کہ مجھ کو یاد نہیں ہے، اس پر مولوی حبیب الرحمٰن نے اپنا تعارف کرایا، اور حضرت محدث صاحب قبلہ کو یاد ہوگیا کہ یہ شخص بنارس میں جناب خان بہادر مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے مدرسہ میں مدرس تھا، اور تقیہ کیے ہوئے تھا اور حضرت نے مولانا ممدوح کے صاحبزادہ مولانا صفی الرحمٰن صاحب کو تاکید فرمائی تھی کہ مدرسہ میں اس کا قیام نہ صرف دین وملت بلکہ علم ولیاقت کے حق میں بھی طلبہ کے لیے زہر ہے اور بالآخر یہ شخص نکالا گیا تھا اس واقعہ کو یاد فرمانے کے بعد اپنی کریمانہ عادت اور شان سیادت کے ساتھ فرمایا کہ اندر آکر بیٹھیے، سب لوگ ڈبہ کے اندر آگئے مولوی حبیب الرحمٰن نے عرض کی کہ آپ کہاں جارہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ گھوسی جارہا ہوں اور دریافت فرمایا کہ کیا آپ بھی جارہے ہیں؟ مولوی مذکور نے کہا کہ میرا ارادہ تو بالکل نہ تھا صرف اسٹیشن تک یوں ہی چلا آیا تھا مگر ہمارے بہت سے ساتھی جارہے ہیں اور مجھ سے بھی چلنے کا اصرار کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ تو پھر کیا مضائقہ ہے آپ بھی چل کر وہاں مناظرہ کا تماشہ دیکھیں اس کے بعد مولوی مذکور یہ کہہ کر کہ دیکھا جائے گا مع اپنی جماعت کے ڈبہ سے نکل کر دوسرے ڈبہ میں بیٹھنے کے لیے چلے گئے اور کچھ دیر بعد گاڑی روانہ ہوگئی، ناظرین اس کو فراموش نہ کریں کہ مبارکپور اور مئو ہرجگہ کے وہابیوں کو معلوم ہوچکا ہے کہ مناظرہ کی ممانعت ہوگئی ہے لیکن اپنے لیڈروں کے غلط اعلان کی وجہ سے ان کے عوام اب تک تھانوی یا اس کے وکیل کا برابر انتظار کررہے ہیں اور حضرات علمائے کرام کو ممانعت مناظرہ کی کارروائی سے کوئی آگاہ نہیں کرتا۔

المختصر نماز عشا کے بعد گاڑی اسٹیشن گھوسی پر پہنچی۔ جہاں مسلمانوں کے

ایک شاندار ہجوم نے فلک بوس نعرہائے تکبیر سے حضرات علمائے کرام کا شاندار استقبال کیا، حضرت محدث صاحب قبلہ پالکی میں رونق افروز ہوئے، مولوی حبیب الرحمٰن مذکور کا تو پتہ ہی نہ ملا کہ کس زمین پر اترے اور کہاں غائب ہوگئے، حضرت محدث صاحب قبلہ کا جلوس نعرہ ہائے تکبیر کے سایہ میں قیامگاہ پر پہنچا جو جناب حکیم محمد علی صاحب برادر حضرت صدر الشریعہ کا مکان ہے یہاں پر پہلے سے حضرت رئیس المناظرین فخر علما صوبہ بہار واڑیسہ اور تھانوی جی کے حق میں ہر نمونۂ فرعون راظل عصائے موسیٰ جناب مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب متوطن دھامنگر ضلع بالیسر مدرس مدرسہ اہل سنت و جماعت مرادآباد تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کے نام بھی حضرت استاذ العلما دامت معالیہ نے مہری و دستخطی وکالت نامہ تحریر فرمادیا تھا کہ اگر حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کے پہنچنے میں کوئی تاخیر ہو تو مسلمانوں کا مناظر کوئی نہ کوئی موافق شرط کے موجود رہے اور اس مستعدانہ کارروائی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انھیں تاریخوں میں قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں مسلمانوں کے ایک اہم اتحادی جلسہ کی شرکت ہزاروں ضرویات سے زیادہ ضروری نہ ہوتی تو خود حضرت استاذ العلما مدظلہ گھوسی تشریف فرما ہوگئے ہوتے اور اتنا تو یقینی تھا کہ اگر مناظرہ ہوا ہوتا اور طول پکڑتا تو اگرچہ ابتداء بذریعہ وکلا ہوتی لیکن آخر میں خود حضرت استاذ العلما جذبۂ حق پرستی سے مجبور ہوکر بعد جلسہ آنولہ گھوسی آجاتے اور اگر تھانوی جی کے آنے کا وہم بھی ہوتا تو پھر جلسہ آنولہ ہی کو ملتوی فرمادیتے اور اصالۃً چند گھنٹوں میں تھانوی جی کے منہ سے حق واضح کو واضح تر فرمادیتے۔

میں جو بار بار واقعات کے سلسلہ میں حضرات علمائے اسلام کی مستعدی پر ناظرین کو متوجہ کررہا ہوں اس سے عوام وہابیہ کی اصلاح مقصود ہے کہ وہ اپنے تھانوی جی کی نمایاں اور ناقابل تاویل کمزوری و ناتوانی کے بعد اہل حق کی

مضبوطی و تیاری کو دیکھیں اور کچھ نہیں تو انسانی شرم و غیرت ہی سے کام لے کر نکموں اور ناکاروں کے جال سے نکل کر اپنے آبا و اجداد کی طرح دین حق قبول کر کے اہل سنت و جماعت میں داخل ہو جائیں، اور اپنے ملاؤں کی بدولت روز روز کی رسوائی و فضیحت سے اپنے آپ کو بچالیں ورنہ یاد رکھیں کہ دن دن تھڑی تھڑی کے سوا کچھ میسر نہ ہوگا۔

المختصر جب حضرت محدث صاحب قبلہ قیامگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مناظرہ کا حشر وہ ہوا جس کی امید تھی اور اہل سنت و جماعت کی اس فتح عظیم کی یادگار میں آج بیسواڑہ محلہ میں بزم فتح و محفل میلاد شریف جناب عبدالحی خان صاحب کے دولت کدہ پر ہے وہاں حضرت صدر الشریعہ مع حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شیر صوبہ بہار و اڑیسہ تشریف لے گئے ہیں، نصف شب گزرنے پر جلسہ ختم کر کے تمام حضرات علمائے اسلام یکجا ہوئے اور گو مناظرہ نہ ہونے پر حضرات علمائے اسلام کی حالت وہ تھی جو اس شیر کی ہوتی ہے جو شکار پر پنجہ مار کر دیکھتا ہے کہ یہ کوئی جاندار نہیں ہے بلکہ ایک جانور کی چوبی تصویر ہی تصویر ہے لیکن پھر بھی یہ تجویز قرار پائی کہ تاریخ مناظرہ پر بوقت معین مناظرہ اسی گھوسی مقام مناظرہ میں ایک جلسہ کیا جائے اور ان حالات کو علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کر دیا جائے جن کا اوراق سابقہ میں تذکرہ ہو چکا ہے تاکہ وہابیوں کو اپنی شکست ہمیشہ یاد رہے اور وہ اہل حق کے خلاف آئندہ بدلگامی نہ کر سکیں، اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق توبہ عطا فرمائے تو توبہ کریں۔

چنانچہ اس جلسہ کا اعلان عام کر دیا گیا اور بڑے پیمانہ پر اس کا مسلمانوں نے زور شور کے ساتھ اہتمام کیا، مسلمانوں کا سارا دن اسی شغل میں گزرا واقعات کی کڑی سے کڑی ملانے کے لیے آج کے دن کا یہ واقعہ قلم بند کر دینا ضروری ہے کہ مبارکپور سے انجمن اہل سنت و جماعت کا ایک قاصد آیا

جس کو جناب شیخ محمد امین صاحب صدر نے محض اس لیے روانہ کیا تھا کہ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ مناظرہ نہیں ہوسکتا اور مبارکپور میں اس کی بھی عام شہرت ہوگئی تھی کہ حضرت محدث صاحب قبلہ گھوسی تشریف لے گئے ہیں، لیکن حضرت محدث صاحب قبلہ کا وہ گرامی نامہ جو بنام حاجی رحمت اللہ صاحب اسٹیشن جہانا گنج روڈ سے روانہ فرمایا گیا تھا وہ اس وقت تک مکتوب الیہ تک نہیں پہنچا تھا بلکہ وہ تو اتفاق سے مولوی شکر اللہ سرگروہ طائفہ دیوبندیہ کے ہاتھ لگا اور خدا جانے کس مصلحت سے کامل ۲۴ گھنٹہ کی تاخیر کے بعد وہ مکتوب الیہ تک پہنچایا گیا تاکہ اس خط کو دیکھ کر کہیں مسلمانان مبارکپور فوراً گھوسی بامید مناظرہ پہنچ کر وہاں کے مقامی حالات سے بطور مشاہدہ باخبر نہ ہوجائیں اور پھر بات بنانے کا کوئی موقع نہ رہے، جب اس طویل تاخیر سے یقین کرلیا کہ خود علمائے اسلام گھوسی سے رخصت ہوگئے ہوں گے تو خط کو پہنچایا یہ دیوبندی دیانت کا معمولی سا نمونہ ہے، خیر مبارکپور کا قاصد جناب صدر کی طرف سے اس مضمون کا خط لایا کہ گھوسی میں مناظرہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا حضور بغرض امتحان طلبہ مدرسہ اشرفیہ وجلسہ سالانہ انجمن اشرفیہ ۴ر فروری کو ہمراہ قاصد آجائیں اور معین ومشہور تاریخ میں کوئی تبدیلی نہ ہو چنانچہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے ۴ر فروری کو روانگی کے لیے مقرر فرمادیا، مگر چونکہ مقامی متوسلان سلسلہ اشرفیہ نے حضرت کو مجبور کیا کہ ایک دن حضور مزید قیام کو منظور فرمالیں، لہٰذا یہ بالاتفاق طے ہوگیا کہ حضرت یہاں سے ۵ر فروری کو روانہ ہوکر ۵ر فروری ہی کو مبارکپور پہنچیں تاکہ مبارکپور کی تاریخیں بھی نہ بدلیں۔

رات کو نہایت شاندار جلسہ ہوا جس میں حاضرین کی تعداد گھوسی کے عام جلسوں سے کئی گنا زیادہ تھی اور گو اکثریت اہل سنت و جماعت کی تھی لیکن مجمع میں ہندو، شیعہ، دیوبندیہ وغیرہ وغیرہ کافی مقدار میں موجود تھے، اور ایسے

دور ونزدیک کے لوگوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی جو مناظرہ دیکھنے آئے تھے اور ممانعت مناظرہ کی ان کو خبر تک نہ پہنچی تھی ان لوگوں میں جو وہابی تھے ان کے اترے ہوئے چہرے اور شکست خوردہ صورتیں بیحد قابل رحم تھیں، تھانوی جی کی بدولت ان کو یہ روز سیاہ دیکھنا پڑا غریب کسی مسلمان کے سامنے منہ تک برابر نہیں کرسکتے تھے لیکن آپ ان بدنصیبوں کو ان کے حال پر چھوڑیئے اور جلسہ کا حال سنئے کہ پہلے قرآن کریم کی تلاوت کی گئی اور پھر عندلیبان گلزار نعت شریف نے جوش مسرت فتح کے ساتھ نظمیں پڑھیں اور پھر بہ تحریک حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب و بتائید دیگر عمائد اہل اسلام، حضرت صدرالشریعہ نے مسند صدارت کو زینت بخشی اور پھر سب سے پہلے بطور خطبہ صدارت کچھ کلمات طیبات ارشاد فرمائے جن میں مسلمانوں کی فتوحات حاضرہ پر روشنی ڈالی، اور پھر حضرت شیر صوبہ بہار واڑیسہ نے کھڑے ہوکر حاضرین کو بتایا کہ میں کون ہوں؟ اور یہاں کیوں آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت استاذ العلما مدظلہ کی تحریر توکیل ہے اور میں حسب معاہدہ اہل سنت و جماعت و وہابیہ یہاں تھانوی صاحب سے مناظرہ کرنے آیا تھا مگر وہ نہیں آئے ان کا نہ آنا اور آنے سے انکار کردینا آپ لوگوں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور ہم لوگوں کا تو بارہا کا تجربہ ہے اور ایسا یقینی تجربہ ہے کہ میرا عرصہ سے اعلان ہے اور اب آپ لوگوں کو بھی اپنی طرف سے اس اعلان کا وکیل کرتا ہوں کہ دنیا بھر میں جہاں پر جی چاہے اور جب جی چاہے میدان مناظرہ میں مقابلہ علمائے اہل سنت و جماعت کے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بغرض مناظرہ آکر کرسی مناظرہ پر صرف بیٹھ جائیں تو مناظرہ کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو صرف اس جرأت کے معاوضہ میں کہ وہ آگئے اور مناظرہ کرنے کے لیے کرسی مناظرہ پر بمقابلہ علمائے کرام بیٹھ گئے، میں مبلغ ایک ہزار روپیہ فوراً داخل کردوں گا، خواہ تھانوی صاحب لے

لیں اور خواہ جو ان کو مجبور کر کے ان سے یہ جرأت کرائے وہ لے لے، میرے
پاس اس قیمتی اعلان کے بعد اب کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو میں اپنے اس
وثوق و یقین کی ترجمانی میں پیش کرسکوں جو مجھ کو ان کے نہ آسکنے کے متعلق
حاصل ہے، آپ کے بعد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب نے فرمایا کہ میرے
پاس بھی تحریر توکیل مہری و دستخطی موجود ہے اور میں بھی تھانوی صاحب سے
مناظرہ کرنے آیا تھا، آپ نے تحریری وکالت نامہ کو پڑھ کر سنایا اور مجمع میں رکھ
دیا کہ جو چاہے دیکھ لے، چنانچہ بہت سے لوگوں نے اس کو خود پڑھا، آپ نے
فرمایا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے مناظرہ کرنے سے انکار کردیا ہے
اس کی صرف دو وجہ ہوسکتی ہے، ایک یہ کہ گو وہ بہت بڑے متبحر عالم اور زبردست
فاضل اور خزانۂ علوم و معارف ہیں اور بالکل برسر حق ہیں مگر ان کو مناظرہ کا تجربہ
نہیں ہے اور اس میدان کی گھاتوں سے بے خبر ہیں، اس لیے مناظرہ کرنے
سے انکار کردیتے ہیں، یہ خیال ان لوگوں کا ہے جن کے دلوں میں تھانوی اس
طرح پلادیئے گئے ہیں جس طرح بنی اسرائیل کے دلوں میں گوسالہ پلادیا گیا تھا
اور دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ تھانوی کو وہابیت پھیلانا، کفر بکنا، شیرازۂ اسلام کو
منتشر کرکے اپنی نئی ٹوپی بنانا تو آتا ہے لیکن چونکہ اپنے مکائد نفس کا ان کو علم
حضوری حاصل ہے اور وہ تمام دنیا کو فریب دے سکتے ہوں مگر اپنے کو فریب
نہیں دے سکتے ان کو اپنی ناحق پرستی و کمزوری کا دنیا بھر سے بہتر علم ہے، لہٰذا ان
کے دل میں اہل حق کے سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوسکتی جیسا کہ تمام عالم
اسلام کا تجربہ و یقین ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں متضاد وجہوں میں سے
کون سی وجہ واقعی صحیح اور مطابق واقعہ ہے، اور اس کا معلوم کرلینا کچھ زیادہ دشوار
نہیں ہے نہایت موٹی سی بات ہے کہ اگر تھانوی جی مناظرہ کو محض داؤ پیچ ہی
سمجھتے ہیں اور اپنے کو اس سے ناواقف سمجھ کر مناظرہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تو

بہت سی دوسری وجہوں کے سوا بہت صاف مضمون یہ ہے کہ طائفہ دیوبندیہ بھر میں کیا کوئی مناظرہ کا تجربہ نہیں رکھتا مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی ہیں اور اس میدان کے ایسے تجربہ کار بنتے ہیں کہ ان کے شور بے ہنگام سے دیوبندیت کا مٹکا برابر گونجتا رہتا ہے وہ تو ایسے لب ولہجہ میں ڈینگ لیتے ہیں کہ دیوبندیوں کے نزدیک واقعی جیسے کوئی سچ ہی بول رہا ہے تھانوی صاحب کی ٹولی کے مولوی عبدالشکور لکھنوی ہیں جن کو میدان مناظرہ کا مرد (نمائشی) کہا جاتا ہے اور اس قسم کے متعدد اشخاص ہیں جو واقعی مناظرہ میں داؤ پیچ ہی سے کام لیتے ہیں تو پھر تھانوی جی اگر حق پرست ہیں اور صرف داؤ پیچ ہی سے گھبراتے ہیں تو کیوں نہیں ان میں سے کسی ایک کے نام مہری دستخطی وکالت نامہ لکھ دیتے اور یوں ایسی بے غیرتی اور بے شرمی کو اختیار کیے ہوئے ہیں، شرائط مناظرہ میں خاص تھانوی کو مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان کو اختیار دیا گیا تھا کہ خود آئیں یا کسی اپنے وکیل کو بھیج دیں، اب جب خود بھی نہ آئے اور کسی کو وکیل بنا کر بھی نہ بھیجا تو آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ ان کو ان کی بطالت و ناحق پرستی نے بزدل و کمزور کردیا ہے اور عالم اسلام کا فیصلہ ان کے حق میں بالکل حق بجانب ہے آپ کے بعد حضرت محدث صاحب قبلہ کرسی وعظ پر رونق افروز ہوئے، اور فلک بوس نعرہائے تکبیر سے فضا آسمانی گونج اٹھی، آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے آپ کے محترم علمائے اعلام نے اپنی اپنی تشریف آوری کی جو وجہ بیان فرمائی ہے میرے پاس اپنی آمد کی کوئی ایسی وجہ نہیں ہے نہ تھانوی صاحب کی امت نے ان کو میرے مقابلہ میں پیش کرنے کی جرأت کی ہے اور نہ میں ان علمائے عظام کا وکیل ہوں جن کو وہابیوں نے تھانوی صاحب کے مقابل اہل سنت و جماعت کی طرف سے مناظر تجویز کیا تھا، لیکن جب میں گھر سے چلا تھا تو اس ارادہ سے چلا تھا کہ آپ لوگوں کو یقین کرادوں کہ نہ صرف تھانوی صاحب بلکہ کوئی وہابی

جو مثل تھانوی صاحب کے اپنے عقائد کی ناپاکی سے آگاہ ہے اہل حق کے سامنے مناظرہ کے لیے نہیں آسکتا جس کو بہت حد تک آپ لوگ سمجھ چکے ہیں اور جو باقی رہا ہے وہ آج سے کل تک میں آپ کو بدلائل سمجھا دوں گا، آپ نے فرمایا کہ اہل سنت و جماعت اور وہابیہ کے اختلافات کا ایک عام پہلو آپ لوگ غور کر کے ذہن نشین کر لیں کہ آخر ابن عبدالوہاب ہو یا تھانوی صاحب ہوں ان پر تمام عالم اسلامی کے علمائے کرام کیوں پھٹکار بھیجتے ہیں، ظاہر ہے کہ تھانوی صاحب سے نہ کسی کی پٹی داری ہے نہ معاذ اللہ کوئی قرابت ہے اور نہ کوئی دنیاوی نزاع ہے ان میں سے بیشمار حضرات ہیں جنھوں نے نہ تھانوی کو دیکھا نہ تھانہ بھون ہی سے آگاہ ہیں کہ وہاں کی آب و ہوا میں کیسا زہر ہے اور کس قسم کی زمین ہے تو پھر جب دنیا کا کوئی جھگڑا نہیں ہے تو ایسے شدید اختلافات کفر و اسلام کے کیوں ہیں؟۔

یہ بھی تو نہیں ہے کہ تھانوی صاحب کی شخصیت علمی طور پر کوئی شہرت عامہ رکھتی ہو اور ان کی مخالفت سے دنیائے اسلام اپنی شہرت چاہتی ہو جیسا کہ بعض کور باطن جاہل کہہ پڑتے ہیں کیونکہ اول تو تھانوی صاحب کا علم ہی کیا، اور ان کی شہرت ہی کتنی، میرا خیال ہے کہ وہابیوں کی مٹھی بھر ٹولی سے باہر جو کچھ ان کو شہرت میسر ہوئی ہے کہ مخالفین کی مخالفت ہی کا صدقہ ہے جس طرح معلم الملکوت نے بنی آدم میں شہرت حاصل کر لی ہے ان کی شہرت اور علم کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ارذل عمر کی منزل میں پہنچ گئے ہیں اور بجز بڑھاپے میں ایک کمسن لڑکی کے ساتھ عقد کر لینے اور ہمچو قسم واقعات کے کوئی اپنی یادگار نہیں رکھتے نہ کتب متداولہ عربیہ و فارسیہ پر ان کا کوئی حاشیہ ہے نہ وہ صاحب فتاویٰ ہیں ان کی سب سے گرانمایہ تصنیف جس پر ان کی شہرت کا مدار ہے وہ بہشتی زیور ہے لیکن اس حقیقت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے خود انھیں کے قلم سے کرا دیا جس کو وہ

الامداد اپنی ماہوار پرچہ میں شائع کر چکے ہیں کہ بہشتی زیور ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، مولوی عبدالشکور نے ایک کتاب بنام علم الفقہ صحیح غلط لکھ کر چھاپا تھا اسی کو تھانوی صاحب نے بلا تحقیق نقل کر دیا ہے، تھانوی صاحب اس کی غلطیوں کے بالکل ذمہ دار نہیں ہیں، دیکھ لیجئے عمر بھر کی کمائی تھی وہ بھی نقالی نکلی اور نقالی بھی مجرمانہ بے احتیاطی کے ساتھ کی گئی تھی، تھانوی صاحب کے اس اعلان کے بعد ہی مولوی عبدالشکور لکھنوی کا دماغ صحیح نہیں رہا اور وہ اپنے نزدیک طائفہ بھر میں کسی کو یہاں تک کہ تھانوی صاحب کو بھی علمی نقطۂ نظر سے طفل مکتب بھی نہیں جانتے ایک ایسا شخص جس کی قابلیت کا انتہائی درجہ مولوی عبدالشکور کی ایک معمولی و مجموعۂ اغلاط اردو زبان کی کتاب ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو صحیح معنوں میں پڑھا لکھا بھی کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟۔

تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، معانی، منطق، فلسفہ، ہیئت، ریاضی وغیرہ وغیرہ میں مولوی تھانوی صاحب کی کوئی چھوٹی بڑی عربی زبان یا فارسی زبان بلکہ اردو زبان میں بھی ایسی یادگار نہیں ہے جس سے ان کے بعد کسی خالی الذہن کو بھی معلوم ہو سکے کہ واقعی ان میں علم کی کچھ بو بھی تھی، البتہ ان کے علم و تبحر کا جو نتیجہ دنیا نے دیکھا وہ ان کے کچھ بے سروپا عقائد و کلمات کفریہ ہیں جو ان کی جامعیت اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی یادگار ہیں مثلاً۔

(۱) اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک ماننا بدعت حقیقیہ ہے۔ (ایضاح الحق اسمٰعیل دہلوی)

(۲) قرآن مجید نازل ہونے کے بعد سلب ہو جائے ممکن ہے۔ (ایکروزی)۔

(۳) اللہ تعالیٰ بالامکان جھوٹا ہے۔ (براہین قاطعہ خلیل احمد انبیٹھوی)

(۴) اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتویٰ رشید

احمد گنگوہی)

(۵) اللہ تعالیٰ سے اس زمانے میں بعض لوگوں نے بات چیت بلکہ مصافحہ بھی کیا ہے۔(صراط مستقیم اسمٰعیل دہلوی)

(۶) نماز وغیرہ عبادات میں رسول کا خیال اپنے گائے گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے۔(صراط مستقیم)

(۷) شیطان کی وسعت علم کو ماننا عین ایمان وتوحید ہے اور دلیل سے ثابت ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وسعت علم ثابت کرنا شرک ہے اور محض بے دلیل بات ہے۔(براہین قاطعہ)

(۸) جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے کم ہے تو اس میں خصوصی شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا رہ گئی ایسا علم غیب تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے حاصل ہے۔(حفظ الایمان مولوی اشرف علی تھانوی)

(۹) یہ امر کہ زمانہ حضرت ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا محض عوام کا خیال ہی خیال ہے۔(تحذیر الناس قاسم نانوتوی)

(۱۰) وہابیوں کے سوا تمام دنیا کے مسلمان مشرک جہنمی ہیں۔(تقویۃ الایمان وعامہ تصانیف وہابیہ)

تلک عشرۃ کاملہ یہ مشتے نمونہ خروارے مولوی تھانوی اینڈ کو کے دینی اعلیٰ کارنامے ہیں یا خطرناک فتنے اسی کو تبحر علمی کہئے یا وسعت نظر سے تعبیر کیجئے، بہر حال جو کچھ تھانوی صاحب کی شہرت کا ذریعہ ہے وہ بھی ان کی جدت طرازیاں اور بدعت نوشیاں ہیں لیکن یہ ذریعہ شہرت اس ذریعہ شہرت سے بھی بدتر ہے جو ایک شخص نے جامع مسجد دہلی کے ممبر پر بول و براز کر کے حاصل کی تھی کہ گو اس پر ہر طرف سے مار پڑتی تھی مگر اس ناپاک جرأت کی وجہ سے سارا

دہلی اس کے دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑا تھا مثل مشہور ہے کہ

ع   بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

اس سرمایہ کے سوا تھانوی صاحب کے پاس رکھا کیا تھا جو ان کی مخالفت سے کسی کو شہرت حاصل کرنے کی حاجت ہو، سچی بات تو یہ ہے کہ ایسے مجہول وگمنام شخص کو ان فتاویٰ علمائے کرام نے مشہور کیا جن کو بے عقلی سے کہا جاتا ہے کہ شہرت حاصل کرنے کے لیے دیئے گئے تھے، ہاں ان فتاویٰ حقہ اسلامیہ ومواخذہ شرعیہ سے ناجائز فائدہ حصول شہرت میں خود تھانوی صاحب نے حاصل کیا ہے کسی اخبار میں مضمون لکھا اور نام رکھ کر اپنے مصنفات میں اس طرح درج کر دیا کہ گویا کسی فن کی خاص کتاب لکھی ہے حد ہوگئی کہ اپنے بھائی کو ایک حیاسوز خط لکھا تو اس کا بھی نام رکھ کر اپنی تصنیفات کی فہرست میں درج کر دیا اور کہنے کو ہوگیا کہ آپ صاحب تصانیف ہیں، آخر میں تھانوی صاحب نے قرآن کریم کے ترجمہ کے نام سے تحریف معنوی کرتے ہوئے اپنی ہوا و ہوس کی ترجمانی کی ہے اور مثنوی شریف کا بھی ترجمہ کیا ہے دونوں کا اشتہار بڑی بلند آہنگی کے ساتھ وہابی پریس دے رہے ہیں لیکن جس طرح بہشتی زیور سے فقہ پر حملے کیے ہیں اسی طرح دونوں ترجموں میں کلام الٰہی وراہ سلوک کی صورت کو بدل دیا ہے اور دنیا کو مستقبل میں حیرت نہ ہوگی، اگر تھانوی صاحب نے بہشتی زیور کی طرح ان ترجموں کے متعلق بھی اعلان کر دیا کہ میری تصنیف نہیں ہے فلاں فلاں ایرے غیرے نتھو خیرے کی تصنیفات کو میں نے نقل کر دیا ہے اور میں دونوں کی غلطیوں کا ذمہ دار نہیں ہوں ایسے غیر ذمہ دار و نامعلوم شخص کی مخالفت کو ذریعہ شہرت قرار دینا خالص جنون اور بالکل سڑی پن ہے تو پھر علمائے اسلام نے بغیر کسی دنیاوی وجہ کے تھانوی صاحب کی کیوں مخالفت کی اور کیوں، عرب وعجم کے مسلمان بیک زبان تھانوی صاحب کو

دتکارتے ہیں؟ آپ اس سوال پر جس قدر غور کرتے جائیں گے تو اس حقیقت سے قریب تر ہوتے جائیں گے کہ تھانوی صاحب اینڈ کو نے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے ایوان نبوی کے حضور معاندانہ صف آرا ہوکر حق وحقانیت سے جنگ کرتے ہوئے اس طرح پیش کیا ہے کہ اہل عقل کے لیے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ یا تو وسعت دامان نبوی میں پناہ لے کر ان سے مقابلہ کریں، اور یا معاذ اللہ ان کو اپنا رہنما بنا کر بارگاہ نبوی سے برسر پیکار ہوں، پہلی صورت کا نام اسلام ہے اور دوسری صورت کو کفر کہتے ہیں، لہٰذا عالم اسلامی دینی طور پر مجبور ہے کہ تھانوی صاحب اینڈ کو سے علاحدہ ہوکر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جبروت وعظمت کی طرف داری کرتے ہوئے تھانوی صاحب اینڈ کو سے نفرت عامہ کا اعلان کردے، اہل سنت و جماعت اور وہابیہ کے اختلافات کی یہ بنیاد ہے۔

حضرت محدث صاحب قبلہ نے اپنی تقریر کے آخر میں ایک تجویز پیش کی جس کو تمام حاضرین نے بالاتفاق (یہاں تک کہ وہابیوں نے بھی انکار نہ کیا) پر جوش نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ پاس کیا کہ ملسمانان تحصیل گھوسی ضلع اعظم گڈھ ومضافات دور ونزدیک کا یہ جلسہ عام اعلان کرتا ہے کہ گو حکومت نے جلسہ مناظرہ کی ممانعت کردی تھی لیکن تاریخ مناظرہ سے صرف اتنا پہلے حکم صادر ہوا تھا کہ جو لوگ بغرض مناظرہ قریب سے قریب تر مقام سے آنے والے تھے ان کو خبر نہ ہوسکی اور اہل سنت و جماعت کے مناظرین پہنچ گئے، اور وہابیوں کے مناظرین اگر آنے والے ہوتے تو قطعی طور پر آجاتے، گو حکومت کی ممانعت کی وجہ سے ان میں مناظرہ نہ ہوسکتا ان کا نہ آنا اور مقام مناظرہ پر نہ پہنچنا یہ اہل سنت کی فتح مبین اور وہابیہ کی ذلیل ترین شکست فاش ہے اور اب ہندوستان بھر کے وہابیوں کو مناظرہ کا نام لینے کا حق نہیں ہے اس کے بعد جلسہ کلمات دعائیہ و نعرہ ہائے تکبیر پر بخیر وخوبی نصف شب کے بعد ختم ہوگیا۔

یہ بعونہ تعالیٰ مسلمانوں کی چھٹی فتح مبین ہوئی

۳؍فروری ۱۹۳۳ء جو تاریخ مناظرہ تھی گزر گئی شب کو جلسہ بھی ہوگیا تو اب حضرات علمائے مناظرین کا قیام فرمانا حرج کار کا سبب تھا خود حضرت صدرالشریعہ دامت معالیہ جو علمائے کرام کے میزبان تھے اور اسی مناظرہ کی وجہ سے اپنی مسند تدریس پر نہ جاسکے تھے ان کے لیے ہر پہلی ساعت میں وہاں پہنچنا ضروری تھا، لہٰذا ۴؍فروری ۱۹۳۳ء کی صبح کو صبح صادق کے وقت جو گاڑی گھوسی سے روانہ ہوتی ہے اس پر حضرات علمائے اسلام مہمانان و میزبان تشریف لے گئے، صرف حضرت محدث صاحب قبلہ حسب قرارداد مذکور تنہا قیام فرما رہے کہ ۴؍فروری ۱۹۳۳ء کو بھی بعد نماز عشا جلسہ وعظ ہو اور ۵؍فروری ۱۹۳۳ء کو مبارکپور تشریف لے جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۴؍فروری ۱۹۳۳ء کی شب کو ایک نہایت شاندار جلسہ ہوا جس میں حضرت محدث صاحب قبلہ نے واضح طور پر سمجھا دیا کہ کسی وہابی میں تاب نہیں ہے کہ خوشی سے کسی عالم اہل سنت سے مناظرہ کر لے کیونکہ وہابیت کے جتنے مسائل ہیں وہ محض کان میں کہنے کے قابل ہیں، میدان میں کہنے سے ان کی ناپاک حقیقت جب برہنہ ہوتی ہے تو ذلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، یہ جلسہ نصف شب کے قریب بخیر و خوبی ختم ہوا، اور حاضرین نے بڑا ایمانی ذوق حاصل کیا، ۴؍فروری کا دن وہابیوں کے لیے عجیب اضطراب کا دن تھا، جاسوس پر جاسوس اس بات سے مطمئن ہونے کے لیے آتے تھے کہ علمائے کرام میں سے کون کون گیا اور کون موجود ہے، اور جو موجود ہے وہ کب جائے گا، جب ان کو پورا اطمینان ہوگیا کہ صرف حضرت محدث صاحب قبلہ تنہا ہیں جو کل مبارکپور تشریف لے جائیں گے اور ان کے جانے کا وقت ایسا ہے کہ اگر رات کو وہابیوں نے کچھ خفیف الحرکتی کی تو ان کو اپنی روانگی

سے پہلے اس کی خبر بھی نہ ہوگی، اور عوام وہابیہ کو دکھانے کے لیے اشک شوئی کی ایک صورت ہو جائے گی، لہٰذا ۱۴ر فروری کا دن گزرنے پر رات کو یکبارگی مولوی عبدالرحیم لکھنوی مذکور کو برآمد کیا یا مولوی صاحب خود اسی وقت سمجھ بوجھ جانچ پرتال کر کہیں سے پہنچے اور گھوسی کے ایک محلہ مدا پورہ میں معمولی سا وہابیوں نے جلسہ کیا۔

مولوی عبدالرحیم نے جدید چیلنج مناظرہ زبانی دیا

یعنی جلسہ مذکورہ مدا پورہ میں پکار کر کہا کہ "کوئی ہے جو مولانا سید محمد کو جا کر میرا سلام کہے اور ان سے کہے کہ میں مناظرہ کا چیلنج دیتا ہوں مجھ سے مناظرہ کرلیں" بلفظہٖ چیلنج کے یہ الفاظ اگر چہ مولوی عبدالرحیم کی زبان سے نکل کر رہ گئے، اور تحریر میں باوجود سعی بسیار نہ آئے، مگر جیسا کہ مقامی حالات کا تقاضا تھا سامعین نے ان الفاظ کو اس طرح یاد کرلیا تھا کہ ہر راوی بلا کسی ادنیٰ تغیر کے انھیں الفاظ کو بیان کرتا تھا، اور راویوں کی تعداد اس قدر ہے جو تواتر کے لیے ضروری ہے، لہٰذا سامعین کی طرح ناظرین بھی اس کو اچھی طرح یاد کرلیں تا کہ آنے والے واقعات کا صحیح لطف ان کو حاصل ہو، جب آپ الفاظ چیلنج کو یاد کر چکے تو پھر تیور کا زور شور اور للکار کی قوت کو دیکھئے کہ گویا چیلنج دینے والا نہایت بہادر اور جوش خروش کا مجسمہ ہے اگر آپ کو یہ شوراشوری یاد رہی تو آگے چل کر بے نمکی آپ کو مزہ دی جائے گی۔

اس بات کو یاد رکھئے کہ یہ چیلنج مناظرہ نصف شب کے بعد اس کو دیا گیا ہے جو صبح صادق کے وقت روانہ ہوجانے والا ہے اور بہت کم اس بات کا وہم ہوسکتا ہے کہ ایک میل کی آواز اس کے کان میں پہنچ جائے گی جو چیلنج دینے کے وقت آغوش خواب میں استراحت فرما ہے اور مسلمانوں کی عام بیداری

کے وقت سے پہلے سفر کا ارادہ کر چکا ہے لیکن اب اس کو مولوی عبدالرحیم کیا کریں کہ انھوں نے جس غیر معمولی احتیاطوں سے ایسی جرأت کی تھی اس پر مشیت الٰہیہ تبسم فرماتی تھی یعنی اسی شب کو مسلمانوں کے عظیم الشان جلسہ مذکورہ کو ختم فرما کر بخیال تکان عزم مصمم حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا تھا کہ بجائے صبح صادق کے وقت کے دس بجے دن کو جو ٹرین روانہ ہوتی ہے اس پر سفر فرمائیں گے، چنانچہ جن مسلمانوں نے اپنے کانوں سے چیلنج کے الفاظ سنے تھے اور عزم سفر کی تبدیلی سے آگاہ نہ تھے وہ تو شباشب دوڑے ہوئے آئے اور ارادہ بھی کیا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کو بیدار کر کے حالات سے آگاہ کر دیں مگر جب ان کو معلوم ہوگیا کہ حضرت صبح کی ٹرین سے نہ جائیں گے تو مطمئن ہو گئے اور جب حضرت محدث صاحب قبلہ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو کثیر تعداد مسلمانوں کی حاضر ہوئی اور یکے بعد دیگرے سب نے الفاظ چیلنج کو بلا کسی تغیر لفظی کے بیان کیا، اس پر مولوی عبدالرحیم کی زبانی چیلنج کا حضرت محدث صاحب قبلہ نے جواب دیا اور یوں فرمایا کہ مجھے آپ لوگوں کی روایت پر پورا اعتماد ہے بالخصوص آپ لوگوں کی تعداد اور الفاظ روایت کا اتفاق یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ کسی عاقل کو خلاف کے شبہ کرنے کا بھی حق نہیں ہے لیکن جن الفاظ چیلنج کو آپ لوگ بیان کرتے ہیں ان کے لیے مولوی عبدالرحیم کا منہ نہ کبھی تھا نہ ہوسکتا ہے اور یقیناً جب میں ان سے دریافت کروں گا کہ آپ نے ایسا کہا ہے تو بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ صاف انکار کر جائیں گے، اور آپ لوگوں کو جھوٹا قرار دیں گے ان کے بھائی مولوی عبدالشکور نے پھلام ضلع مونگیر کے مناظرہ میں بے لکنت زبان کئی ہزار مسلمانوں اور ہندوؤں کے مجمع میں کہا کہ ''یقیناً شیطان کا علم رسول کے علم سے زیادہ وسیع ہے''۔ جب میں نے اس پر مواخذہ کیا کہ لکھ دو تو پہلے تیار ہوئے اور دو منٹ کے

بعد اسی بھرے مجمع میں ہزاروں کو بہرا قرار دے کر کہے ہوئے سے مُکر گئے۔
میں نے آخری فیصلہ نہایت نرمی سے یہ کیا تھا کہ اگر آپ نے یہ کہا ہے ضرور ضرور کہا ہے تو توبہ کر لیجئے، توبہ کرنے میں بے عزتی نہیں ہے بلکہ شرف ہے۔ اور اگر آپ یقین ہی کر رہے ہیں کہ آپ نے نہیں کہا اور مجمع بھر کے کان خود بجنے لگے تو بحلف شرعی کہہ دیجئے کہ میں نے نہیں کہا، ہم لوگ اپنے کانسے سنے کو بے سنا کر لیں گے، مگر انھوں نے نہ توبہ کی نہ حلفی انکار کیا، تالیاں پیٹیں وہ بھاگے رسوا ہوئے، مگر کہہ کر مُکر جانے سے نہ شرمائے، مولوی عبدالرحیم بھی اپنے بڑے بھائی کے چھوٹے بھائی ہیں وہ اتنی بڑی بات کہہ کر ہرگز اس پر ایک منٹ بھی نہ ٹکیں گے، لہٰذا آپ لوگ خود مولوی عبدالرحیم کے پاس جائیے اور کہئے کہ ہم لوگوں نے آپ کے چیلنج مناظرہ و پیغام سلام کو سنا اور پورے پورے الفاظ وہاں پہنچا دیئے، جہاں کے لیے آپ کا حکم تھا مگر وہ اس بات پر یقین نہیں کرتے کہ آپ اب بھی ان الفاظ چیلنج پر قائم ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ نے چیلنج مناظرہ دیا ہے تو قلم دوات لے کر ایک کاغذ پر الفاظ چیلنج لکھ کر دستخط کر دیجئے، حضرت محدث صاحب قبلہ کا یہ ارشاد اتنا صاف اور آئینہ تھا کہ کسی عاقل کو کلام کرنے کی اس میں گنجائش نہیں ہوسکتی، لہٰذا الفاظ چیلنج کے سننے والے آمادہ ہوگئے اور مولوی عبدالرحیم صاحب کے پاس جا کر ان سے مطالبہ کیا کہ آپ نے جو چیلنج مناظرہ دیا تھا اس کو لکھ کر دستخط کر دیجئے۔

مولوی عبدالرحیم نے جواب زبانی دیا

''کہ لکھنے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے اور اس میں سوا تضیع اوقات کے کیا رکھا ہے معمولی سی بات ہے کہ اگر مولانا سید محمد کو ہمارا چیلنج قبول ہے تو ایک تحریر میری اور میری جماعت کی ذمہ داری امن کی لکھ کر دے دیں ہم ان

کی قیام گاہ پر فوراً چل کر مناظرہ شروع کردیں" مسلمانوں نے مولوی عبدالرحیم کے ان الفاظ کو بھی بڑی احتیاط سے یاد کرلیا اور سمجھے کہ مولوی عبدالرحیم کا لکھنے سے انکار کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان کو چیلنج دینے سے انکار ہے بلکہ وہ تو بڑی سختی کے ساتھ اس پر قائم رہ کر واقعی مناظرہ کے لیے آمادہ ہیں اور چھٹی بازی کو اس لئے پسند نہیں کرتے کہ اس کی وجہ سے مناظرہ ہونے نہیں پاتا اور اگر ہوتا ہے تو اس میں بڑی تاخیر ہوجاتی ہے، چنانچہ سب نے آکر حضرت محدث صاحب قبلہ سے مولوی عبدالرحیم کا جواب نقل کردیا اور ان کی مستعدی کو بیان کیا، حضرت محدث صاحب قبلہ اس پر مسکرادیے اور فرمایا کہ مولوی عبدالرحیم نے چیلنج مناظرہ لکھ دینے سے انکار کردیا، میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ چیلنج سے مکر گئے اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مناظرہ پر اب تک مستعد ہیں، ایک واقعہ سے یہ دو متضاد نتیجے ہیں اور آپ لوگ نکال رہے ہیں، آپ لوگ بے قصور ہیں وہابیوں کی فطرت کا کبھی مطالعہ نہیں کیا ہے اور میں ان کے مولوی عبدالرحیم نہیں بلکہ بڑے بڑے جگادرں کے ریشے ریشے سے واقف ہوں، اب دیکھوں میرا تجربہ صحیح نکلتا ہے یا آپ لوگوں کو اپنی سادگی کا تجربہ ہوتا ہے؟۔

یہ لیجئے میں ذمہ داری امن کی تحریر دیتا ہوں گو قانونی طور پر یہاں غریب الوطنی میں میری یہ جرأت عجیب بات ہے، مگر آپ لوگ یہ تو دیکھ لیں گے کہ وہابی لوگ زبانی چیلنج دے کر کس طرح انکار کر دیتے ہیں۔

تحریری گفتگو کا آغاز

میں فریقین کی ہر تحریر بلفظہ نقل کروں گا، البتہ عام فہم کرنے کے لیے جابجا قوسین میں اپنی عبارت کا بطور شرح اضافہ کردیا ہے۔

حضرت محدث صاحب قبلہ کی تحریر ذمہ داری امن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آج مورخہ ۹ رشوال المکرّم ۱۳۵۱ھ مطابق ۵ رفروری ۱۹۳۳ء کی صبح کو میرے پاس مولوی عبدالرحیم لکھنوی کا چیلنج مناظرہ پہنچا کہ وہ مجھ سے مناظرہ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، زبانی پیغام پر اعتماد نہ کرتے ہوئے میں نے مولوی عبدالرحیم صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ اپنے چیلنج مناظرہ کو قلم بند کر کے میرے پاس بھیجیں مگر اس سے انھوں نے انکار کر دیا اور یہ پیغام بھیجا کہ مولوی عبدالرحیم صاحب خود میرے پاس ایک جماعت کو لے کر مناظرہ کرنے کے لیے آنے کو تیار ہیں بشرطیکہ میں ان کے اور ان کی جماعت کے امن کا ذمہ دار ہو جاؤں، اور اس مضمون کی تحریر دیدوں، چنانچہ بطور اتمام حجت میں یہ لکھ دیتا ہوں کہ اگر مولوی عبدالرحیم صاحب اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی شورش کے ذمہ دار ہو جائیں اور اس ذمہ داری کی تحریر دے دیں جو میرے پاس آج دو گھنٹہ کے اندر آ جائے تو میں شرعاً و اخلاقاً و قانوناً ان کے اور ان کے ہمراہیوں کے امن و امان کا مجلس مناظرہ میں ذمہ دار ہوں، ان کی تحریر ذمہ داری میں جو تعداد ہمراہیون کی ہوگی اسی تعداد میں اس طرف کے مسلمان بھی ہوں گے۔

فقط

فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی غفرلہ

ساکن کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

حال وارد قصبہ گھوسی محلّہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڈھ

وقت ۱۰ ربجے دن، یوم یکشنبہ۔

حضرت محدث صاحب قبلہ کی یہ تحریر ایسی صاف اور منصفانہ ہے کہ اپنے مبنی برانصاف ہونے میں ایک لفظ بھی محتاج شرح نہیں ہے، مولوی عبدالرحیم چاہتے تھے کہ ان کو ان کے اور ان کی جماعت کے امن کی طرف سے مطمئن کردیا جائے وہ کردیا گیا لیکن خود بدولت یا ان کی جماعت اگر مناظرہ میں علمی مباحث سے تنگ آکر ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کی حرکت شروع کردیں، مثل مشہور ہے ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' اپنی عاجزی وعلمی ناداری پر کھسیانی ہوکر کچھ نہیں ایک ڈھیلا ہی پھینک دیں یا شورغل مچانے لگیں تو اس کا ذمہ دار تو مولوی عبدالرحیم ہی کو ہونا چاہیئے بالکل صاف اور بجاامر ہے حضرت محدث صاحب قبلہ کی اس تحریر کو پڑھ کر وہاں حاضرین نے اور آج ناظرین روداد نے تو یہ سمجھ لیا کہ مولوی عبدالرحیم صاحب اس تحریر کو پاکر اپنی شورش سے مطمئن کرتے ہوئے فوراً مناظرہ کرنے آگئے ہوں گے مگر ایسا نہیں ہوا وہ خود تو نہیں آئے البتہ ان کا جواب آیا اور وہ بھی تحریری نہیں بلکہ

مولوی عبدالرحیم نے زبانی جواب دیا

''کہ اس تحریر میں یہ نہیں لکھا ہے کہ مولوی عبدالرحیم صاحب اس کا جواب دیں، لہٰذا جب تک مجھ سے جواب کا مطالبہ نہ کیا جائے گا میں کچھ جواب نہ دوں گا، واپس لے جاؤ''۔

یہ لیجئے خود مولوی عبدالرحیم ہی نے تو یہ کہلا بھیجا کہ ذمہ داری امن کی تحریر آجائے تو فوراً بلا انتظار کسی امر کے مناظرہ کے لیے چلا چلوں تو پھر تحریر ذمہ داری امن کے کسی جواب ہی کی کیا ضرورت تھی جس کا مطالبہ کیا جاتا، امن کی ذمہ داری لے لی گئی ہے اب اپنی شورش سے مطمئن کرتے ہوئے چلے چلنا چاہیئے، جواب دینا کیا معنی رکھتا ہے اور کیوں اس بات کا جواب طلب کیا جاتا،

اور اگر مناظرہ سے جان ہی بچانا تھا تو جواب دینے کے لیے مطالبہ جواب کا کیا انتظار تھا اور آپ کا نام لکھ کر اور چار چار جگہ لکھ کر آپ کے امن کی ذمہ داری لکھی تھی اگر اس کا کوئی جواب ہوسکتا ہے تو وہ آپ نہ دیں گے کوئی دوسرا بھوت دے گا مگر یہ کہ دین و دیانت کے ساتھ عقل و انسانیت بھی جاتی رہتی ہے، حضرت محدث صاحب قبلہ کو تو یہ منظور تھا کہ مولوی عبدالرحیم سے لکھانا ہے کہ انھوں نے چیلنج مناظرہ نہیں دیا ہے، لہٰذا مولوی عبدالرحیم کے پیغام کی طفلی ورکاکت سے قطع نظر فرما کر اسی تحریر ذمہ داری امن پر مزید تحریر فرما دیا۔

حضرت محدث صاحب قبلہ کا تحریری جواب

بمعائنہ مولوی عبدالرحیم صاحب لکھنوی، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔

مجھ کو بتایا گیا ہے کہ آپ تحریر بالا کا جواب اس وقت دیں گے کہ میں آپ کو مخاطب کر کے اس کا جواب طلب کروں، لہٰذا آپ کو مخاطب کر کے آپ سے جواب کا مطالبہ کرتا ہوں۔

فقط

فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی غفرلہ

ساکن کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

وارد حال قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڈھ

$2\frac{1}{4}$ بجے دن عصر سے پہلے جواب آجائے

☆☆☆

حاصل واقعہ تو یہ ہے کہ ذمہ داری امن کی تحریر مولوی عبدالرحیم نے جب طلب کی تھی تو ان کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ حالت غریب

الوطنی میں قانونی طور پر ایسی سخت و پرخطر ذمہ داری کی تحریر حضرت محدث صاحب قبلہ دے دیں گے، اور تحریر کے مطالبہ کی حماقت پر عوام کی نظر نہ ہوگی، جب یہ مطالبہ پورا نہ ہوگا تو کہنے کو ہو جائے گا کہ تھانوی صاحب ۳؍فروری کو بھاگے تو ۶؍فروری کو علمائے اسلام کو بھی شکست ہوگئی، مگر جب ان کو تحریر ذمہ داری امن پہنچی تو ہوش اڑ گئے، اور طالب علموں کی طرح مطالبہ جواب کا لفظ ڈھونڈنے لگے، اب وہ بھی پورا کر دیا گیا، مولوی عبدالرحیم کے پاس پہلی تحریر ۱۰؍بجے دن کو گئی تو اس کو ۲؍بجے دن کو واپس کیا، اب ۲؍ ۱/۴ بجے مطالبہ جواب کے الفاظ لکھ کر بھیجے گئے تو خطرہ ہوا کہ کہیں کل تک جواب نہ آئے، لہٰذا تحریر فرما دیا کہ عصر سے پہلے جواب آجائے، الحمدللہ میں ناظرین کو مژدہ سناتا ہوں کہ مولوی عبدالرحیم نے جواب دیا اور ایک ہی نہیں بلکہ دو دو جواب دیئے، ایک مطول اور ایک مختصر مطول جواب تو اپنے عوام کو سنا کر مسلمانوں کے سپرد کیا اور مختصر جواب ایک وہابی کے ہاتھ یہ کہہ کر بھیجا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کو چپکے سے دے کر واپس آجانا اور اس نے یہی کیا۔

اب آپ ان دونوں تحریروں کو دل لگا کر پڑھیں، اور جب دونوں تحریر اول سے آخر تک پڑھ چکیں تو اس پر غور کریں کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی پیشین گوئی کس طرح حرف بہ حرف پوری ہوئی، اور کس دیدہ دلیری کے ساتھ مولوی عبدالرحیم نے چیلنج مناظرہ دینے سے صاف صاف انکار کر دیا، اب رہا یہ کہ ایک خط کا بالاعلان اور دوسرے کا مخفی طور پر بھیجنا کیا مطلب رکھتا ہے، اس کو خط کا مضمون خود بتا دے گا۔

مولوی عبدالرحیم کی پہلی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ و علیٰ آلہ و صحبہ

اما بعد! از بندۂ ناچیز عبدالرحیم غفرلہ بخدمت جناب مولوی سید محمد صاحب، بعد ماھوالمسنون متفضح باد (یہ واضح باد کی مولویت ہے) بعد جدوجہد بسیار (کہ علی الصباح خواہ مخواہ مسلمانوں کو بھیجا کہ میں چیلنج مناظرہ قلم بند کردوں، میں نے اس بلا کو اس طرح ٹالا کہ آپ ذمہ داری امن کی تحریر دے دیں جو آپ کے لیے ہرگز مناسب نہ تھا، مگر آپ ستو باندھ کر میرے پیچھے ایسا پڑ گئے کہ ایسی اہم تحریر بیدھڑک دے دی اب میرے پاس ٹالنے کی ایک طالب علمانہ بات رہ گئی تھی کہ آپ نے مجھ سے جواب کا مطالبہ نہیں کیا، آپ کا خدا جانے میں نے کیا بگاڑ رکھا ہے کہ گویا مجھے رسوا کرنے پر حلف اٹھا لیا ہے، چنانچہ میرا یہ عذر بھی ختم کردیا یعنی) آپ نے مجھے مخاطب بنایا، پہلی تحریر آپ کی کسی کے نام نہ تھی، (صرف میرا نام ایک چھوڑ چار چار جگہ موجود تھا اور مجھ میں مناظرہ کی ہمت ہوتی تو فوراً حاضر ہوجاتا مگر مجھے تو مناظرہ کے نام سے ڈر لگتا ہے اور اپنے عوام پر اس کو ظاہر ہونے دینا بھی نہیں چاہتا، آپ نے کسی دوسرے وہابی کا تحریر بھر میں نام نہیں لکھا جس سے جواب لکھا دیتا اور میں خود اس کے جواب دینے کے قابل نہ تھا کہ فوراً حاضر ہوکر مناظرہ کرتا کیونکہ اس تحریر کا یہی جواب ہوسکتا تھا، اور جب میں خود جواب دینے سے عاجز تھا تو آپ ہی بتائیے کہ) جواب کون دیتا (اتنا زبانی کہلا دیا کہ مجھ سے جواب کا مطالبہ نہیں ہے، آپ سمجھ دار ہوتے تو کچھ سمجھ بوجھ کر رحم کھا جاتے، مسلمانوں کے نزدیک آپ کی جیت تھی اور میں بھی وہابیوں کو فریب دیتا میری بن جاتی اور آپ کا کچھ نہ بگڑتا، مگر آپ کو تو بلاوجہ مجھ سے ضد سی ہوگئی ہے، چنانچہ) اب اسی تحریر پر جناب نے مجھ سے خطاب (بھی بلاوجہ کردیا ہے، آخر آپ میرے کیوں درپے ہیں اور یہ کیا) کیا ہے لہٰذا (اب عوام وہابیہ کو قابو میں رکھنے کے لیے میرے پاس اس کے سوا

چارہ کار نہ رہا کہ جواب کے نام سے کچھ نہ کچھ دھر گھسیٹوں اور بات بنانے کا کوئی سامان کروں تو یہ) جواب معروض ہے (اچھا سنئے میں نے آپ کے پاس کوئی پیغام مناظرہ نہیں بھیجا اور جس نے آپ سے یہ کہا غلط ہے) میں نے (تو بے وقوفی سے یہ جانچ پرتال کر کے اس کی کسی سنی کو خبر تک نہ ہوگی) بتاریخ ۸ر شوال شب کو جو بیان کیا (تھا وہ چیلنج مناظرہ نہ تھا بلکہ) وہ یہ تھا (اب میرے الفاظ اول سے آخر تک سنئے اور غور کیجئے کہ) میں نے سنا ہے کہ جو علما فریق مخالف کے تشریف لائے تھے (۳ر فروری کو تھانوی صاحب سے مناظرہ کرنے کے لیے) انھوں نے حضرت حکیم الامۃ جناب مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی (نقل کفر کفر نباشد) کے جناب (یہ جناب کی تذکیر مولویت ہے، یا لکھنؤ میں رہ کر اردو ادب سے عداوت) میں (علمائے عرب و عجم کے متفقہ فتاوی اسلامیہ سنائے، جن کے حق و مناسب ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے، مگر میں تو یہی کہوں گا کہ) نامناسب الفاظ استعمال فرمائے (اور گو انھوں نے اصالۃً و وکالۃً ہر طرح مناظرہ کرنے سے صاف انکار کردیا اور یوں تو وہ ضلع اعظم گڑھ میں سال بسال آنے کے عادی تھے اور یہاں اپنی ٹولی ایسی بنالی تھی جس پر ان کو غرور تھا مگر مناظرہ کا نام سن کر آنے ہی سے انکار کردیا وہ تو ایسے خوف زدہ اور شکست خوردہ بیکس اور علمائے اسلام ان پر ایسے دلیر کہ اسلامی فتاوی حقہ سنانے پر اکتفا نہ کی بلکہ وہ سب سنائے) اور ان سے خواہش مناظرہ (بھی) ظاہر فرمائی (اول تو کسی دبے کو دبانا کون سی انسانیت ہے، دوسرے ہم تنخواہ دار نوکروں کو کیوں رکھا گیا ہے، اگر تھانوی صاحب اہل حق کو منہ دکھانے کے قابل ہوتے تو ان کو ہماری کیا ضرورت پڑتی اور ہم ناکاروں کا پیٹ کیسے پلتا، علمائے اسلام تو ہم لوگوں کو منہ ہی نہیں لگاتے اور خاک از تودۂ کلاں بردار پر عمل کرتے ہیں، مگر اب ہم جیتی مکھی نگلیں گے، اور تھانوی صاحب کو ذہنیت عامہ سے اس

مسئلہ مناظرہ میں نکال دینے کے لیے افترا کریں گے) اور (گو جھوٹ ہے مگر ضرور کہیں گے کہ علمائے اسلام نے) یہ بھی چیلنج دیا کہ حضرت حکیم الامۃ کے ہم خیال (کیونکہ ہم لوگ کوئی عقیدہ و ایمان نہیں رکھتے نہ ہمارا کسی بات پر علم و یقین ہے، ہمارا مذہب بالکل خیالی ہے، چند تخیلات کو ہم لوگوں نے وہابیت کے نام سے اکٹھا کر کے اپنا مذہب بنالیا ہے، اسی لیے ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو ہم عقیدہ نہیں کہتے بلکہ ہم خیال کہتے ہیں، غرض ہم سب خیالیوں غول بیابانیوں کو بھی اجازت دی ہے کہ) جو چاہیں مناظرہ کرلیں لہٰذا (بحیثیت ایک نمک حلال ملازم کے) میں کہتا ہوں (کہ تھانوی صاحب کی ضعیفی حال و مقال پر رحم فرمائیں، مرے پر سو دُرّے مارنا کوئی بہادری نہیں ہے، اور رحم کے قابل تو ہم ناکارے بھی ہیں، اور ہرگز ہرگز ہم کسی کو چیلنج مناظرہ نہیں دیتے، صرف دبی زبان سے اتنا کہہ کر دور بھاگے جاتے ہیں) کہ اگر ان حضرات کو مناظرہ کا ایسا ہی شوق ہے (گو ہم کو شوق کیا معنی مناظرہ کے نام سے اسہالی شکایت پیدا ہوجاتی، مناظرہ کی صورت دیکھ کر پیشاب نکل جاتا ہے مگر جب حضرات علمائے اسلام خواہ مخواہ ہمارا تعاقب ہی کرتے ہیں) تو (جان لے کر بھاگتے ہوئے محض زبانی جمع خرچ کے طور پر دبتے دبتے اتنا ہمارے کہنے میں آپ کو غصہ نہ آئے تو آپ کا کیا حرج ہے کہ) حضرت حکیم الامۃ کے (تنخواہ دار و نمک حلال) خدام اس کے واسطے کافی ہیں (خدارا ہماری جرأت پر خفا نہ ہوجایئے کہ گھوسی میں ہم کو مناظرہ کرنے کے لیے مجبور کیجیے) اگر (ہم نے آپ سے مناظرہ کرنے کے لیے ایسا کہا ہو تو جو چور کی سزا ہے وہ ہم کو دیجیے ہم تو خود کہتے ہیں کہ) گھوسی میں مناظرہ نہیں ہوسکتا (کیا اب بھی آپ نہیں سمجھے کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا بات بنانے کے لیے کہا تھا) تو (پھر آپ کیوں ہماری روزی بند کرانے پر آگئے ہیں، اسی پر ختم کردیجیے ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے، اور اس کا احسان مانیں گے

بلکہ شکر گزاری کے لیے) خاص کچھوچھہ میں ہم حاضر ہو سکتے ہیں لیکن (آپ کی طبیعت کے متعلق بہت کچھ بھائی صاحب مولوی عبدالشکور سے سن چکے ہیں اور آج خود تجربہ ہو رہا ہے، لہٰذا آپ سے ڈر ہے کہ میں شکر گزاری کے لیے حاضر ہوں تو آپ پکڑ کر مناظرہ شروع کر دیں اور مجھے رسوا کریں اس لیے آپ وعدہ کیجئے کہ مجھ سے مناظرہ نہ کیجئے گا اور اپنے وعدہ کی ضمانت داخل کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ) جناب مولانا شاہ وجیہ الدین صاحب دام مجدہم کے ذریعہ سے ہم کو اطلاع دی جائے (کیوں اول تو وہ خود آپ کے کہنے سے ذریعہ نہ بنیں گے اور اگر بفرض محال وہ بن گئے تو ان کے ذریعہ سے میں مناظرہ کی بلا سے تو محفوظ رہوں گا وہ کب چاہیں گے کہ جب وہ خود تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کی عبارت حفظ الایمان وغیرہ پر مطلع ہو کر انکے مسلمان عالم ربانی ہونے کا اقرار کرتے ہیں بلکہ تھانوی صاحب کو عالم ربانی وغیرہ بالاعلان لکھتے ہیں، غرض مثل ہمارے ایک ادنیٰ خادم تھانوی صاحب کے ہیں کہ اپنے برادران مذہبی کی رسوائی ہو اور وہ اس کو گوارا کریں، بس اسی قدر میں نے ۸ر شوال کی شب کو بیان کیا تھا دیکھ لیجئے اس میں آپ کا کہیں نام تک نہیں ہے ہم اپنے تھانوی صاحب کا نام لیں، یا اپنے حکیم وجیہ الدین کا نام لیں۔

تو اس میں آپ کا کیسا اجارہ، کیا آپ اپنے مشائخ قادریہ وخواجگان چشت وفقہائے احناف کا نام نہیں لیتے، یا اپنے نبی کا کلمہ نہیں پڑھتے ہم نے تو آپ کو اس پر کبھی نہیں ٹوکا تو پھر ہم کو اپنے نبی یا داتا کے نام لینے پر آپ کون ٹوکنے والے ہیں ہاں اگر آپ کا نام لیں تو زبان کاٹ لیجئے، اب رہا کچھوچھہ کا نام زبان پر آ گیا، یہ ضرور غلطی ہوئی، مگر کیا کچھوچھہ میں آپ ہی رہتے ہیں، حکیم وجیہ الدین صاحب کو کچھوچھہ کی سکونت سے کوئی واسطہ نہ ہو تو نہ ہو کیا ان کی اس موضع میں زمینداری بھی نہیں ہے، بس ہم نے اپنے حکیم صاحب مذکور

کی محبت میں کچھوچھہ کا نام لیا تھا اس کو برا ماننے کا آپ کو کیا حق ہے اور پھر میں نے نام ہی لے لیا تو کیا چیلنج مناظرہ دے دیا تھا ہرگز نہیں اس میں تو سچ پوچھئے مناظرہ سے اوڑان گھائی تھی) اگر آپ اس کو چیلنج سمجھیں (تو یہ آپ کی زبردستی ہے معاف کیجئے کہیں آپ اس پر نہ آمادہ ہو جائیں کہ میرے الفاظ چیلنج مناظرہ ثابت کردیں اور اسی پر مناظرہ کرنے کا پیغام بھیجیں کہ میں نے چیلنج مناظرہ دیا تھا یا نہیں، اور میں اس بارے میں بھی مناظرہ کرنے سے توبہ کرتا ہوں، آپ کی سمجھ پر حملہ کرنا مجھ طفل مکتب کا کام نہیں ہے، آپ کو اختیار ہے جو چاہئے سمجھئے، ہم آپ سے بہت ڈرتے ہیں، اگر آپ چیلنج نہ سمجھیں فبہا اور اگر چیلنج ہی سمجھیں) تو ہمیں کوئی وجہ نہیں کہ ہم آپ کو مانع ہوں (آپ جانیں آپ کی سمجھ جانے، البتہ مجھ پر رحم کیجئے اور مجھ سے مناظرہ کو نہ کہئے اور اس کی صورت میں نے ایسی تجویز کی ہے کہ میں آپ کا نام بھی نہ لوں اور مناظرہ سے اپنی جان بھی بچالوں دیکھئے میں جھوٹ بولتا ہوں افترا کرتا ہوں مگر آپ پر نہیں آپ کو اس سے اثر نہ لینا چاہئے بلکہ ان مسلمانوں پر جو آپ کی تحریر ذمہ داری امن لے کر آئے تھے وہ نہ آپ کے رشتہ دار ہیں نہ ان سے آپ کا کوئی روز کا واسطہ ہے، لہٰذا آپ کو اس میں پڑنا نہ چاہئے، گنہگار میں ہوں گا خدا کی لعنت مجھ پر پڑے گی، مجھے منظور ہے آپ کو اس سے کیا بحث ہے) لہٰذا ہم (جھوٹ اور صریح جھوٹ بولتے ہوئے) عرض کرتے ہیں کہ غلام اشرف صاحب اور چند حضرات جو صبح کو قبل لانے تحریر کے تشریف لائے تھے انھوں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ ہم لوگ مولوی سید محمد صاحب کے فرستادہ ہیں (اور اس پر مجھے کچھ اعتراض نہیں ہے میں نے آپ کو چیلنج مناظرہ دیا تو اس کو قلم بند کرنے کے لیے آپ مسلمانوں کو نہ بھیجتے تو کون بھیجتا، دیکھئے میں آپ کو بچائے چلا جاتا ہوں اور اسکی مزدوری کا مستحق ہوں) مولانا یعنی جناب نے فرمایا ہے کہ مناظرہ گھوسی میں ہو اور

ہمارے مقرر کردہ مقام پر تم آؤ ہم فریقین کے ذمہ دار امن ہیں (ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں کہ اس جملہ کو دوبارہ پڑھئے آپ کو صرف اس قول کا قائل میں نے لکھا ہے لیکن واقعی آپ کا یہ قول ضرور ہے میں نے ہرگز نہیں کہا اس کا بار تو میں نے غلام اشرف صاحب وغیرہ کے سر رکھ دیا ہے اگر وہ میرے اس جھوٹ پر گرفت کریں گے تو کیا میں ایسا گیا گزرا ہوں کہ ان کو بھی الٹا سیدھا جواب نہ دے سکوں، میرے لیے تو بس آپ خطرہ بن گئے ہیں ورنہ اب تک خدا جانے کتنے فریب دے چکا ہوتا کیا کوئی مجھے مفت ہی تنخواہ دیتا ہے اگر مجھ میں جُل دکھانے کا کمال نہ ہوتا تو کیا میری صورت کی کوئی قیمت دیتا، دیکھئے اس وقت میں نے کیسی بے مثل بات نکالی ہے کہ آپ نہ صرف مسلمانوں کے بلکہ میں شورش کروں یا میری جماعت شورش کرے تو اس کے بھی ذمہ دار ہو جائیں، کسی وہابی نے ایک ڈھیلا بھی پھینک دیا تو مجرم آپ ہوں گے ایسی ذمہ داری کو آپ کا جیسا ہوشیار اور قانونی ذمہ داری کی اہمیت سے خبردار کبھی قبول نہ کرے گا، آپ مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ میرا ایسا مطالبہ کرنا درحقیقت فرار کرنا ہے اور میں خود فرار ہی کے لیے واقعی ایسا کر رہا ہوں جو ہر عاقل کے نزدیک حماقت ہے مگر سوا اس حماقت کے میرے لیے کوئی چارہ کار بھی تو نہیں ہے باقی رہے عوام وہابیہ ان بیچاروں کو عقل و فہم سے کوئی نسبت نہیں ہے، اتنا میں کہہ دوں گا کہ میرے مطالبہ کا جواب نہ آیا وہ پھول کے کُپّا ہو جائیں گے، کس خوبصورتی سے میں نے جان بچانے کی شکل پیدا کر لی ہے) اب (مجھے اتنا کہنے دیجئے کہ) یہ تحریر ذمہ داری امن (آپ کے کسی کہنے یا لکھنے کے نہیں بلکہ غلام اشرف صاحب وغیرہ کے) اس بیان کے برعکس ہے (آپ کہیں گے کہ غلام اشرف صاحب وغیرہ میرے قاصد تھے، مگر ان کو کسی وعدہ کرنے کا حق نہ تھا اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ قاصد کو پیغام رسانی کے سوا کسی امر کی ذمہ داری سے کیا

واسطہ مگر کیا کروں آپ سے جان ہی اسی طرح بچتی ہے کہ قاصد پر ذمہ داری رکھ دوں نہیں بلکہ قاصد پر افترا کروں اور آپ کو اس کا ذمہ دار قرار دوں) لہٰذا التماس ہے کہ اگر آپ ذمہ دار امن (عامہ) ہیں تو مطلع فرمائیے (اس لیے نہیں کہ میں اس تحریر کو پا کر مناظرہ کے لیے چلا آؤنگا بلکہ پھر سوچوں گا کہ جان کس طرح آپ سے چھڑاؤں) ورنہ ہماری عرض سنئے (کہ گھوسی میں ہماری جو گت بنی تھی وہ ۳؍فروری کو بن چکی یہاں کی زمین اور آب و ہوا ہمارے مذہب کے خلاف ہوگئی ہے، اب یہاں کے مسلمان دلیر ہوگئے ہیں اور ہماری فطرت کا پورا مطالعہ کرلیا ہے، آپ سے زیادہ وہ خود مجھپر دباؤ ڈالیں گے کہ مناظرہ کرو لہٰذا) اگر آپ مئو میں (تشریف لے چلیں اور یہاں مسلمانوں سے کہہ دیں کہ ہم وہاں) مناظرہ کریں (گے) تو ہم ذمہ داری لیتے ہیں (کہ آپ کو کچھ بھی تکلیف نہ ہوگی) بشرطیکہ آپ کی جانب سے (چیلنج مناظرہ وغیرہ دینے کا) کوئی طریقہ خلاف تہذیب (مسلمانوں کو پے در پے بھیج کر گھوسی کی طرح) نہ برتا جائے (ورنہ مئو سو برس میں نجد بنا ہے دو دن میں ہمارے قبضہ سے نکل جاوے گا، پھر ہم کہاں مارے پھریں گے) امید ہے کہ آپ دونوں صورت (یہ ہے ملائی اردو) میں سے (کہ ہمارے پاس ہماری حماقت کا کوئی جواب ایسا نہ دیجیئے کہ ہم کو مناظرہ سے نجات نہ ملے اور یا گھوسی سے چلے چلئے، مئو میں دعوت کھائیے وہاں کے لوگ خود آپ کو مناظرہ کرنے سے روک دیں گے ان میں سے) جو صورت پسند فرمائیے مطلع فرمائیے (اگر مجھ کو مناظرہ کرنا ہوتا تو) موضوع مناظرہ (طے شدہ ہے جس کو میں خود ۸؍شوال کی شب کو کہہ چکا ہوں کہ تھانوی صاحب کے لیے نامناسب الفاظ کیوں استعمال کیے گئے، وہ الفاظ کیا ہیں، وہ مناسب ہیں، یا نامناسب، اس کے سوا کوئی موضوع نہیں ہوسکتا) وشرائط (مناظرہ تو محض فرار کے لیے اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے ورنہ دونوں مناظر جمع ہوکر

علمی قوانین کے ماتحت گفتگو کرکے اختلاف کو مٹائیں اس میں شرائط کی کیا ضرورت ہے لیکن اگر خدانخواستہ آپ نے امن عامہ کی تحریر ذمہ داری بھیج دی جس کے تصور سے میں کانپ اٹھتا ہوں تو پھر 'موضوع' و'شرائط' انھیں الفاظ میں پناہ لینا پڑے گا اسی وجہ سے گو موضوع مناظرہ کو میں نے خود ۸؍شوال کی شب کو اپنی زبان سے بیان کردیا تھا اور گو آپ کی تحریر ذمہ داری امن عامہ کے سوا کسی شرط کا ہونا اس سے میں نے خود ہی انکار کردیا ہے مگر کیا کریں تھوکا چاٹیں گے اور جان بچانے کے لیے جس کا ہر شخص کو قانونی حق حاصل ہے موضوع وغیرہ میں جھگڑا نکالیں گے، اسی لیے کہے دیتے ہیں کہ یہ امور) بعد جواب ملنے کے طے کیے جائیں گے، اگر آپ کو (مجھ بھگوڑے سے اب بھی) مناظرہ کا شوق ہی ہے تو (میں آپ کو کیا کہوں ہاتھ جوڑا پاؤں پکڑے مگر آپ کا دل نہ پسیجا آخر اس بے رحمی کی کوئی حد بھی ہے، آپ کا دل ایسا ہی ہے تو پھر) اب ان دونوں صورت (ملائیت) میں جو چاہئے منظور فرمالیجئے (مگر سمجھ رکھئے کہ اگر آپ نے امن عامہ کی ذمہ داری لی تو ہم ضرور گڑبڑ مچائیں گے ہڑبونگ کریں گے آپ کی بھی خیریت نہیں ہے یہ جو ہم مناظرہ کو ٹال رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) ہم امن عامہ میں خلل انداز ہونا نہیں چاہتے (مگر آپ مناظرہ پر مجبور کریں گے تو مجبوراً ہم ضرور خلل انداز ہوں گے اپنے دل میں اس کو خوب سوچ سمجھ لیجئے) اس لیے (کہ) اس کا (غور وفکر کرکے) اطمینان (حاصل کرلینا جو حاصل نہیں ہوسکتا آپ کے لیے) ضروری ہے (کیا اب بھی مناظرہ کرنے پر ہم کو آپ مجبور کریں گے)۔

احقر عبدالرحیم غفرلہ

۹؍شوال ۵۱ھ بوقت ۳؍بجے شام

☆☆☆

مولوی عبدالرحیم کی تحریر بالا کا ضمیمہ

مکرم بندہ جناب مولوی سید محمد صاحب، بعد ما ہوالمسنون آنکہ،

عریضہ سابقہ یہ بات لکھنے سے رہ گئی (عریضہ نہیں رہ گئی بلکہ عریضہ کو لکھنے والی قلم رہ گئی، یا قلم جس ہاتھ میں تھی وہ ہاتھ رہ گئی، بلکہ یوں کہئے کہ جس کی ہاتھ تھی وہ ہاتھوالی رہ گئی، یا خود مولوی عبدالرحیم رہ گئی یہ بولی اور خصم سے بولنے کی ہمت) کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ بندہ نے آپ کے پاس کوئی پیغام مناظرہ بھیجا (اجی حضرت یہی تو ایک بات تھی جس کو ارقام فرمایا گیا تھا اگر اسی کا جواب دینا رہ گیا تو پھر عریضہ سابقہ میں آپ نے محض اپنا سر کھپایا ہے اور کیا کہا جائے ساری تحریر ذمہ داری امن کا دارو مدار اسی پر تھا کہ آپ کا منہ اور چیلنج مناظرہ چھوٹا منہ بڑی بات ممکن بھی ہے یا نہیں، اگر آپ نے چیلنج مناظرہ دیا ہے تو آیئے مناظرہ کر لیجئے، اور نہیں دیا ہے تو ہم زبردستی نہ کریں گے اتنی اہم ضروری بنیادی بات اس طول طویل شیطان کی آنت جیسی تحریر میں رہ گئی تو سمجھئے سب بات رہ گئی اس کو آپ اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ جہنم میں جھونکئے اور اسی بات کا آپ جو بنیادی بات ہے جواب دیجئے کہ کیا بات رہ گئی) ہرگز میں نے کوئی پیغام نہیں بھیجا اور جس نے آپ سے یہ کہا غلط ہے (جو تحریر آپ نے پہلے بھیجی اور اپنے عوام کو سنا کر بھیجی اس میں یہ انداز کہ میں نے ایسا ایسا کہا تھا اس کو آپ چیلنج سمجھیں تو ہم نہیں روکتے یعنی گو اشارہ اشارہ میں چیلنج دینے سے انکار ہے مگر دبی زبان میں اقرار بھی ہے کہ عوام کو مغالطہ ہو جائے اور جو تحریر پوشیدہ طور پر چپکے سے بھیجی اس میں صاف صاف چیلنج مناظرہ سے انکار ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

عبدالرحیم عفی عنہ

۹ر شوال ۱۳۵۱ھ ۳ر بجے شام

مولوی عبدالرحیم صاحب کی دونوں تحریریں بے کم وکاست لفظ لفظ مطابق اصل ہم نے لکھ دیں جس میں نہ کمی کی ہے نہ بیشی کی ہے، البتہ جابجا قوسین میں دونوں تحریروں کے غلط مضامین کی اصلاح کردی ہے، اور پہلی تحریر میں قوسین کے اندر کی عبارت سے اس اسپرٹ کو ناظرین کے پیش نظر کردیا ہے جس میں اس کو مولوی عبدالرحیم نے لکھا تھا اور جس کو حاضرین کا ہر فرد بلا استثنا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے، اب آپ خود پہلے پہلی تحریر مع عبارت قوسین پڑھ جایئے پھر محض مولوی عبدالرحیم ہی کے الفاظ پڑھئے جس کو مزید ممتاز کرنے کے لیے اس پر لکیر کھینچ دی ہے اس کے بعد پھر مع عبارت قوسین کے پڑھئے اور پھر انصاف کیجئے کہ مولوی عبدالرحیم نے جس اسپرٹ میں اس کو لکھا تھا اس میں ذرا بھی اضافہ ہم نے نہیں کیا ہے، مجھے افسوس ہے کہ جس قدر میرے دل کی آرزو ہے کہ ناظرین روداد کو ایک ایک تیور اور ہر ہر جزئی بات سے اس طرح آگاہ کردوں کہ وہ گویا مناظرہ میں موجود تھے، اسی قدر خیال اختصار قلم کی روانی کو روکتا ہے لہٰذا بے حد مجبور ہوکر اب مجھ کو اپنا رویہ کسی قدر بدلنا پڑے گا اور صرف اس موقع پر جہاں شدید ضرورت ہوگی قوسین میں کچھ لکھوں گا۔

اب آپ مولوی عبدالرحیم کی تحریروں کو پھر پڑھئے اور دیکھئے کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی پیشین گوئی کیسی سچی نکلی کہ گو مولوی عبدالرحیم نے مجھ کو چیلنج مناظرہ دیا ہے، لیکن یقیناً وہ اس سے مکر جائیں گے اور صاف انکار کردیں گے یعنی آپ ملاحظہ کیجئے کہ دن دوپہر کس طرح آنکھ ملا کر صاف صاف چیلنج مناظرہ دینے سے انکار کردیا ہے ایسے ہی موقع پر حدیث شریف یاد آجاتی ہے کہ اتقوا عن فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله ایمان والے کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اس طرح حرف بحرف پیشین گوئی کا پورا ہونا کرامت نہیں تو اور کیا چیز ہے، چنانچہ جب مسلمانوں نے ان تحریروں کو پڑھا اور سنا تو بے

ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ حضور واقعی وہابی بڑے خفیف الحرکۃ ہوتے ہیں، بھلا جن وہابیوں نے خود الفاظ چیلنج اپنی کانوں سے سنے تھے وہ اس انکار کو سن کر دل میں کیا کہتے ہوں گے بیشک حضور کی پیشین گوئی سچی نکلی اور ہم کو یقین ہوگیا کہ کوئی وہابی کسی عالم دین کو کبھی چیلنج مناظرہ نہیں دے سکتا، حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ مولوی عبدالرحیم نے اس تحریر میں ایک خفیف الحرکتی اور بھی کی ہے کہ حکیم وجیہ الدین صاحب ساکن بسکھاری کا نام بڑے ادب سے اس طرح لکھا ہے کہ جیسے اپنے دیگر ائمہ وہابیہ کو لکھا کرتے ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ حکیم صاحب فتاوی حسام الحرمین شریف کے مخالف ہیں اور باب عقائد میں اچھے خاصے دیوبندی ہیں مگر عرس فاتحہ میلاد عزاداری وغیرہ کے جن کو تمام وہابی دیوبندی شرک خالص کہتے ہیں حکیم صاب بالالتزام و بالتعیین و بہئیت کذائیہ و بتداعی و باہتمام کرنے کے پابند ہیں، عرس کے نام سے سیکڑوں بیگہ اراضی پر ان کا قبضہ ہے وہ ان امور کی بجاآوری میں اس قدر مبالغہ سے کام لیتے ہیں کہ خود مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک استفتا کے جواب میں لکھا ہے کہ وجیہ الدین ہرگز سنی حنفی نہیں ہے اس کے ہاتھ پر بیعت حرام ہے مگر محض اس لیے کہ ایک دفعہ مولوی عبدالشکور کو بلاکر حفظ الایمان کی ناپاک تشبیہ کو اسلام بنانے کی ناممکن کوشش کرائی تھی، پیٹ بھر کھانا کھلا دیا تھا کرایہ کے نام سے جیب بھر دیا تھا تو اسی نمک خواری برادر کی وجہ سے جس کو مولوی اشرف علی تھانوی لکھ چکے ہیں کہ ہرگز سنی حنفی نہیں ہے اس کے ہاتھ پر بیعت حرام ہے اس کو مولوی عبدالرحیم صاحب جو باقرار خود خادم تھانوی صاحب ہیں لکھتے ہیں کہ جناب مولانا شاہ وجیہ الدین صاحب دام مجدہم، اے سبحان اللہ! جو تھانوی صاحب کے نزدیک ہرگز سنی حنفی نہیں ہے وہ خادم تھانوی کا دام مجدہم ہے، بڑے نمک حلال خادم ہیں کہ جس کے خادم ہیں اسی سے بھڑے جاتے ہیں یہ ''طویلے میں لتیاؤ'' خوب رہی

اس کو بھی خفیف الحرکتی کہتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ بات تو ختم ہوگئی مناظرہ کا پیغام بھیجنے والا اپنے پیغام سے انکار کر گیا لیکن جب آج کے دن میرا جانا رک گیا ہے تو اگر آپ لوگ دیکھنا چاہیں کہ نہ صرف زبانی بات کہہ کر وہابیہ مکر جاتے ہیں بلکہ اپنے لکھے سے بھی مکر جاتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے تو میں آپ لوگوں کو دکھادوں سب نے عرض کی یہ کیسے تو فرمایا کہ ۸؍شوال کی شب کو مولوی عبدالرحیم نے جو کچھ زبانی کہا تھا اور آپ لوگوں نے سنا تھا یہ زبانی بات سے مکرنا ہوا اب اگر میں ان کو امن عامہ کی تحریر لکھ کر بھیج دوں تو جو کچھ اپنے بیان کو قلم بند کر کے اس تحریر میں خود درج کیا ہے اس سے بھی مکر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو دوسرا مضمون اس شب کو بیان کیا تھا یعنی یہ نہیں کہا تھا جو اس تحریر میں خود لکھا ہے سب لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اگر وہ ایسا کریں تو خفیف الحرکتی کیا انتہا درجہ کی بے شرمی ہے اور پھر ہم لوگ ایمان لے آئیں گے کہ کسی وہابی کو کسی عالم دین سے بولنے کا حق نہیں ہے، نیز اگر حضور کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوگئی تو جو لوگ موقع پر موجود نہ تھے اور شبہ کر سکتے ہیں کہ مولوی عبدالرحیم نے واقعی چیلنج مناظرہ نہ دیا ہو وہ یہ دیکھ کر کہ لکھے ہوئے سے مکر گئے باور کر لیں گے کہ ان کے اقرار یا انکار کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ بہت سفید جھوٹ کے عادی ہیں، چنانچہ حضرت نے قلم برداشتہ یہ لکھ کر مولوی عبدالرحیم کے پاس بھیج دیا۔

حضرت محدث قبلہ نے مولوی عبدالرحیم کو جواب دیا

(پتہ) بمعائنہ مولوی عبدالرحیم صاحب لکھنوی

مبسملاً و حامداً و محمداً (جل و علا)

و مصلیاً و مسلماً محمداً (صلی اللہ علیہ وسلم)

اما بعد! شب گزشتہ (۸/شوال کی شب کو) آپ نے میرا نام لے کر علی رؤس الاشہاد مناظرہ کا زبانی چیلنج دیا صبح کو مجھے معلوم ہوا تو آپ سے آپ کے چیلنج کو قلم بند کرنے کی میں نے تاکید کی جس کی آپ ہمت نہ کر سکے اور بڑی جرأت کر کے اس پر محض زبانی اتنا اضافہ کیا کہ میں خود یعنی آپ میرے قیام گاہ پر چل کر مناظرہ کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ ادھر سے کوئی تحریر ذمہ داری امن کی آپ کے پاس بھیجی جائے، چنانچہ یہ بھی کیا گیا اب آپ نے یہ حیلہ کیا کہ اس تحریر میں گو آپ کا نام چار جگہ موجود ہے لیکن آپ سے خطاب کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا ہے (کہ اے عبدالرحیم صاحب جواب دو) لہٰذا آپ جواب نہ دیں گے، چنانچہ اتنا مزید کیا گیا کہ اس تحریر کا جواب (جس کا جواب سوا آپ کے چلے آنے کے کچھ نہ تھا) بصیغہ خطاب طلب کیا گیا، آپ نے آج دن بھر جس قدر حیلہ تراشی کی ہے اس کا تو مجھ کو کچھ تعجب نہیں ہے، ادھر سے آپ کی جس قدر ناز برداری کی گئی ہے یقیناً آپ اس کو محسوس کر کے متحیر ہوں گے، بہر حال خدا خدا کر کے سارا دن گذار کر آپ نے ایک تحریر بھیجی (از خرس موئے بس است۔

اس تحریر کا اس کے ضمیمہ کے ساتھ خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے چیلنج مناظرہ دینے ہی سے انکار کر دیا۔ وللہ الحجۃ السامیہ۔

بات تو ختم ہوگئی مگر آپ کو میزبانوں نے خدا جانے کس قدر مجبور کر رکھا ہے کہ باوجود اس انکار کے آپ مناظرہ کرنے کا نام مئو کے بھروسہ پر لیے جاتے ہیں اور دبی زبان سے مناظرہ کا چیلنج اس شرط سے دے رہے ہیں کہ ہم دوبارہ آپ کی زبان میں (یعنی آپ کے لفظوں میں آپ کی شورش کی بھی) ذمہ داری امن کی تحریر آپ کے پاس بھیج دیں، لہٰذا آپ کے چیلنج مناظرہ کو قبول کرتے ہوئے ہم آپ سے اے مولوی عبدالرحیم صاحب کہتے ہیں کہ آپ آج

محلّہ کریم الدین پور میں بعد نماز مغرب بغرض مناظرہ آجائیں، ہم ذمہ داری لیتے ہیں بشرطیکہ آپ کی جانب سے کوئی طریقہ خلاف تہذیب نہ برتا جائے (یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں) اپنے ہمراہیوں کی تعداد سے قبل از نماز مغرب مطلع کردیجئے، خدا کرے اب آپ کو کوئی حیلہ نہ سوجھے۔

فقط

فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی

ساکن کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

وارد حال قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڈھ

۹ رشوال المکرّم مطابق ۵ رفروری ۱۹۳۳ء

یوم یکشنبہ وقت ساڑھے چار بجے سہ پہر۔

☆☆☆

اس گرامی نامہ کو اول سے آخر تک پڑھ جایئے ابتدا میں تو محض واقعات کی اصلی و صحیح تصویر ہے لیکن آخر میں مولوی عبدالرحیم نے جن لفظوں میں چاہا تھا کہ ان کی اور ان کی جماعت کی شورش باوجودیکہ مشہور عالم ہے مگر اس کی بھی ذمہ داری حضرت محدث صاحب قبلہ لے لیں اس کو بھی حضرت نے پورا کردیا اور اس کو ہندوستان کا ہر قانون دان طبقہ جانتا ہے کہ اگر ذاتی تہور اور قوت قلب وزور صداقت وکرامت حقانیت پر اس کا مدار نہ ہو تو ہرگز کسی مناظر کے لیے زیبا نہیں کہ اپنے مخالف، اور اسکی جماعت کی شورش کا قانون کے سامنے جوابدہ ہونے کے لیے ایسی تحریر دے دے اور نہ آج تک دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال ہے یہ ہوسکتا ہے کہ بانیان مناظرہ میں سے کسی مسلمان نے اپنی دنیاوی قوت پر شاید ایسی ذمہ داری لے لی ہو لیکن مناظر کے ذمہ ایسی ذمہ داری کی مثال غریب الوطنی کی حالت میں جہاں تک میری

نظر ہے نہیں مل سکتی ہے، مولوی عبدالرحیم کس قدر آزاد ہیں کہ فوراً ایک جماعت کو لیے ہوئے پہنچ جائیں اور جب مناظرہ میں لاجواب ہوجائیں تو وہ خود یا ان کی جماعت کا کوئی خواہ مخواہ ہڑبونگ مچادے فساد کرے اور دوسرے دن حضرت محدث صاحب قبلہ اس کے قانون کے سامنے جوابدہ ہوں اور بلاشبہ حاضرین کی طرح ناظرین بھی یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ مولوی عبدالرحیم نے جہاں اس تحریر کو پایا اور دوڑے ہوئے ایک جماعت کے ساتھ مناظرہ کرنے چلے آئیں گے مگر آپ کو حیرت ہو یا نہ ہو، مولوی عبدالرحیم اب بھی نہیں آئے بلکہ ان کا ایک خط آیا اور صرف اس لیے آیا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی دوسری پیشین گوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوجائے، یعنی ۸؍شوال کی شب کو اپنا بیان جو کچھ خود انھوں نے اپنی قلم سے لکھ کر بھیجا تھا کہ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ فریق مخالف کے علما نے مولوی اشرف علی صاحب کے لیے نامناسب الفاظ استعمال کیے تھے اور مناظرہ کا چیلنج دیا تھا اس کے لیے تھانوی صاحب کے خدام کافی ہیں، اب اس سے بھی انکار کردیا اور ۸؍ شوال کی شب کو بیان کیا تھا اس کو بالکل نئی صورت میں لکھا اس موقع پر اس کا بیان کردینا ضروری ہے کہ تمام دن مولوی عبدالرحیم نے اسی میں ختم کردیا کہ بمشکل تمام ایک تحریر جو پہلے درج ہوچکی ہے مع ضمیمہ کے بھیج دی اور اسی کے ساتھ ضلع بھر کے مولویان وہابیہ کے پاس آدمی دوڑادیے کہ **المدد الغیاث** اب وہ وقت آیا کہ مولوی صاحبان ہانپتے کانپتے ہر طرف سے پہنچ گئے اور امن عامہ کی تحریر جب ان کو ملی تو سب یکجا تھے اور بہت بڑی جتھا بندی ہوگئی تھی مگر بھاگنے والا ایک ہو یا ہزار ہوں جب سب کو بھاگنا ہی ہے تو سوا بھاگنے میں تیزی بڑھ جانے کے اور کیا حاصل ہوگا، چنانچہ ضلع بھر کی قوت جمع ہوگئی مگر مولوی عبدالرحیم کو نہ آنا تھا نہ آئے اور یہ لکھ کر بھیج دیا۔

تحریر امن عامہ کا مولوی عبد الرحیم نے جواب دیا

بسم اللہ اقول وبہ اصول (یعنی اللہ کا نام سن کر میں کاٹ کھاتا ہوں) واجول (اور چکر میں پڑ جاتا ہوں) بعد ما ھو المسنون (حمد ونعت غائب اور اگر بسم اللہ کو حمد بنانے کی کوشش کرو تو کم از کم نعت تو بالکل غائب ہے، معاندین ایوان نبوی کا دار الندوہ بھر گیا ہے تو کم سے کم اتنا تو اس کا ظہور ہو) جناب سید محمد صاحب (یہ مولوی عبد الرحیم کی بدتمیزی شروع ہوتی ہے کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کا کم از کم، کم از کم، کم از کم ان علمائے کرام میں بالاتفاق شمار ہے جو مولوی عبد الرحیم کے اساتذہ کا درجہ ہے ان کو مولوی تک نہ لکھا اور مولوی عبد الرحیم جو حضرت محدث صاحب قبلہ کے تلامذہ سے برسوں سبق پڑھیں ان کو محض داب مناظرہ کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت محدث صاحب قبلہ نے برابر مولوی لکھا گو مولوی عبد الرحیم کیا اور ان کا مولوی وغیرہ لکھنا کیا اور محدث صاحب قبلہ کو اس کی ضرورت کیا جو فرمایا کرتے ہیں کہ جو قلم اعدا رسول کی تعظیم کرے وہ اگر میری بھی عزت کرے یا میری توہین کرے تو یہ میری ایمانی کمزوری ہوگی مگر ارباب تہذیب کو مولوی عبد الرحیم کی اس بدتمیزی کو نوٹ کر لینا چاہئے کہ ابتدا انھوں نے کر دی) میں نے رات چیلنج مناظرہ نہیں دیا تھا (یہ جملہ نہیں بھولتا چیرز) بلکہ (یہ بھی محض جھوٹ ہے کہ میں نے بتاریخ ۸؍شوال شب کو یہ بیان کیا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ جو علما فریق مخالف کے تشریف لائے تھے انھوں نے حضرت حکیم الامۃ جناب مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کے جناب میں نامناسب الفاظ استعمال فرمائے اور ان سے خواہش مناظرہ ظاہر فرمائی اور یہ بھی چیلنج دیا کہ حضرت حکیم الامۃ کے ہم خیال جو چاہیں ہم سے مناظرہ کر لیں، لہٰذا میں کہتا ہوں کہ اگر ان حضرات کو مناظرہ کا ایسا ہی شوق ہے تو حضرت حکیم

الامۃ کے خدام اس کے واسطے کافی ہیں، اگر گھوسی میں مناظرہ نہیں ہوسکتا تو خاص کچھوچھہ میں ہم حاضر ہوسکتے ہیں، لیکن جناب مولانا شاہ وجیہ الدین صاحب دام مجدہم کے ذریعہ سے ہم کو اطلاع دی جائے۔

آپ یقین کیجئے کہ میں نے ایسا ہرگز بیان نہیں کیا، نہ میں نے یہ سنا کہ تھانوی صاحب کے لیے نامناسب الفاظ استعمال کیے گئے، اور نہ میں نے علمائے اسلام کے کسی چیلنج کو سنا، نہ خود چیلنج دیا، اور نہ میں نے کچھوچھہ کا نام لیا، نہ بسکھاری کے حکیم صاحب کا نام لیا، میں نے تو یہ محض چیلنج مناظرہ دے کر اس سے انکار کرنے کی خفت مٹانے کے لیے آپ کو محض جھوٹ لکھ کر بھیج دیا تھا اور اس وقت میں تنہا تھا میں کیا میری تنہا عقل کیا جھوٹ بھی لکھا تو اتنا خیال نہ آیا کہ تھانوی صاحب کے لیے نامناسب الفاظ جو علمائے کرام نے استعمال فرمائے تھے وہ یقیناً حق تھے اگر تھانوی صاحب کے کلمات کفریہ پر بحث ہوئی تو ان کے کفر ہونے میں کسی قسم کا پردہ نہیں پڑسکتا، اب ہمارے خواجہ تاشون نے آکر سوجھایا ہے کہ یہ کیا غلطی کی ہے، تو اب آپ میرے لکھے کو بے لکھا اپنے پڑھے کو بے پڑھا کر دیجئے اور اب ہم جو کہیں کہ ہم کو ایسا معلوم ہوا اور ہم نے اس پر ایسا کہا اسی کو مانیئے، چنانچہ اب واقعہ ہم یوں تصنیف کرتے ہیں کہ ہم نے اور کچھ نہیں سنا تھا نہ کہا تھا بلکہ) یہ معلوم ہونے کے بعد کہ آپ کے فریق نے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے کی وجہ سے اہل حق کو گمراہ و کافر تک کہہ دیا ہے میں نے یہ ضرور کہا تھا کہ ان باتوں سے کیا ہوگا، اگر سید محمد صاحب (معلوم ہوا کہ بدتمیزی ۸/شوال کے جلسہ سے ہی شروع کردی گئی تھی) کو اگر شوق ہو تو مناظرہ سے گریز نہ کیا جائے گا (دیکھئے سوا اس بات کے کہ میں نے چیلنج مناظرہ نہیں دیا تھا بلکہ اگر مجھ کو چیلنج مناظرہ دیا جائے تو اس کو پیشگی قبول کرلیا تھا باقی آپ کا نام لینا جس سے میں نے مسلمانوں کو خواہ مخواہ

جھوٹا بنانے کے لیے انکار کر دیا تھا اس کا اب اقرار کرلیا کہ نہ تھانوی صاحب کا نام تھا نہ حکیم صاحب کا مگر آپ کا نام ضرور آ گیا تھا اور ایک حد تک چیلنج کا بھی اقرار کرلیا ہاں ایسا کیوں کہا تھا اور کیا سن کے کہا تھا اسی کو بدل دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے دروغ گورا حافظہ نباشد سے میں اپنے کو مستثنیٰ نہیں کرتا) اب آپ مجھ کو کریم الدین پور بلاتے ہیں اور امن کی ذمہ داری لیتے ہیں اور میرے ہمراہ آنے والوں کی تعداد دریافت فرماتے ہیں، لہٰذا جواباً عرض ہے کہ (ہمارے دارالندوہ کے اراکین جمع ہوگئے ہیں اسی لیے ہم دن بھر ٹالتے رہے ان سب کی نمائندگی میں) میں جناب مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی (میں کسی کو کچھ نہیں کہتا اور نہ مجھے اس کی خبر ہے لیکن ضلع اعظم گڈھ میں روتارا قوام کے افراد کو اپنے کو نعمانی کہتے اور لکھتے سنا اور دیکھا ہے مولوی عبداللطیف ضلع بھر کے وہابیوں میں خطیب اعظم کہے جاتے ہیں) اور جناب مولانا عبدالجبار صاحب مئوی اعظمی (تھانوی صاحب کے لانے کے لیے شکست خوردہ ٹھیکیدار) و جناب مولانا عبدالستار صاحب معروفی (ساکن پورہ معروف) اعظمی کو ہمراہ لے کر آنے کے لیے تیار ہوں (۸؍شوال کی شب کے جلسہ کی تقریر جو اس تحریر میں نقل کی گئی ہے یہ انھیں حضرات کی دماغی کاوش اور تازہ تصنیف ہے) آپ کو (اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ میرے یا تھانوی صاحب یا میرے دیگر اکابر وہابیہ کے ایمان کا ثبوت مجھ سے طلب نہ کیجئے گا ورنہ میں تیار نہیں ہوں میں بے ثبوت بات کو کس طرح ثابت کروں گا اور نہ میں آپ سے آپ کے عقائد حقہ و فتاوی اسلامیہ کی صداقت کا ثبوت طلب کروں گا ورنہ حق تو یوں ہی واضح ہے اور واضح تر ہو جائے گا سارے وہابیہ ایمان لے آئیں گے بلکہ آپ سے اس دعوے کا ثبوت طلب کروں گا جس کا علمائے اہل سنت و جماعت نے کبھی دعویٰ نہ کیا بلکہ اس کے خلاف صاف صاف تصریح کی، غرض آپ سے اس بات کا

ثبوت طلب کروں گا جس کو آپ خود ہرگز نہیں مانتے اور وہ یہ کہ آپ کو) یہ ثابت کرنا ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنا خلاف حنفیت اور کفر ہے اور (گو آپ دو دفعہ لکھ چکے ہیں مگر تیسری مرتبہ پھر لکھئے کہ) آپ حسب اقرار امن کے ذمہ دار ہوں گے اور (میری تو ساری جماعت بیک وقت شور کرے وہ آزاد ہے مگر آپ کی طرف سے) آپ کے سوا کسی دوسرے کو بولنے کا حق نہ ہوگا، اطلاع آ جانے پر مذکورہ بالا حضرات کو ساتھ لے کر میں (اب اس قابل ہوا ہوں کہ زبان سے اتنا کہہ سکوں کہ) فوراً آ جاؤں گا۔

نوٹ:- آپ کی تحریر عین وقت نماز مغرب پر پہنچی (کیا قبل غروب آفتاب ہی مغرب کا وقت آ جاتا ہے) لہٰذا نماز پڑھ کر (جی ہاں معلوم ہوا کہ آپ نماز بھی پڑھ لیا کرتے ہیں) جواب دیا جا رہا ہے۔ عبدالرحیم عفی۔ ۹ر شوال ۵۱ھ بعد المغرب (اس وقت کو بجے کہہ کر نہیں بتایا ورنہ آپ کی نماز مغرب کا وقت سب کو معلوم ہو جاتا)۔

☆☆☆

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے جب تحریر ذمہ داری امن عامہ روانہ فرمائی تھی تو گو فرما دیا تھا کہ مولوی عبدالرحیم نہ صرف زبانی چیلنج مناظرہ کے مضمون ہی سے بلکہ ۸ر شوال کی شب کا جو بیان خود لکھ کر پہلی تحریر میں دیا ہے اس اپنے لکھے ہوئے مضمون سے بھی مکر جائیں گے، لیکن مقامی مسلمانوں کو ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس بے شرمی کی حرکت کی امید نہ تھی، چنانچہ مسلمانوں نے جلسۂ مناظرہ کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر شروع کر دیا تھا اور قرب و جوار میں اعلان بھی کر دیا تھا لیکن مولوی عبدالرحیم کا جب یہ خط آیا تو مسلمانوں نے بے ساختہ کہا کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر اہل اللہ کی زبان ہرگز نہیں ٹل سکتی، جس پیشین گوئی کو ہم ناممکن سمجھتے تھے وہ بھی حرف بہ حرف پوری ہو کر رہی،

بلاشبہ وہابیہ کے اقرار وانکار کسی بات کا اعتبار نہیں ہے، مولویوں کی اتنی جتھ بندی پر جب یہ کمزوری ہے تو کوئی شک نہیں کہ وہابیہ اپنی کمزوری مذہب کا خود بھی یقین رکھتے ہیں اور اب آئندہ ان کو کسی عالم دین سے کچھ بولنے کا حق نہیں ہے، حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اس تحریر میں دوسری بے شرمی جو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے سے بھی بدتر ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں اور وہابیہ میں مسائل ولایت بلکہ مسائل نبوت بلکہ مسائل الوہیت میں بیشمار اختلافات ہیں ان کے اکابر کفر تک بک چکے ہیں ہم ان کو للکارتے ہیں کہ ان کے بارے میں مناظرہ کراو تو مولوی عبدالرحیم کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں یہ نمک حلالی ہے یا نمک حرامی اور مناظرہ کرنے پر تیار ہو کر فوراً آنے کی شرط یہ لگاتے ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہے اس کا کافر ہونا ثابت کردو، اگر میں حسن ظن سے کام لوں تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہابیہ علمائے اہل سنت و جماعت کے تصانیف عالیہ کا مطالعہ ہی نہیں کرتے ان کو روک دیا گیا ہے کہ دیکھو گے تو ایمان لانا پڑے گا، جس طرح کفار قریش نے طے کرلیا تھا کہ لاتسموعوا لھذا القرآن قرآن کو سنا ہی نہ کرو ورنہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے علم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گدھے سور کے علم سے تشبیہ دیا، انبیٹھوی صاحب نے فضیلت علم میں شیطان کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بڑھا دیا اسی پر علمائے عرب وعجم نے ان کی تکفیر فرمائی اور توہین بارگاہ نبوی کا الزام رکھا، یہ فتاویٰ کتابوں سے زبانوں پر اور زبانوں سے ہندوستان بھر کے بچہ بچہ کے کانوں میں پڑے وہابیوں نے بھی سنا خواہ مخواہ اپنے مولویوں سے پوچھا کہ آخر تکفیر کا فتویٰ کس بنا پر ہے اگر اصل مجرمانہ الفاظ سنا دیے جائیں تو عوام وہابیہ بھی توبہ توبہ کہہ کر مسلمانوں کے ساتھ ہو جائیں، لہٰذا جرم اصلی کو چھپاتے ہوئے بے رخی کے ساتھ یہ اڑا دیا اور اتنا کہہ کر بات ختم کردی کہ کچھ

نہیں چونکہ ہمارے علما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہتے، اسی لیے تکفیر کا فتویٰ دیا ہے، عوام وہابیہ نے سمجھا کہ تکفیر محض بے وجہ ہے اور مولوی صاحبان کی بات بنی رہ گئی، یہ ہیں اڑتی چڑیا کے وہ پر جن کو ہم نے ایک ایک کر کے گن لیا ہے، لیکن مولوی صاحبان وہابیہ کو اتنا تو سمجھنا تھا کہ یہ تحریر ان کے کسی چیلا کے پاس نہیں جاتی بلکہ خصم کے پاس جاتی ہے اور ایسا خصم جو ان مولویوں کے علم و عمل اور رگ و ریشہ سے اچھی طرح آگاہ ہے، ایسے مخاطب سے ایسی جاہلانہ اور اپنے مشن کی خاص بات کہنا کون سی عقل مندی ہے کتنی بڑی بے حیائی ہے کہ حضرات علمائے اہل سنت اپنی کتابوں میں صاف صاف تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق سوا اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی پر نہیں ہوتا، اس لفظ سے وہی ذات پاک متبادر الی الفہم ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع نہیں بخشی، کسی معنی کا حصول اور چیز ہے اور کسی لفظ کا اطلاق اور چیز ہے، غیب پر مطلع ہونا اور چیز ہے اور لفظ عالم الغیب کا کہنا اور چیز ہے، قرآن کریم میں ہے ولـلّٰـه العزة ولرسوله الآیه اللہ کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول کے لیے عزت ہے، یعنی عزت وجلالتِ رسول حق ہے صحیح ہے مگر نام پاک کے بعد عزوجل نہیں بولا جاتا صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اللہ عزوجل کہتے ہیں کیونکہ حصول عزت اور چیز ہے اور لفظ عزوجل کا اطلاق اور چیز ہے خود علم ہی کے بارے میں دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم کہتے ہیں کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے، علام بھی کہتے ہیں کہ علام الغیوب ہے، لیکن علامہ جس میں علم کا مزید مبالغہ ہے، نہیں کہتے کہ اس لفظ کی ساخت ذات کبریا کے مناسب نہیں ہے یہ کیوں اس لیے کہ علم کا مبالغہ ہونا اور چیز ہے اور لفظ علامہ کا بولا جانا اور چیز ہے دونوں میں کوئی علاقہ نہیں ہے، ایسی صاف اور کھلی تصریح کرنے والوں سے یہ کہنا کہ آپ عالم الغیب نہ کہنے والے

کو کافر ثابت کیجئے تو میں آپ سے مناظرہ کرنے فوراً آتا ہوں کتنی بڑی بے حیائی ہے اس کے معنی یہی تو ہوئے کہ میں آپ سے ہرگز ہرگز مناظرہ نہ کروں گا، اس تحریر مولوی عبدالرحیم کو دیکھ کر تمام مسلمان مناظرہ سے مایوس ہوگئے اور کہنے لگے کہ بس یقین ہوگیا کہ وہابیہ جو چاہیں کریں، مگر کسی عالم دین سے مناظرہ نہیں کرسکتے، حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ آپ لوگ پیشین گوئی کو بڑی اہمیت محض اپنی ناتجربہ کاری سے دے رہے ہیں، حالانکہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ محض بربنائے تجربہ کہا تھا، البتہ میں آپ لوگوں کو اپنی ایک پیشین گوئی یاد دلاتا ہوں جو بلا قصد مولیٰ تعالیٰ نے میری زبان پر جاری فرمادیا تھا، اور وہ ۳ر فروری کے جشن فتح کے جلسہ میں ہوا تھا، میں نے کہا تھا کہ جب میں گھر سے چلا تھا تو اس ارادہ سے چلا تھا کہ آپ لوگوں کو یقین کرادوں کہ نہ صرف تھانوی صاحب بلکہ کوئی وہابی جو مثل تھانوی صاحب کے اپنے عقائد کی ناپاکی سے آگاہ ہے اہل حق کے سامنے مناظرہ کے لیے نہیں آسکتا، جس کو بہت حد تک آپ لوگ سمجھ چکے ہیں اور جو باقی رہا ہے وہ آج سے کل تک میں آپ کو بدلائل سمجھادوں گا۔

جس وقت یہ الفاظ میری زبان سے بے اختیارانہ نکلے تھے تو میں یہ سمجھا تھا کہ تھانوی صاحب کے متعلق آپ لوگوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے، لیکن وہابیوں کا حال مجالس وعظ میں بیان کرکے واقعات سے سمجھادوں گا مگر اس قدرت کاملہ وطاقت غیبیہ نے ان الفاظ کو کہلاکر اسکے وہ معنی حقیقی ومتبادر لئے تھے جس کا مجھ کو خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا یعنی اگر آپ لوگ کہیں تو میں آپ کو خود دکھادوں کہ وہابیہ محض اس وجہ سے اہل حق سے مناظرہ نہیں کرسکتے کہ ان کو اپنے عقائد کی ناپاکی کا خود یقین ہے چنانچہ تھانوی نے دیکھ لیا اب کسی وہابی میں مولوی عبدالرحیم اور جتنے اِدھر اُدھر کے وہابیت کا چھپرا اٹھانے آئے ہیں انکو لے

لیجئے میں آپ کو دکھا سکتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے عقائد کی ناپا کی کا یقین رکھتے ہیں، مسلمانوں نے عرض کیا کہ یہ کیسے فرمایا کہ اگر میں ان کولکھ کر بھیج دوں کہ ہرگز ہم لوگ عالم الغیب نہ کہنے والے کو کافر نہیں کہتے بلکہ ہم خود لفظ عالم الغیب کا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کرتے ہیں بلکہ یہاں تک لکھ دیں کہ ہمارے علما کے اقوال جو کچھ بھی آپ تک پہنچے ہوں ان میں سے جن سے بھی اپ کو اختلاف ہو اس پر مناظرہ کر لیجئے، تو وہ ہرگز نہ اپنے عقائد باطلہ وکلمات کفریہ پر مناظرہ کرنے کو تیار ہوں گے، نہ ہمارے عقائد حقہ ہی پر گفتگو کرنے کی جرأت کریں گے بلکہ خواہ مخواہ اسی عالم الغیب کہنے پر کافر وغیرہ کہنے کا ثبوت طلب کریں گے اور جس کے خلاف ہم خود تصریح کر رہے ہیں، اسی پر ہم سے ثبوت طلب کرنے کے لیے مناظرہ کا نام لیں گے اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ ان کو اپنے عقائد کی ناپا کی پر یقین ہے، مسلمانوں کا ارادہ اس سلسلہ کو ختم کرنے کا تھا مگر اتنا سن کر بولے کہ اگر حضور اتنا اور ہو جائے تو جو یقین ہم کو حاصل ہوا ہے اس پر بذریعہ مشاہدہ اطمینان کلی ہو جائے، چنانچہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے یہ گرامی نامہ لکھ کر روانہ فرمایا۔

حضرت محدث صاحب قبلہ نے مولوی عبدالرحیم کو آخری خط بھیجا

مبسملا و محمدا و مصليا

اما بعد! مولوی عبدالرحیم صاحب آپ کی تحریر پہنچی جس میں آپ نے سطر اول ہی میں لکھا ہے کہ میں نے رات چیلنج مناظرہ نہیں دیا تھا میں اس جملہ پر پھر کہتا ہوں کہ وللہ الحجۃ السامیہ آپ نے یہ خبر خوب تصنیف کی (خواہ مخواہ دل سے گڑھ لیا) کہ علمائے اہل سنت وجماعت نے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہے اس کی تکفیر کی ہے حالانکہ علمائے کرام نے

ایسا ہرگز نہیں فرمایا اور نہ آپ کو بظن غالب (یہ عالمانہ تقویٰ ہے ورنہ فرمایا جاتا کہ یقیناً) خبر پہنچی، ہاں بحث علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جن لوگوں نے حد سے متجاوز ہوکر دربار ابد قرار نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کی ہے گو علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انکار نہیں کیا ہے لیکن تنقیص ایوان نبوت کی وجہ سے وہ کافر ہوگئے یہ فرمایا ہے اور عبارات حفظ الایمان و براہین قاطعہ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے (کہ ان دونوں کتابوں میں علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انکار نہیں کیا گیا مگر چونکہ تھانوی صاحب نے علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتے ہوئے اس کو گدھے سور کے علم غیب سے تشبیہ دی ہے اور انبیٹھوی صاحب نے بھی علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتے ہوئے شیطان کے علم غیب کو اس پر بڑھایا ہے، لہٰذا عالم الغیب نہ کہنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس گستاخی و بدتمیزی کی وجہ سے علمائے عرب وعجم نے تکفیر فرمائی ہے کیونکہ عالم الغیب نہ کہنا تو ہم مسلمانوں کا طریقہ ہے اس پر تکفیر کیوں کی جاتی) اور غالباً (بلکہ یقیناً) آپ کو اسی کی خبر پہنچی ہے اور اب آپ اس موضوع سے ہٹنا چاہتے ہیں (کیونکہ آپ کو بھی ان کلمات کفریہ وعقائد وہابیہ کی ناپاکی کا یقین ہے) بہرحال (ہم اپنے علمائے کرام کے ہر ارشاد وفتویٰ کو ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں اس میں عالم الغیب نہ کہنے پر آپ کو اصرار کرنا بیجا ہے ہم عام بات کہے دیتے ہیں کہ) ہمارے علمائے کرام نے جو کچھ فرمایا ہے اور اس سے آپ کو اختلاف ہے اور ضرور ہے تو آپ مع مولوی عبداللطیف صاحب نعمانی و مولوی عبدالجبار صاحب اعظمی و مولوی عبدالستار صاحب معروفی کے بغرض مناظرہ باطمینان خاطر آجائیے (لیجئے سہ بارہ ذمہ داری امن سے آپ کو مطمئن کردیا جاتا ہے اور یہاں ۹ ربجے شب کو پہنچ جائیے، میں آپ ہر چہار صاحبان کے امن کا ذمہ دار ہوں اور میرے سوا کوئی آپ سے کلام نہ کرے گا اور آپ لی

طرف سے بھی بولنے والے آپ ہی ہوں گے (یہ کون سا طریقہ ہے کہ آپ سب لوگ بکبک شروع کردیں ہاں) دوسروں کو حق تلقین حاصل ہے۔

فقط

فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی غفرلہ

ساکن کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

حال وارد قصبہ گھوسی محلّہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڈھ۔

مورخہ ۹؍شوال المکرّم ۱۳۵۱ھ مطابق ۵؍فروری ۱۹۳۳ء

یوم یکشنبہ ساڑھے سات بجے شب

☆☆☆

اب مولوی عبدالرحیم کی طرف سے مسلمانوں کو اتنی مایوسی ہوچکی تھی کہ کسی کو مجلس مناظرہ میں ان کے آنے کا انتظار نہ رہ گیا تھا مگر چونکہ جلسہ کا انتظام ہوچکا تھا اعلان کی وجہ سے جوق جوق ہر طرف سے لوگ آرہے تھے، وہابیوں کا ہجوم سب سے زیادہ تھا۔ ۸؍بجے شب تک جلسہ گاہ کی وسیع زمین حاضرین پر تنگ ہوگئی تھی، لہٰذا مسلمانوں کی رائے ہوئی کہ فریقین کے خطوط حاضرین کو سنادیے جائیں اور وعظ بھی فرمایا جائے، لہٰذا تحریر بالا روانہ کرکے تکبیر کے فلک بوس نعروں میں حضرت محدث صاحب قبلہ جلسہ گاہ کو روانہ ہوئے اور ۸؍بجے شب کو کرسی موعظۂ حسنہ کو زینت بخشی اور جملہ خطوط کو لفظ بلفظ سنا کر حاضرین کے سامنے رکھ دیا جس کو بعض حاضرین نے خود بھی پڑھا، حضرت محدث صاحب قبلہ نے اپنا آخری خط سنا کر فرمایا کہ کسی مسلمان سے یہ کہنا کہ اگر تم حق پر ہو اور ہمت رکھتے ہو تو خدا کو دو۲ ثابت کردو میں تم سے مناظرہ کروں گا اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کہنے والا خود مناظرہ سے ڈرتا اور بھاگتا ہے تو ٹھیک اسی طرح مولوی عبدالرحیم کا یہ کہنا کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ کہنے پر

تکفیر ثابت کر دو تو میں مناظرہ کے لیے دل و جان سے فوراً سے پیشتر تیار ہوں
اس کے یہی معنی ہیں کہ مولوی عبدالرحیم مناظرہ کے نام سے کانپ رہے ہیں،
اور بری طرح سے ڈر گئے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے پچھلے خط کو آپ
لوگوں کو سنا چکا ہوں اس میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ہم اور ہمارے علمائے کرام
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق نہیں کرتے تو اس لفظ
کے نہ کہنے پر تکفیر کیسے فرمائیں گے۔

یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس پر اصرار نہ کیجئے کہ ہمارے علما نے کیا فرمایا ہے
آپ یہاں آجائیے، ہمارے علما نے جو کچھ فرمایا ہوگا سب کا ثبوت ہمارے ذمہ
ہے لیکن باوجود اس کے مجھ کو مولوی عبدالرحیم کے مجلس مناظرہ میں آنے کا
انتظار نہیں ہے بلکہ ایک پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے میرے زبان پر جاری فرمادیا
تھا اس کی پوری ہونے کے لیے مجھ کو مولوی عبدالرحیم کے ایک خط کا انتظار ہے
جس میں وہ لکھیں کہ اگر مناظرہ ہوگا تو پہلے اسی پر ہوگا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے پر تکفیر کو ثابت کیجئے، جب آپ اس کو ثابت کرلیں
تو پھر دوسرے مسائل پر گفتگو ہوگی اگر یہ تحریر آ گئی تو آپ لوگوں کو یقین ہو جائے
گا کہ اہل سنت و وہابیہ کے اختلافات کو ہاتھ نہ لگانا اور اپنے عقائد باطلہ کو
موضوع مناظرہ نہ قرار دینا محض اس وجہ سے ہے کہ مولوی عبدالرحیم وغیرہ کو خود
اپنی بطالت کا یقین کامل ہے، اس مجلس مناظرہ میں وہابیوں کے لیے بھی تخت
بچھایا گیا تھا، حضرت نے حکم دیا کہ اس کو الٹ دو، اور مضمون بالا کی مولوی
عبدالرحیم کی تحریر کا انتظار کرو، ابھی یہ کلمات طیبات ختم ہوئے تھے کہ مولوی
عبدالرحیم کا خط لے کر ایک نوجوان آیا اور حضرت محدث صاحب قبلہ کے دست
مبارک میں دے کر فوراً بھاگ گیا جو درج ذیل ہے۔

مولوی عبدالرحیم کا پچھلا خط

بسم اللہ اقول وبہ اصول واجول (اللہ تعالیٰ کا نام سن کرایڑی بوٹیاں کاٹیں اور چکر کھا گئے، یہاں تک کہ نعت شریف غائب) بعد ما ہوالمسنون جناب سید محمد صاحب (بدتمیزی میں فرق نہ آیا) مجھ کو یہ بات پہلے سے معلوم تھی (کہ میں نے آپ کو چیلنج مناظرہ غلطی سے دے دیا ہے تو آپ میرے پیچھے پڑ جائیں گے میں بھاگوں گا اور آپ پھر بھی تعاقب کریں گے لیکن اس واقعہ کو میں اپنا دل خوش کرنے کے لیے یوں کہتا ہوں) کہ آپ اور آپ کی جماعت تنہائی میں بڑے بلند بانگ دعویٰ کرتی ہے، مگر اہل حق کے سامنے آنے سے ہمیشہ گریز کرتی رہتی ہے (سچ ہے شرم چہ کتی است کہ پیش عبدالرحیم بیاید

کیوں حیا کا لگاؤ جی کو گھن　　　　بےحیا باش ہر چہ خواہی کن

جیسے کوئی آئینہ سامنے رکھ کر اپنی صورت کو خود کوسے

آئینہ دیکھ کر نہ خفا ہوئیے جناب　　　　جا کر پڑیں گی کس پر نگاہیں عتاب کی

ارباب تہذیب مولوی عبدالرحیم کی بدتمیزیاں دیکھتے جائیں) آپ کو یقین کرنا چاہئے (کہ مناظرہ سے بچنے اور اپنے عقائد باطلہ کی ناپاکی کو طشت از بام ہونے سے بچانے کے لیے اب میرے پاس یہی ایک غلط بیانی رہ گئی ہے) کہ مجھ کو یہی معلوم ہوا اور (ناپاک جرأت کر کے مجھے سفید جھوٹ بولنا پڑتا ہے کہ) یہی واقعہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے کی وجہ سے اہل حق کی تکفیر کی گئی ہے، لہٰذا اب آپ کا (ہمارے سفید جھوٹ کو نہ ثابت کرنا) موضوع سے گریز کرنا (اور) مناظرہ سے صریح فرار ہے (اگر آپ میرے سفید جھوٹ کو ثابت کریں تو) میں اب بھی تیار ہوں (ورنہ عقائد وہابیہ پر مناظرہ کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہے) اور امید کرتا ہوں کہ آپ جرأت سے کام

لیں گے (ایک عالم ربانی سے کسی معمولی طالب علم کا یہ کہنا بدتمیزی نہیں تو اور کیا ہے) اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب نہ کہنے کو کفر نہیں ثابت کر سکتے (جو میرا سفید جھوٹ ہے) تو (کم از کم میرے دوسرے جھوٹ کو جو پہلے جھوٹ کا بچہ ہے یعنی) خلاف حنفیت ہونا ثابت کرنے کے لیے تیار ہو کر مجھے جلد بلائیں گے (نصف شب کے قریب وقت گزر گیا تو میل بھر سے اتنی آواز آئی) تا کہ میں ان تین حضرات کے ساتھ جن کے اسمائے گرامی میں پہلے لکھ چکا ہوں حاضر ہو جاؤں تا کہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اب ان حیل و تدابیر سے آپ کا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا (چوری اور اس پر شہ زوری اور بدتمیزی کے ساتھ۔

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد)

اس موضوع (یعنی میرے سفید جھوٹ) کے طے ہو جانے کے بعد (ورنہ اس سے پہلے میں مناظرہ کسی مسئلہ پر نہ کروں گا) دوسرے مباحث پر بھی (میں ضرور گفتگو کروں یہ مجھ سے نہ ہو گا ہاں) گفتگو ہو سکتی ہے (ضروری نہیں ہے)

فقط

عبدالرحیم غفرلہ

۹ رشوال ۵۱ھ بوقت ۹ ربجے شب

☆☆☆

یہ تحریر جلسہ میں ۱۰ ربجے شب کے بعد پہنچی تھی جو سب کو سنادی گئی، تمام حاضرین حضرت محدث صاحب قبلہ کی اس پیشین گوئی کو بھی کہ مولوی عبدالرحیم ہرگز مناظرہ کرنے نہ آئیں گے اور یہ لکھ کر بھیج دیں گے کہ جو عالم الغیب، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ کہے اس کو کافر وغیرہ ثابت کیجیے، حرف بحرف

پورا ہوتے دیکھ کر بے اختیار اس تحریر کو دیکھ کر ہنس دیئے اور اہل دل حضرات کی پیشین گوئی کی روحانی طاقت پر سب کو اطمینان ہوگیا، سب نے بالاتفاق اقرار کیا کہ حضور نے جو کچھ فرمایا تھا وہ آنکھوں سے دیکھ لیا بلاشبہ کوئی وہابی کسی عالم دین سے محض اس وجہ سے مناظرہ نہیں کرسکتا کہ ہر وہابی کو اپنے عقائد باطلہ کی ناپاکی پر یقین کامل ہے اور اس عظیم الشان مجمع عام میں جس میں بکثرت وہابیہ موجود تھے بلا کسی ایک شخص کے انکار کے یہ تجویز بالاتفاق پاس ہوگئی کہ وہابیوں کی شکست ہوچکی اور مسلمانوں کو روشن فتح حاصل ہوئی، گو حساب کیجئے تو مولوی عبدالرحیم کا ۸/ شوال کی شب کو چیلنج مناظرہ دینا اور صبح ہوتے ہی اس سے تحریری انکار کردینا ایک اور خود ہی ۸/ شوال کی شب کو جو بیان کیا تھا اس کو تحریر اول میں قلم بند کرنا اور پھر دوسری تحریر میں اس سے منکر ہوکر دوسرا مضمون لکھنا دو اور مناظرہ کے لیے موضوع ایسا مقرر کرنا جو ہرگز اختلافی نہیں ہے اور تمام واقعی اختلافات پر مناظرہ کرنے سے انکار کردینا تین کل مسلمانوں کی تین روشن فتحیں ہوئیں، کم از کم اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ سب ملا کر یہ

مسلمانوں کی ساتویں فتح مبین و عظیم ہوئی

☆☆☆

۱۰/ شوال مطابق ۶/ فروری کی کارروائی

رات کے عظیم الشان جلسہ کی خبر مشہور ہوگئی خود وہابیوں نے جاکر مولوی عبدالرحیم وغیرہ کو سارا حال سنایا اور بے حد غیرت دلائی اور چونکہ حضرت محدث صاحب قبلہ کو جلد سے جلد مبارکپور بھی جانا تھا، لہٰذا جلسۂ مذکورہ ہی میں اعلان ہوچکا کہ کل دن کو ساڑھے نو بجے کی ٹرین سے حضرت تشریف لے

جائیں گے، مولوی عبدالرحیم وغیرہ نے اس کو بھی سنلیا تھا، اب وہابیوں نے دارالندوہ کر کے یہ طے کیا کہ ٹھیک روانگی کے وقت پھر کچھ لکھ کر ۹ر شوال کی شکست کی خفت مٹائی جائے کیونکہ تحریر جانے پر جواب کا وقت نہ رہے گا اور اب فتح حاصل ہو جانے پر حضرت محدث صاحب قبلہ بھاگے تو اس وقت تک کی کارروائی سے وہابیوں کی جو ذلت ہو چکی ہے جس پر وہ اپنی مذہبی تقدیر پر رو رہے ہیں، اس کارروائی سے آنسو پوچھ جائیں گے، چنانچہ ۱۰ر شوال مطابق ۶ر فروری کی صبح ہوئی ۹ر بجے دن تک حضرت محدث صاحب قبلہ قیام گاہ پر مقیم رہے، مسلمانوں کا برابر ہجوم رہا، فتح کی مسرت کا سب زبانوں پر چرچا تھا، ۹ر بجے حضرت کا سارا سامان بندھ کر اسٹیشن چلا گیا، ملازم بھی چلا گیا، حضرت اٹھے اور بغرض ناشتہ جناب حکیم شمس الہدیٰ صاحب خلف اکبر حضرت صدرالشریعہ کے مکان پر تشریف لے گئے، گاڑی کا وقت قریب آ گیا تھا ہر کام میں عجلت تھی، جلدی سے دسترخوان بچھا حضرت نے ناشتہ تناول فرمانا شروع کر دیا، پانچ منٹ کا راستہ طے کرنا تھا ۹ر بج کر ۱۵ر منٹ ہو چکے تھے کہ خوب وقت کو دیکھ بھال کر مولوی عبدالرحیم کا قاصد آیا اور یہ خط لایا۔

مولوی عبدالرحیم کا پہلا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (حمد اور کم سے کم نعت شریف تو بالکل غائب ہے) بعد ما ھو المسنون جناب سید محمد صاحب (مولوی عبدالرحیم نے اپنی بدتمیزی نہ چھوڑی اور حضرت محدث صاحب قبلہ اپنی کریمانہ عادت سے بخیال داب مخاطبہ ان کو مولوی لکھنا نہ چھوڑا جاہل و عالم میں یہ فرق ہوتا ہے) رات میں نے آخری تحریر میں جو یہاں سے ۹ر بجے شب کو روانہ کی تھی (حالانکہ اس کے بجائے مجھ کو خود آنا چاہئے تھا اگر مجھ میں مناظرہ کی ہمت ہوتی اس

میں) یہ عرض کیا تھا (اور خواہ مخواہ طول دیا تھا تا کہ میرے عمق کی تہ تک کسی خط مستقیم کی رسائی نہ ہو) کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے کو کفر وخلاف حنفیت ہونا (گو مجھ کو اسلام و حنفیت کسی سے بھی کوئی علاقہ نہیں ہے، اسلام تو اپنے آقا تھانوی وغیرہ پر قربان کر چکا ہوں اور بے اسلام کے حنفیت کیا چیز ہے، اور پھر میرے بھائی مولوی عبدالشکور نے اپنی کتاب علم الفقہ میں آپ کے امام اعظم ابوحنیفہ کے مسائل کو قابل نفرت قرار دیا ہے یہ میری ڈھٹائی ہے کہ کفر وخلاف حنفیت کا جامہ خود پہنے ہوں اور پھر بھی آپ سے کہتا ہوں کہ کفر وخلاف حنفیت ہونا) ثابت کرنے کے لیے تیار ہو کر مجھے فوراً مطلع کریں میں ابھی آتا ہوں مگر آپ (میرے فرار کو سمجھ گئے اور میری جہالت کو محسوس کر کے موافق

ع   جواب جاہلاں باشد خموشی

میری شکست کا اعلان صحیح کرکے) اب تک خاموش ہیں (آپ چاہتے تھے کہ میرے ناپاک عقائد کی ناپا کی سب پر ظاہر ہو جائے اور میں دانستہ ایسی غلطی نہیں کرسکتا تھا اور اپنی مذہبی پردہ داری پر مجبور تھا اس میں میں نے بیجا کیا کیا دنیا اپنا عیب چھپاتی ہے آپ نے نہیں سنا کہ) کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے پھر عرض کرتا ہوں کہ (میں تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے سے نہیں گھبراتا لیکن) آپ اگر لفظ عالم الغیب سے گھبراتے ہوں تو یہی ثابت کرنے کو تیار ہو جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہے (مگر یہ تو آپ ثابت کر کے جائیں گے امر حق کا ثابت کرنا کیا دشوار ہے، آپ سمجھیں گے کہ اب میں مناظرہ کرنے آجاؤں گا، بھلا مجھ سے اور یہ امید، لہٰذا پھر ایک افترا کرتا ہوں اور جو آپ نہیں کہتے اس کا ثبوت آپ سے مانگتا ہوں تا کہ کل کی طرح آج بھی جان بچالے جاؤں، لہٰذا غور سے سنئے کہ آپ کو ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ما کان

وما یکون کا علم ہے) اور اس کا انکار خلاف حنفیت و (اسی قدر نہیں بلکہ خلاف اسلام ہے (جو انکار کرے وہ کافر ہے) تو میں ان حضرات کے ساتھ حاضر ہوتا ہوں کہ جن کے اسمائے گرامی پہلے لکھ چکا ہوں ایک گھنٹہ میں (یعنی مبارک پور تشریف نہ لے جانے کے بعد) جواب روانہ فرمائیے ورنہ ہم آپ کی طرح بیکار نہیں ہیں (یعنی آپ تو بمشکل سال بھر میں کسی جگہ دو دفعہ تشریف لے جانے کا وقت پاتے ہوں گے اس قدر مصروفیت بڑھی ہوئی ہے اور ہم تو چار مہینہ سے اسی ضلع میں گردش کی نوکری پر لگے ہوئے ہیں، لہٰذا آپ کا قیام فرمانا بیکار ضرور ہے مگر ہماری طرح بیکار نہیں ہے کہ چار مہینہ سے بیکاری کاٹ رہے ہیں، لہٰذا دونوں بیکاری یکساں نہیں ہے) اب بھی اگر آپ نے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے آمادہ ہوکر ہمیں نہیں بلایا تو آپ کا (کون بیوقوف کہہ سکتا ہے (البتہ ہمارا) فرار مثل آفتاب نصف النہار (آج بھی) عالم آشکار ہو جائے گا (بلکہ ہوگیا) امید ہے کہ یہ بدنما سیاہ داغ اپنے واسطے (نہیں بلکہ ہمارے واسطے) آپ مناسب (آج) نہ سمجھیں گے (اور اگر آپ کو رحم کرنا آتا ہی نہیں تو) آئندہ اختیار ہے (مولوی عبدالرحیم کی بدتمیزیاں ارباب تہذیب نوٹ کرلیں)

فقط

عبدالرحیم غفرلہ

۱۰ ر شوال ۱۵۱ھ ۹ ر بج کر ۱۰ ر منٹ صبح

حضرت محدث قبلہ نے ناشتہ ملاحظہ فرماتے ہوئے اس خط کو پڑھا اور سب کو سنایا فرمایا کہ میری روانگی کا یقین کرتے ہوئے ٹھیک وقت روانگی پر یہ خط بھیجا ہے مگر مولوی عبدالرحیم کو میری طرف سے اتنا خوف اب بھی لگا ہے کہ اگر مناظرہ کا امکان نظر آیا تو ٹرین پر سوار ہوکر اتر پڑوں گا، لہٰذا اپنا دل خوش کرنے اور عوام کو فریب دینے اور اپنی شب گذشتہ کی خفت مٹانے کے

لیے بظاہر مناظرہ کے لیے ایک تحریر بھیج دی مگر کل کی طرح آج بھی افترائی چال چلے ہیں، یعنی علمائے اسلام پر یہ افترا کیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جو علم ما کان و ما یکون نہ مانے اس کو معاذ اللہ کافر کہتے ہیں اور اب اسی تکفیر کو موضوع مناظرہ قرار دیتے ہیں، اب اگر میں جواب ہی نہ دوں تو ان کو کہنے کو مل جائے گا کہ فرار ہو گیا، اور اگر جواب دوں اور قیام بھی کروں تو دن بھر وہ ایسی ہی مذبوحی کرتے رہیں گے ان کی تو اس جوار میں نوکری لگائی گئی ہے لیکن میں کب تک اپنا وقت ضائع کروں گا، لہٰذا میں جواب لکھا کر بھیجتا ہوں اور سفر مبارک پور کو ملتوی نہیں کرتا اس جواب سے ان کے عوام کو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی چنانچہ حضرت نے ناشتہ فرماتے ہوئے ایک منٹ میں یہ جواب لکھا دیا۔

گرامی نامہ حضرت محدث صاحب قبلہ بجواب خط مولوی عبدالرحیم

باسمہ تعالیٰ نحمدہ ونصلی ۔شب گزشتہ میری اس تحریر کے جواب میں جس کا جواب آپ کے آنے کے سوا کچھ نہ تھا آپ کا لکھ کر بھیج دینا کہ موضوع بحث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ کہنے کی وجہ سے علمائے اہل سنت نے کفر و خلاف حنفیت ہونے کا فتویٰ دیا ہے اسی پر آپ مناظرہ کر سکتے ہیں، آپ کا علما پر کھلا ہوا افترا کرنا اور پھر اسی افترائی مضمون کو موضوع مناظرہ مقرر کرنا اور بجائے خود آنے کے ایسی لغو اور مہمل تحریر لکھ کر بھیج دینا آپ کے شرمناک فرار اور شکست کو بے حجاب کر چکا ہے جس پر اب پردہ نہیں پڑ سکتا، اب آپ اپنے افترا (وشکست) کا (یقینی) احساس کرتے ہوئے اس پر (آج) آ گئے ہیں کہ علمائے اہل سنت نے معاذ اللہ یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان

ومایکون کا عالم نہ مانے وہ اسلام سے خارج ہے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ بھی آپ کا افترا ہے اور گو اس افترا ثانی نے (آپ کے) افترا اول کو (بعونہ تعالیٰ خود) آپ کی تحریر سے مردود کردیا لیکن افترا اول ہو یا ثانی قرآن کریم کی زبان میں ہر افترا لعنت ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو واقعی اختلاف سنیوں اور وہابیوں میں ہے اس کا نام لیتے ہوئے آپ کیوں جھجکتے ہیں، اگر حفظ الایمان و براہین قاطعہ وغیرہا کے کفریات سنبھالنے کی تاب آپ میں نہیں ہے تو چپ رہئے فرار کی سکت تو آپ میں ہے جسے آپ نے کر دکھادیا (موافق کما تدین تدان)

ع (ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے)

ایسے ایسے بدنما سیاہ داغوں نے آپ کے دامن میں بے داغی کا دھبہ بھی نہیں چھوڑا ہے، بہر حال مہر نیم روز سے زیادہ روشن طریقہ سے آپ کی شکست ہوچکی اور آپ کا فرار واضح ہوگیا، مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسہ میں جس میں آپ کے ہم عقیدہ بکثرت موجود تھے بالاتفاق یہ تجویز پاس ہوچکی ہے کہ وہابیوں کی شکست ہوچکی اور وہ تاب مناظرہ نہیں لاسکتے ہیں وللّٰہ الحجۃ السامیہ۔

فقط

فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی غفرلہ

ساکن کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

حال وارد قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڈھ

مورخہ ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۵۱ھ مطابق ۶ رفروری ۱۹۳۳ء

روز دوشنبہ بوقت سوا نو بجے دن

☆☆☆

اس تحریر کے انداز بیان ہی سے ظاہر ہے کہ سفر مبارک پورملتوی نہیں فرمایا گیا، صرف وہابیہ کی مذبوحی حرکت کو دکھا دینا مقصود تھا، اور واقعی جس مرجع خلائق کی ذات گرامی سے لاکھوں کی امیدیں وابستہ ہوں وہ لاطائل گفتگو میں ضائع کرنیکے لیے کہاں سے وقت لاسکتا ہے، مولوی عبدالرحیم کا اس جوار میں پڑا رہنا ان کی نوکری ہے دوسرا کیوں اس طرح پڑا رہے لیکن میں اگر نتیجہ کی گراں بہا منفعت کو نہ دیکھتا تو افسوس کے ساتھ کہتا مگر اب بکمال مسرت مژدہ سناتا ہوں کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کا گرامی نامہ تو مولوی عبدالرحیم کے پاس روانہ ہوگیا، مگر حضرت کے سفر فرمانے سے نہ صرف دردفراق بلکہ وہابیوں کی طرف سے کسی فتنہ کے اٹھانے کا خطرہ مسلمانوں کو پریشان ورنجیدہ کرنے لگا، چہروں پر آثار حزن و ملال زیادہ ہونے لگے، حضرت نے فرق مبارک کو بلند فرما کر مسلمانوں کا حال ملاحظہ فرمایا کسی کو کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی نہ ہیبت حق سے ہوسکتی تھی لیکن زبان حال سے ہر ایک درخواست کررہا تھا کہ آج سفر ملتوی کردیا جائے، بڑی جرأت کرکے ایک نمائندہ نے دبی زبان سے قوم کی خواہش کو بیان کیا تو حضرت کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنے دین برحق کو فتح پر فتح عطا فرمارہا ہے مگر آپ لوگ اس کی قدر نہیں کرتے، مولوی عبدالرحیم کی اس شورشوں سے جبکہ ہر قسم کی بیحیائی و بے غیرتی سے وہ بے پرواہ ہوچکے ہیں کسی کو عمر بھر فرصت نہیں مل سکتی تو کیا میں بھی وقت ضائع کرنے کے لیے آپ کے یہاں اپنی عمر گزار دوں، میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کی دلی خواہش یہ ہے کہ جس طرح ہو مولوی عبدالرحیم میرے پاس آجائیں اور آپ زبانی گفتگو بھی سن کر اپنی آرزو پوری کریں، لیکن آپ کے میرے متعدد تجربوں کا تجربہ ہوچکا ہے اب آپ کو میرے تجربہ پر بھروسہ کرنا چاہیے میں بر بنائے تجربہ کہتا ہوں کہ یہ بات آپ کی قوت سے باہر ہے کہ

آپ مولوی عبدالرحیم کو میرے سامنے لاسکیں ہاں اگر عوام وہابیہ ان پر مسلط ہوجائیں اور ناجائز دباؤ ڈالیں تو وہ میرے سامنے آسکتے ہیں تو پھر آپ لوگ مجھ کو قیام پر مجبور کیوں کرتے ہیں مگر خیر آپ کو اس کا بھی تجربہ ہوجائے میں ٹھہرا جاتا ہوں بشرطیکہ وعدہ کیجئے کہ اب چٹھی بازی نہ ہوگی، اور جس طرح ہوگا آپ لوگ آج ہی مولوی عبدالرحیم کو میرے پاس پکڑ لائیں گے، مسلمانوں نے ناتجربہ کاری سے وعدہ کرلیا، مبارک پور تار بھیج دیا گیا کہ کل آؤں گا اور اسٹیشن سے سامان واپس منگا کر ۲۴ر گھنٹے کے لیے قیام فرمانے کا عزم کرلیا گیا، اس کے بعد سب سے پہلے مسلمانوں نے بیس پچیس نوجوانوں کا وفد مولوی عبدالرحیم کے پاس اس لیے بھیجا کہ جس طرح ممکن ہوان کو پکڑ کرلایا جائے ان کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو مسلمانوں کا دوسرا وفد بطور کمک بھیجا گیا اور تاکید کردیا گیا کہ جس طرح ہو مولوی عبدالرحیم کو پکڑ کرلے آؤ، مولوی عبدالرحیم تو پہلے ہی وفد کو دیکھ کر کمرہ میں گھس گئے اور مولوی عبداللطیف نے آگے بڑھ کر سب کو روکا کہ ہم سے باتیں کرو مسلمانوں نے ان کو منہ بھی نہ لگایا کسی نے ہاتھ کسی نے بازو مولوی عبدالرحیم کا پکڑا اور کہا کہ بس چلو، مگر مولوی عبدالرحیم نہ اٹھے بالآخر مولوی عبداللطیف کو اپنا وکیل بنا کر جان بچائی، مولوی عبداللطیف نے اس کوشش میں کہ سارا دن گذر جائے اور بلا ٹلے طرح طرح کی گفتگو نکالی بات بڑھائی اور جب ہر چیز سے ہارے تو ڈیڑھ۔ دو بجے دن کے قریب مولوی عبدالرحیم نے کہا کہ اچھا میں چلوں گا بشرطیکہ امن عامہ کی تحریر ذمہ داری لکھا کرلے آؤ مسلمانوں نے کہا کہ کل ایک چھوڑ تین تین مرتبہ یہ تحریر آچکی ہے، اب کیا ضرورت ہے مگر مولوی عبدالرحیم کو نہ ماننا تھا نہ مانے اور بڑے یقینی لب ولہجہ میں مسلمانوں کو باور کرادیا کہ تحریر ذمہ داری امن عامہ کے بعد کوئی حیلہ نہ کروں گا اور فوراً آپ لوگوں کے ساتھ چلا چلوں گا۔

مولوی عبدالرحیم کا یہی ایک جادو تھا جو چل گیا اور مسلمانوں نے حضرت محدث صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ حضور اگر ذمہ داری امن عامہ کی تحریر قلم بند فرمادیں تو ابھی مولوی عبدالرحیم کو پکڑ کر لے آتا ہوں حضرت مسکرادیے اور فرمایا کہ یہ تحریر تو ان کے پاس تین عدد موجود ہے مسلمانوں نے عرض کیا کہ یہ صحیح ہے مگر کیا کیا جائے، مولوی عبدالرحیم خدا جانے کیوں اس پر اصرار کررہے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ پھر آپ لوگ چھٹی بازی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں یہی آپ کا وعدہ تھا کہ مولوی عبدالرحیم کو پکڑ کر لے آؤں گا سب نے کہا کہ اس تحریر کے بعد مولوی عبدالرحیم نے کھلے لفظوں میں وعدہ کیا ہے کہ کوئی عذر نہ کروں گا اور ہم لوگ بھی دوبارہ حضور کو کچھ لکھنے کی تکلیف نہ دیں گے، حضرت محدث صاحب قبلہ کو مسلمانوں کی سادگی پر ہنسی آگئی فرمایا کہ آپ تو کیا لائیں گے مگر خیر آپ کو اس کا تو تجربہ ہوجائے گا کہ کسی وہابی مولوی کو مناظرہ کے لیے لانا آپ کی قوت سے باہر کی بات ہے، وہابی مولوی کو تو عوام وہابیہ ہی لاسکتے ہیں، اچھا لیجئے آپ لوگوں کی خاطر سے تحریر ذمہ داری امن عامہ قلم بند کیے دیتا ہوں، چنانچہ حضرت نے یہ تحریر فرمایا۔

حضرت محدث صاحب قبلہ کی ذمہ داری امن عامہ کی چوتھی تحریر

باسمہ تعالیٰ نحمدہ ونصلی مولوی عبدالرحیم صاحب لکھنوی آج حسب وعدہ یہاں (گھوسی) سے دوسری جگہ (مبارک پور) جانے والا تھا لیکن آج صبح کو آپ کی ایک تحریر آئی جس کا جواب حاضر کردیا گیا ہے اس کے بعد مسلمانوں کی رائے ہوئی کہ میں قصد سفر ملتوی کردوں اور ایک مرتبہ پھر پوری قوت صرف کی جائے کہ کسی طرح آپ مجھ سے مناظرہ کرنے پر

مستعد ہو جائیں چنانچہ دو مرتبہ مسلمانوں کا وفد آپ کے پاس پہنچا مگر آپ مستعد نہ ہو سکے، آپ کا پچھلا زبانی پیغام یہ ہے کہ آپ آج مجھ سے مناظرہ کرنے کے لیے میرے پاس اس شرط سے آسکتے ہیں کہ میں اپنی ذمہ داری امن کا (چوتھی بار) اعادہ کروں اور جس طرح کل ذمہ داری کی (تین عدد) تحریر بھیج دی تھی آج پھر (چوتھی بار) بھیج دوں، لہٰذا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آج کی تحریر کا وہ نتیجہ نہ ہو جو کل ہوا کہ لاکھ لاکھ کوشش کی گئی مگر آپ نہ آئے اور پھر آج کے لیے لکھے دیتا ہوں کہ آپ مع مولوی عبداللطیف صاحب و مولوی عبدالجبار و مولوی عبدالستار کے اسی وقت قاصد تحریر ہذا کے ہمراہ یہاں بغرض مناظرہ آجایئے، میں آپ ہر چہار صاحبان کے امن کا ذمہ دار ہوں بشرطیکہ آپ کی جانب سے کوئی طریقہ خلاف تہذیب نہ برتا جائے (یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں) اگر آپ نے اس تحریر کے بعد کوئی حیلہ تراشا یا نہ آئے تو یہ آپ کی ناقبل انکار شکست ہوگی۔

فقط

فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی غفرلہ
ساکن کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد
وارد حال قصبہ گھوسی محلّہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڈھ
۱۰ رشوال المکرّم ۱۳۵۱ھ مطابق ۶ رفروری ۱۹۳۳ء
یوم دوشنبہ مبارکہ بوقت ۲ ربجے دن

☆☆☆

اس تحریر کو لے کر پھر لوگ مولوی عبدالرحیم کے پاس گئے لیکن عجیب کشمکش میں تھے، ایک طرف حضرت محدث صاحب قبلہ کی پیشین گوئیوں کے

حرف بحرف پوار ہونے کی ہیبت تھی اور یقین تھا کہ پچھلی پیشین گوئی بھی پوری ہوکر رہے گی اور ہم لوگوں کے لانے سے مولوی عبدالرحیم نہ آئیں گے، مولوی عبدالرحیم کا وہ غیر مشروط وعدہ یاد کرتے تھے کہ تحریر ذمہ داری امن عامہ کے بعد کوئی حیلہ نہ کروں گا اور فورا آپ لوگوں کے ساتھ چلا چلوں گا اور اسی بناپر حضرت محدث صاحب قبلہ سے سب نے وعدہ بھی کرلیا تھا کہ ہم لوگ بھی دوبارہ حضور کو کچھ لکھنے کی تکلیف نہ دیں گے وعدہ تو اسی قدر تھا لیکن مسلمان اس غیرت میں مرے جاتے تھے کہ اگر مولوی عبدالرحیم نہ آئے تو وہ تو سند یافتہ بے شرم ہیں، ہم لوگ حضرت محدث صاحب قبلہ کو کیا منہ دکھائیں گے مبارکپور کا جلسہ بھی ملتوی ہوگیا اور کوئی فائدہ نہ ہوا، انھیں خیالات میں ڈوبے ہوئے سب لوگ مولوی عبدالرحیم کے پاس گئے، تحریر ذمہ داری امن دیا ہاتھ پکڑا بازو تھامے، وعدہ یاد دلایا خوشامد کی آنکھ بھی دکھائی ساری قوت صرف کردی جس کا استعمال اگر کسی جاہل و اجہل مسلمان کے ساتھ جالینوس وبقراط کے مقابلہ پر لے جانے کے لیے کیا جاتا تو وہ ایک مرتبہ ضرور آمادہ ہوکر سامنا کرلیتا لیکن وہابیوں کے اس گرگ باراں دیدہ پر کسی بات کا اثر نہ ہوا اور گو ناظرین کو واقعات سے یقین ہوگیا ہو کہ مولوی عبدالرحیم تحریر ذمہ داری امن کو پڑھ کر چلے آئے ہوں گے مگر واقعہ یہ نہیں ہوا ان کو نہ آنا تھا نہ آئے اور یہ عذر کیا کہ میں اس شرط سے چل سکتا ہوں کہ مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں جس موضوع پر چاہوں مناظرہ کروں میں اپنے جگادریوں کے کفریات پر بحث نہ کروں گا، اگر مجھ کو مناظرہ کرنے کے لیے لے چلتے ہو تو حضرت محدث صاحب قبلہ سے لکھا لاؤ کہ میں آزاد ہوں گا، آم، املی، جس چیز پر خود چاہوں مناظرہ کروں، مسلمان مایوس تو ہو چکے تھے عوام وہابیہ کو للکارا کہ کچھ غیرت سے کام لو اور اپنے مولوی کی خفیف الحرکتی پر شرماؤ عوام وہابیہ نے کہا کہ ہم تمام واقعات کا خود معائنہ کررہے

ہیں، اب یہ مولوی عبدالرحیم کا پچھلا عذر پورا ہو جائے تو ہم ان کو خود مجلس مناظرہ میں پہنچا دیں گے، مسلمانوں نے اس بنا پر کہ حضرت محدث صاحب قبلہ فرما چکے تھے کہ وہابی مولوی کو عوام وہابیہ ہی مناظرہ کے لیے لا سکتے ہیں یہ امید کرتے ہوئے کہ شاید اس صورت سے مناظرہ ہو جائے اور امید برآئے عوام وہابیہ سے کہا کہ ہم اب حضرت محدث صاحب قبلہ سے عرض کرنے کا منہ نہیں رکھتے لیکن اگر تم لوگ اپنے وعدہ میں سچے ہو تو مولوی عبدالرحیم سے ان کی خواہش کو قلم بند کرا کے خود تم لوگ چلو تمہارے چلنے سے حضرت محدث صاحب قبلہ ضرور حسب خواہش مولوی عبدالرحیم تحریری آزادی اس بات کی بخش دیں گے کہ جس موضوع پر یہ چاہیں چل کر مناظرہ کر لیں، چنانچہ ان لوگوں نے مولوی عبدالرحیم سے حسب ذیل تحریر قلم بند کرایا اور خود لائے۔

مولوی عبدالرحیم کا پچھلا خط

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم (بسم اللہ کو غائب کر دیا)

بعد ما ہو المسنون، جناب سید محمد صاحب (بدتمیزی چلی جاتی ہے) کلمہ (یہ کل کی خرابی سے یہ علم اور مقابلہ کی ہوس) سے آج تک مناظرہ سے فرار ہونے کے لیے (جتنی حیلہ تراشی اور خفیف الحرکتی یعنی بیشرمی و بے حیائی میں نے کی ہے وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ وہابیوں تک پر روشن ہو چکی ہیں) آپ نے بہت سے (میرے) حیلے تراشے (ہوئے کو خاک میں ملا دیا) اور اسی سلسلہ میں آج صبح سے متعدد مرتبہ آپ نے آدمیوں کو بھیج کر (میری مٹی پلید کی گو میں نے) دوسری باتوں میں مناظرہ ٹالنے کی بے سود کوشش کی مگر یقین کیجئے کہ ان (میری) تدبیروں سے (مسلمان تو مسلمان خود وہابیہ مجھ سے کہتے ہیں کہ) آپ کا چھوٹنا ناممکن ہے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ (بھلا ان وہابیوں کو

دیکھئے کہ خود اپنے مولوی کے در پے ہو گئے ہیں بڑے ناسمجھ ہیں) ولاحول ولا قوۃ الا باللہ اب (میں نے راہ فرار کا نیا ڈھنگ نکالا ہے دیکھیں کہ) آپ (اس) پر (میری) راہ فرار (کو) مسدود کرنے کے لیے (کیا تدبیر کرتے ہیں چنانچہ) گزارش ہے آپ صاف لفظوں میں تحریر فرمائیے کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب حاصل ہے (سبحان اللہ کیا اردو ہے) اور آپ جمیع ما کان وما یکون کے عالم ہیں اور (صرف اسی قدر نہیں بلکہ آپ بتائیے کہ) جو جماعت آپ کے علم غیب کی قائل نہ ہو اور آپ کو جمیع ما کان وما یکون عالم نہ جانے (ماشاء اللہ کیا اردو ہے) تو اسے آپ حنفی مسلمان جانتے ہیں کہ ہیں؟ صاف صاف لکھئے (ابھی تک جو میں نے آپ کو لکھا تھا کہ آپ لوگ جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا عالم نہ کہے اس کو کافر کہتے ہیں وہ تو افترا کیا تھا جس سے اپنے عوام کو فریب دینا تھا مگر اب تو محض دریافت کر رہا ہوں کیونکہ سچ یہ ہے کہ مجھ کو مسلمانوں کے عقائد کی خبر ہی نہیں ہے کہ وہ کیا مانتے ہیں) اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ حنفی مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے آنحضرت کے علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہوئے حضور کو جمیع ما کان وما یکون کا عالم سمجھا جائے تو اسے ثابت کرنے کے لیے تیار ہو کر تحریری اطلاع دیجئے (کیونکہ ابھی تک آپ کے جتنے خطوط آئے وہ سب قلمی تھے اور دستی آئے تھے تحریری اطلاع کی صورت یہ ہے کہ آپ مجھ کو کچھ بھی اپنے قلم سے نہ لکھئے اور اگر آپ میرے دشمن ہی ہو گئے ہیں اور کچھ لکھنا ہی چاہتے ہیں، تو اس طرح لکھئے کہ آپ نے لکھا اور مجھ کو بغیر اس کے یہاں پہنچنے کی اطلاع ہو گئی لیکن دوسروں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کیونکہ ابھی تک تو آپ کے قاصد محض مسلمان تھے جو میری نا اہلیوں سے تنگ آ چکے ہیں اور مایوس ہو گئے ہیں، لیکن اب تو

ہماری جماعت خود ہی اس حماقت میں مبتلا ہوگئی ہے اور آپ نے کچھ لکھ کر بھیجا اور وہ لے کر آئے تو وہ مجھ پر بھوت کی طرح سوار ہو جائیں گے قانونی مواخذہ سے بھی نہ ڈریں گے، مجھ کو ان سے ضرب شدید تک کا خطرہ ہے، لہٰذا مجھ کو مناظرہ کے لیے آنا پڑے گا اور ایسی اطلاع میرے نزدیک تحریری اطلاع نہیں ہے اور نہ ایسا بلانا تحریری بلانا ہے، لہٰذا میری اصطلاح کے موافق تحریری اطلاع دیجئے) اور (اسی انداز اصطلاحی سے) بذریعہ تحریر مجھ کو بلائیے کہ میں تین آدمیوں کے ساتھ حاضر (ہونے کے بجائے مغرور) ہو جاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ موضوع کو آپ نے (تو کچھ بھی نہ فرمایا مگر مسلمانوں نے آپ کی دلیری و وسعت علم کے اعتماد پر) زبانی (ایک دوسرے سے) کہلوایا ہے اس کا اعتبار نہیں لہٰذا یہ جواب جاتا ہے (کہ مجھ پر رحم کھائیے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ جہاں آپ کا نام سنوں گا بھاگ کھڑا ہوں گا)۔

فقط

عبدالرحیم غفرلہ

۱۰رشوال ۵۱ھ وقت ۳ر بجے سہ پہر

مکرر عرض ہے کہ آپ کے قاصد نے زبانی کہا کہ میں جس موضوع پر چاہوں مناظرہ ہوسکتا ہے اگر آپ نے یہ کہا ہو تو اسے تحریر میں لکھ دیجئے (تحریر میں لکھ دیجئے یعنی شب لیلۃ القدر کی رات) عبدالرحیم۔

☆☆☆

اس خط کو لے کر خود مولوی عبدالرحیم کی جماعت کے لوگ حضرت محدث صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مسلمانوں نے عرض کیا کہ حضور کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوگئی اور ہم لوگ صدق دل سے اقرار کرتے ہیں کہ کسی وہابی مولوی کو کسی عالم دین سے مناظرہ کرنے کے لیے لانا

ہماری طاقت سے باہر ہے لیکن ہم لوگوں کی خوش قسمتی سے یہ صورت پیدا ہوگئی ہے کہ خود مولوی عبدالرحیم کی جماعت کے لوگ اس پر آمادہ ہوگئے ہیں کہ اگر ان کو حسب خواہش آزادی عطا فرمادی جائے تو یہ لوگ مولوی عبدالرحیم کو پکڑ کر لے آئیں گے اور اتنا تو حضور بھی فرما چکے ہیں کہ ان کی جماعت کے لوگ ان کو لا سکتے ہیں۔

حضرت محدث صاحب قبلہ اس درخواست پر مسکرا دیے اور مسلمانوں سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو مناظرہ دیکھنے کا ایسا سچا اور واقعی جذبہ ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا، نیز آپ لوگوں پر وہابیوں کی علمی و مذہبی حقیقت کی ناتوانی اس درجہ روشن ہوگئی ہے کہ آپ اپنے جذبہ صادقہ اور تجربہ یقینیہ سے متاثر ہوکر مجھ سے ایسی خواہش کی سفارش کرتے ہیں جس کی آرزو کو بذریعہ تحریر مولوی عبدالرحیم کا مجھ سے بیان کرنا چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے سے بھی بدتر ہے، اور جس کو علمی دنیا سے دو دن بھی واسطہ رہا ہے وہ اس خواہش کو سن کر ہنس پڑے گا اور اسی خواہش سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ پر نتیجہ نکلتا ہے کہ مولوی عبدالرحیم علمی طور پر ابجد خوان بھی نہیں ہیں اور مذہبی طور پر پوری طرح سے یقین کرتے ہیں کہ ان کے عقائد میں اتنی بھی جان نہیں ہے جتنی آریہ، عیسائی، ہندو، پارسی وغیرہ اپنے عقائد میں باور کرتے ہیں اسی لیے وہ اس درجہ شرمناک خواہش کو اپنے خصم سے بیان کرتے ہیں جس کو کسی مذہب یا دین والے سے کوئی مسلمان اصرار بھی کرتا کہ آپ علمائے اسلام سے اس خواہش کو ظاہر کرکے آزادی حاصل کرلیں جب بھی دین باطل کی حمایت اور اپنے ادعائے علم کی غیرت یعنی کم ازکم انسانی شرم و حیا سے اپنی اور اپنے دین یا مذہب کی اپنے ہاتھوں سے توہین سمجھ کر کبھی ایسی خواہش کے اظہار پر راضی نہ ہوتا اور اگر تسلیم بھی کرلو کہ مولوی عبدالرحیم جاہل محض ہیں اور اپنے عقائد کفریہ کی ناپاک پر یقین رکھتے ہیں انسانیت سے بھی گئے گذرے ہیں تو بھی جب وہ

مناظرہ کرنا چاہتے ہیں اور مناظرہ بھی اس سے کرنا چاہتے ہیں جو ان کے اکابر کو بالزام توہین بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر و مرتد کہتا ہے تو داب مناظرہ کا تقاضا ہے کہ موافق الا ھم فالا ھم پہلے ان عقائد وکلمات پر مناظرہ ہو جن کی بنا پر ان کے اکابر کی تکفیر کی گئی ہے اس کے بعد جو دوسرے درجہ کے مسائل ہوں ان پر گفتگو ہو یہاں تک کہ آخر میں اگر وہ آم کو املی اور املی کو آم کہتے ہوں تو اس پر بھی مناظرہ ہو اس مذہبی ترتیب کو جو عقلاً بھی ضروری ہے اگر وہ نباہ نہیں سکتے اور اپنے زور بازو سے باہر سمجھتے ہیں تو پھر مناظرہ کا نام کس منہ سے لیتے ہیں مگر اس کا بھی مدار حیا وعقل پر ہے اور اللہ تعالیٰ جس سے دین لیتا ہے عقل وحیا کو پہلے سے چھین لیتا ہے، بہر حال میں آپ لوگوں کے جذبہ سے بیحد متاثر ہوں اور مولوی عبدالرحیم کی انوکھی خواہش کے مطابق ان کو آزادی دیئے دیتا ہوں لیکن یاد رکھئے کہ جب مولوی عبدالرحیم اتنے ہی ہیں جو اب تک ظاہر ہوا تو وہ اس آزادی کے پانے پر بھی مجھ سے مناظرہ کرنے نہیں آسکتے، لہٰذا ان کی جماعت کے لوگ مجھ سے حلفیہ وعدہ کریں کہ اگر مولوی عبدالرحیم میری اس تحریر کے بعد بھی نہ آئے تو پھر وہابیوں کی شکست فاش کا ڈھنڈورا پیٹ دیا جائے گا، اور ان کا کوئی حیلہ نہ سنا جائے گا اس پر مولوی عبدالرحیم کی جماعت کے نوجوانوں نے وعدہ کیا اور جناب مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب نے ان سے حلف لیا سب نے کہا کہ ہم لوگ اس کے ذمہ دار تو نہیں ہیں کہ اس تحریر کے بعد مولوی عبدالرحیم کو ضرور لے آئیں گے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس تحریر کے بعد ان کو ہمارے یہاں سے چلنا پڑے گا، خواہ وہ چل کر آپ کے سامنے مناظرہ کرنے آئیں اور خواہ وہ ہمارے یہاں سے چلتے بنیں اور اپنے گھر جائیں، چنانچہ ان کو حضرت محدث صاحب قبلہ نے ذیل کا خط لکھ کر دیا۔

حضرت محدث صاحب قبلہ کا آخری گرامی نامہ

باسمہ تعالیٰ نحمدہ و نصلی ، اما بعد! مولوی عبدالرحیم صاحب آپ کی تحریر کذب تخمیر وحشت کی تصویر بجائے آپ کے پہنچی، یہ میری تحریر ذمہ داری امن (عامہ) کا ایسا جواب ہے کہ دین و دیانت تو نصیب اعدا شرم و انسانیت کو بھی جواب ہے، علمائے حرمین طیبین بلکہ علمائے عرب و عجم نے آپ کے اکابر کی تکفیر فرمائی اس میں بولنے کی آپ کو تاب نہیں گویا (بلکہ داب مناظرہ کے اصول پر یقیناً) آپ کو مسلم ہیں (آئندہ کبھی انکار کا حق نہیں ہے) آپ کے بڑوں نے مسائل الوہیت و مسائل نبوت وغیرہا میں بیشمار کفریات بکے آپ کو اس میں بھی کلام نہیں (نہ آئندہ کلام کرنے کا حق ہے) بلکہ آپ تصفیہ حق و باطل کے لیے نہیں جو آپ کے زور بازو سے باہر کی بات کی ہے بلکہ محض اپنی مولویت کا بھرم رکھنے کے لیے کہ کل سے آج تک آپ کی خفیف حرکتوں کو دیکھ کر خود آپ کی جماعت آپ سے دحشت کرنے لگی ہے اور آپ نے جس مولویت کا اس سے پہلے رنگ جمایا تھا اس میں پھیکا پن نمایاں ہو رہا ہے، لہٰذا آپ صرف اتنا دکھانے کے لیے کہ آپ اپنا منہ مجھ کو دکھا سکتے ہیں اب مجھ سے تحریری و زبانی یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ کا یا آپ کے اکابر کا کفر خواہ قائم ہی رہے (اور جان بوجھ کر آپ کو توبہ کی توفیق نہ ہو) لیکن آپ کو اس کا موقع دیا جائے کہ آپ نے جس ہلکے پھلکے مسئلہ میں گفتگو کرنے کی مشق اردو رسالوں کے بھروسے پر پیدا کرلی ہو اسی میں مناظرہ میں آپ سے کروں، ایسی عامیانہ، طفلانہ، وحشیانہ فرمائش سے لکھنؤ بھاگ جانا بہتر تھا، لیکن (آپ) نہیں بھاگے تو آپ بھی کیا کہیں گے کہ آپ کی ایک (شرمناک) آرزو کا خون ہو گیا، ہاں جناب آیئے میں آپ کو لکھے دیتا ہوں کہ باب عقائد میں ہمارے اور آپ کے

درمیان جتنے اختلاف ہیں ان میں سے آپ کو جو ہلکا پھلکا نظر آتا ہو اسی میں میں آپ سے مناظرہ کروں گا، فریقین شرعی و علمی قوانین کے جن کا مناظرہ کے وقت پابند رہنا ضروری ہے اس کے پابند رہیں گے۔

فقط

فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی غفرلہ

ساکن کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

حال وارد قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڈھ

مورخہ ۱۰ر شوال ۱۳۵۱ھ مطابق ۶ر فروری ۱۹۳۳ء

بوقت سوا چار بجے سہ پہر

☆☆☆

چونکہ اس کے بعد خط و کتابت کا سلسلہ بند ہوگیا لہٰذا ناظرین کی آگاہی کے لیے ان تحریروں کے متعلق دو باتوں کا عرض کر دینا ضروری ہے، ایک یہ کہ خطوط میں جو اوقات درج ہیں ان سے ناظرین کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہابیوں کی ہر تحریر کا جواب ان کی تحریر پڑھ کر اس کے متعلق ضروری گفتگو فرما کر بلا کسی مشورہ کے اور مشورہ دینے والا ہی کون تھا، حضرت محدث صاحب قبلہ قلم برداشتہ قلم بند فرما کر اس کی کاپی لے کر فوراً روانہ فرما دیتے تھے اور یہ واقعہ ہے کہ اصل مسودہ روانہ فرما دیتے ۔تھے اور اس کی نقل رکھ لی جاتی تھی اور وہابیوں کی طرف ابتدا میں جب مولوی عبد الرحم تنہا تھے تو دس بجے دن کو جو تحریر بھیجی گئی تھی) اس کا جواب ۳ر بجے شام کو لکھ کر تیار کیا، اور جب مولوی عبد اللطیف و مولوی عبد الجبار و مولوی عبد الستار وغیرہ آ گئے تو ۵ر فروری ۱۹۳۳ء کو سوا چار بجے سہ پہر کو جو تحریر بھیجی گئی اس کا جواب مغرب کے بعد تیار کر کے بھیجا گیا، اور جو تحریر ساڑھے سات بجے شب کو بھیجی گئی اس کا جواب ۹ر بجے شب کو لکھا گیا،

یعنی کم از کم ڈھائی گھنٹہ جواب تیار کرنے میں لگا، اور ۶؍فروری کو مولوی عبدالرحیم نے ۹؍بج کر ۱۰؍منٹ پر جو خط روانہ کیا حضرت محدث صاحب قبلہ نے ۹؍بج کر ۱۵؍منٹ پر اس کا جواب روانہ فرمادیا یعنی صرف ۵؍منٹ میں، اور پھر مولوی عبدالرحیم نے اس کے اور مسلمانوں کے وفود کے جواب میں ۲؍بجے دن کو یعنی پورے پونے پانچ گھنٹہ کے بعد امن عامہ کی ذمہ داری کی تحریر طلب کی جو فوراً روانہ کردی گئی، جس کا جواب سوا گھنٹہ کے بعد ۳؍بجے سہ پہر کو تیار ہوا، ناظرین متحیر ہوں گے اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہوں گے کہ محض مناظرہ کی بلا کو ٹالنے کے لیے مولوی عبدالرحیم وقت کو ضائع کرتے تھے، لیکن چونکہ حاضرین کو ایک چیز اور بھی معلوم ہے جو ناظرین سے اب تک پوشیدہ ہے، لہٰذا میرا فرض ہے کہ میں ناظرین پر بھی اس کو ظاہر کردوں اور وہ یہ کہ جب تک مولوی عبدالرحیم تنہا تھے اپنی تنہائی سے مجبور تھے مناظرہ ٹالنے کے سوا جواب لکھنے کے لیے ہاتھ میں قلم لیتے ہوئے تھراتے تھے ایک جواب لکھا پھر چاک کیا پھر دوسرا لکھا اسی طرح جب اچھی طرح سمجھ لیا کہ جو کچھ لکھنا تھا لکھ لیا تو مسودہ کی نقل صاف کر کے نقل کو حوالہ قاصد کردیا اور پھر بدحواسی میں ایک بات جو سب سے زیادہ ضروری تھی جواب میں رہ گئی تو بطور ضمیمہ دوبارہ لکھ کر بھیجا، لیکن جب اراکین دارالندوہ آگئے تو ایک سے دو زیادہ ہوتے ہیں وہاں تو پوری کمیٹی جمع تھی لہٰذا جواب کی وہ تاخیر ۵؍فروری کو نہ تھی جو مولوی عبدالرحیم نے کر دکھائی، البتہ ۶؍فروری کو تو تاخیر کی کوئی حد نہ تھی بہرحال سب کی موجودگی میں جو افسوسناک تاخیریں ہوتی تھیں اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ گو خط بنام مولوی عبدالرحیم جاتا تھا اور انھیں کے ہاتھ میں رکھا جاتا تھا لیکن آگے بڑھ کر مولوی عبداللطیف اس کو چھین لیتے تھے اور اپنی عوام کو ایک حرف نہیں سناتے تھے، سب لوگ کمرے میں جائیں اور پھسپھساہٹ شروع کریں باہم اختلاف رائے ہو، جواب کے

لیے ہاتھ میں قلم لینا سب پر پہاڑ تھا، کبھی ہر ایک علاحدہ علاحدہ جواب لکھتا پھر سب ملاتے کاٹتے بناتے اسی میں پونے پانچ گھنٹہ گزر جاتا، ان حرکتوں کو وہ مسلمان جو خطوط لے کر جاتے تھے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جس کے خط کا جواب لکھنا اپنے گھر میں اپنے جتھا میں اراکین دارالندوہ کے مشورہ سے کوہ گراں ہوجاتا ہے اس کے مقابلہ میں میدان مناظرہ میں تنہا ایک کا بولنا کیسے ممکن ہوگا، اور دوسری بات ان خطوط کے متعلق جو عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ارباب انصاف حضرت محدث صاحب قبلہ کی تحریریں ابتدا سے آخر تک پڑھیں اور مولوی عبدالرحیم کے خطوط پڑھیں دو باتیں مولوی عبدالرحیم کی تحریروں میں نمایاں نظر آئیں گی، اول یہ کہ بدتمیزی کی ابتدا کی اور ایک مسلم الثبوت عالم دین کے نام کے ساتھ لفظ مولوی بھی لکھنا چھوڑ دیا حالانکہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے ۶ رفروری کی پچھلی تحریر تک ان کو باوجود عدم استحقاق کے محض داب مناظرہ کا لحاظ فرماتے ہوئے برابر مولوی لکھا، دوسرے مولوی عبدالرحیم جو کچھ خفیف الحرکتی اور سعی فرار کرتے تھے وہ واقعات سے نمایاں ہے اور حضرت محدث صاحب قبلہ نے مناظرہ کے لیے جو جو سعی فرمائی وہ بھی آفتاب سے زیادہ روشن ہے مگر بایں ہمہ مولوی عبدالرحیم کا لب ولہجہ واقعات کے خلاف سخت بدتمیزی کا رہا اس پر اگر بزرگانہ تنبیہ کے طور پر حضرت محدث صاحب قبلہ کی پچھلی تحریروں میں لب ولہجہ کی شدت جو بظاہر معلوم ہوتی ہے وہ مولوی عبدالرحیم کے کرتوت کو دیکھتے ہوئے کم سے کم ہے اور محض کریمانہ عادت کا تقاضا ہے، اگر مولوی عبدالرحیم کے مقابل کوئی انتقامی قلم رکھنے والا ہوتا تو سچ یہ ہے کہ مولوی عبدالرحیم کو اپنی بدتمیزیوں کا پورا معاوضہ مل جاتا، وہ لوگ جن سے مولوی عبدالریم حضرت محدث صاحب قبلہ کی بعض تحریروں میں ایمانی غلظت کی شکایت کرتے ہیں، میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا انصاف حضرت محدث

صاحب قبلہ ان کو یعنی مولوی عبدالرحیم اور ان کے اکابر کو بالزام توہین ایوان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتکب کفر و مجرم ارتداد سمجھتے ہیں ان میں سے ایک مولوی عبدالرحیم چیلنج مناظرہ دے کر الزام توہین سے بریت نہیں چاہتے صفائی نہیں دے سکتے مناظرہ کا نام لیتے ہیں مگر میدان مناظرہ میں نہیں آتے اس پر بدتمیزیاں کرتے ہیں مگر نہ نفس کا کچھ شائبہ آتا ہے نہ بخیال داب مناظرہ ایمانی غلاظت کا صحیح مظاہرہ فرمایا جاتا ہے اس پر بھی درشتی لب ولہجہ کی شکایت، کھلی ہوئی بے ایمانی ہے ورنہ حق یہ تھا کہ اگر مولوی عبدالرحیم کو عبدالرحیم اور بجائے آپ کے تو لکھا جاتا تو بھی ہرگز بیجا نہ تھا، ان دونوں باتوں کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب یہ سنئے کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی آخری تحریر جانے کے بعد کیا ہوا، مسلمانوں نے نماز عصر پڑھی اور جلسہ گاہ کو مرتب کیا اور چونکہ دور دراز سے لوگ جوق جوق آرہے تھے لہٰذا پان کی ایک دکان بھی رکھ دی کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، اور اگر مولوی عبدالرحیم کی آمد کا پورا یقین ہوتا تو بلاشبہ مٹھائی وغیرہ کی دکانیں بھی اسی وقت موقع پر آجاتیں اسی شغل میں مغرب کا وقت آگیا نماز پڑھی گئی، جب حضرت محدث صاحب قبلہ وظیفہ سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں نے آکر ہر طرف سے گھیر لیا کہ کلمات طیبات سنیں اتنے میں ایک بڑے میاں سر گھوٹائے داڑھی طول فاحش میں بڑھائے اونچا پاجامہ چڑھائے گریبان چاک ضعیف العمر حضرت کی قیام گاہ کے سامنے گزر رہے تھے مسلمانوں نے ان کو دیکھ کر بلایا وہ نہیں آتے تھے مگر اس قدر اصرار کیا کہ ان کو آنا ہی پڑا، جب کمرہ میں وہ چارپائی پر بیٹھے اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں آئے ہیں تو کہنے لگے کہ میرا بھائی گم ہوگیا ہے اس کو ڈھونڈنے نکلا ہوں اس کو سن کر کچھ لوگ بے ساختہ مسکرا دیے

ع (عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے)

اگر جاسوسی کرنے آئے تھے تو دوسرا معقول عذر کرکے اس کو چھپایا جا سکتا تھا یہ گم شدگی برادر کی خوب رہی، خیر ان سے جناب حکیم احمد علی صاحب برادر حضرت صدرالشریعہ و تاجرادویہ بڑاگاؤں نے جو وہاں بیٹھے تھے بڑی متانت سے کہا کہ مناظرہ کسی بلوہ وفوجداری کا نام نہیں ہے ہم لوگوں کو آپ جانتے ہیں کہ شر وفساد سے دور بھاگتے ہیں کتنی کوشش کی گئی کہ مولوی عبدالرحیم صاحب آ کر مناظرہ کرلیں مگر نہ آئے آپ کے مہمان ہیں آپ کیوں نہیں ان کو مجبور کرکے لاتے انھوں نے جواب دیا کہ وہ نہیں آتے تو میں کیا کروں، حکیم صاحب نے کہا کہ آپ کے مہمان ہیں اور آپ کا کہنا نہیں کرتے وہ بولے کہ گھر پر آ گئے تھے تو میں کیا نکال دیتا اور وہ بھی دو روٹی کے لیے حکیم صاحب نے کہا کہ جب یہ بات ہے تو پھر آپ بھی مجبور ہیں یہ سن کر بوڑھے میاں ایک رخ پر عذر کرکے چلتے ہوئے، اب مسلمانوں کو اور بھی زیادہ ناامیدی ہوئی خیال ہوا کہ ہزاروں آدمی جمع ہوگئے ہیں، جلسۂ وعظ ہوجائے جس میں دن بھر کی کارروائی سنادی جائے، پہلے حضرت محدث صاحب قبلہ جناب حکیم احمد علی صاحب کے گھر پر کھانا تناول فرمانے تشریف لے گئے، وہاں دعوت تھی ابھی تناول فرمارہے تھے کہ تھانہ گھوسی سے ایک مسلمان کانسٹبل آیا اور حکیم احمد علی صاحب سے کہا کہ داروغہ صاحب بلاتے ہیں سب لوگ فوراً سمجھ گئے کہ وہابیوں نے آخری فریب سے کام لیا ہے، چنانچہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے کانسٹبل مذکور کی موجودگی میں حکیم صاحب ممدوح سے کہا کہ آپ جائیے اور کہئے کہ اس مناظرہ سے مجھ کو اور یہاں کے کسی مسلمان کو کچھ تعلق نہیں ہے، مولوی عبدالرحیم نے خود ہی علانیہ نام لے کر چیلنج مناظرہ دیا جس پر خط وکتابت شروع ہوئی اور میرا نام لے کر کہئے کہ انھوں نے تنہا اپنی ذمہ داری پر امن عامہ کی تحریری ذمہ داری لے لی ہے اور وہ اگر حکومت مداخلت کرے تو اپنی طرف سے ہر قسم کی

ضمانت و مچلکہ داخل کرنے پر تیار ہیں اگر وہ مجمع عام کو قابو میں رکھ سکے تو مجمع میں ورنہ خاص خاص لوگوں میں بیٹھ کر مناظرہ کریں گے اور کسی قسم کا نقض امن نہ ہونے دیں گے، مگر یہ سب مولوی عبدالرحیم کے میدان مناظرہ میں جانے پر موقوف ہے ورنہ مناظرہ کس سے ہوگا۔

کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرت محدث صاحب قبلہ نے نماز عشا پڑھی حکیم صاحب ممدوح تو تھانہ پر چلے گئے اور حضرت محدث صاحب قبلہ نے جلسہ وعظ کو زینت بخشی اور تقریباً ۱۰ر بجے شب تک دن بھر کی کارروائی سنائی جس کو حاضرین نے بڑی دلچسپی سے سنا اور وہابیوں پر خوب خوب ہنسے۔

حضرت نے فرمایا کہ اب تک آپ کے یہاں مناظرہ تو نہ ہوا مگر پیشین گوئیاں خوب خوب حرف بحرف پوری ہوئیں، یہاں تک کہ مسلمانوں نے اس کا بھی تجربہ کرلیا کہ کسی وہابی مولوی کو کسی عالم اہل سنت سے مناظرہ کرنے کے لیے کوئی مسلمان اپنی قوت سے نہیں لاسکتا، میں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ وہابی مولوی کو مناظرہ پر عوام وہابیہ ہی مجبور کرسکتے ہیں، لیکن اس جملہ کی صداقت اس پر موقوف ہے کہ عوام وہابیہ کو اس کی توفیق ہو اور وہ اپنے مولوی پر مسلط ہوجائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ مولوی عبدالرحیم کو جانے دو، ان کے برادر مولوی عبدالشکور اڈیٹر النجم کا حال سنو وہ وہابیوں کے سرغنہ اور دیوبندیوں کے آقا کہے جاتے ہیں، میری موجودگی میں سلطان پور میں ان سے جناب مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم بدایونی نے مناظرہ کیا، لیکن اس کی صورت یوں ہوئی کہ سلطان پور کے ایک وہابی نے ان کو تار دیا کہ ایک تعزیہ دار بدعتی آیا ہوا ہے اس کا رد کرنے آجائیے، وہ سمجھے کہ کوئی معمولی جاہل تعزیہ دار ہے دبالیں گے اور نذرانہ کی رقم بھی اچھی وصول ہوگی لیکن سلطان پور پہنچ کر جب مقابل کا ان کو صحیح علم

ہوا تو راہ فرار نکالنے لگے میری عمر اس وقت اتنی نہ تھی مولوی عبدالواحد صاحب مرحوم بھی نو جوان ہی تھے، یکبار گی خیال آیا اور ہم لوگ مولوی عبدالشکور کے پاس خود ہی پہنچ گئے، وہ جامع مسجد میں مجمع عام کر کے تقریر کر رہے تھے ان کو چپ کیا گیا اور مناظرہ کے لیے ان کا ہاتھ پکڑا گیا، وہ بہت تڑپے بہت اچھلے کودے کہ حکومت سے اجازت لینا ضروری ہے مگر ہم لوگوں نے ایک نہ مانا اور کہا کہ مجمع عام نہ ہو جناب محمد اشرف صاحب نصیر آبادی کے مکان پر مجمع خاص میں مناظرہ ہو جائے، جس پر عوام وہابیہ بھی دباؤ ڈالنے لگے، جب ان کو کوئی چارہ کار نہ ملا تو مناظرہ کرنے چلے راستہ میں کوتوالی تھی ان کی جماعت کا ایک شخص رپٹ کرنے اس میں داخل ہو گیا کہ ہمارے مولوی کو بالجبر مناظرہ کرنے کے لیے لے جاتے ہیں، چنانچہ ہیڈ کانسٹبل صاحب جن کا نام غالباً ابراہیم تھا اور اس وقت کوتوالی میں کوئی افسر نہ تھا وہی انچارج تھے آئے اور رپٹ کے اوپر تحقیقات شروع کر دی۔

مولوی عبدالشکور کو اس مجمع میں رپٹ کے ظاہر ہو جانے کی ایسی سبکی محسوس ہوئی کہ بادل ناخواستہ اس سے اپنی بریت بیان کر دی اس طرح مناظرہ شروع ہوا جو کئی دن تک ہوتا رہا لیکن ایک مرتبہ جناب مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم کے منہ سے نکلا کہ آپ کی دکھتی رگ پر جو نشتر رکھا ہے اس کی طرف آپ توجہ نہیں کرتے تو یہ حیلہ کر کے کہ سخت کلامی کی گئی ہے بغیر مناظرہ ختم کیے بھاگے، نوجوانوں نے تالیاں پیٹ دیں انکے قیام گاہ تک تعاقب کیا ڈھیلے پھینکے ان کو شاشب تاریکی میں بھاگنا پڑا جب لکھنؤ پہنچے تو ان سے پہلے ان کی شکست وفرار کی خبر فرنگی محل لکھنؤ پہنچ چکی تھی۔

دوسرا مناظرہ مولوی عبدالشکور سے خود مجھ سے ہوا کچھوچھہ شریف میں میاں جی غنیمت حسین نے حضرت عالم ربانی عارف حقانی محبوب نورانی سیدنا و

مولانا ابوالمحمود سید شاہ احمد اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کو چیلنج مناظرہ دیا تھا حضور نے قبول فرما کر مناظرہ شروع فرمایا، میاں جی کا چیلنج چند وہابیوں کے ناجائز دباؤ سے تھا جب وہ مناظرہ میں لاجواب ہوئے تو دوسری تاریخ مقرر کر کے بھاگ نکلے اور پھر اس تاریخ پر نہ آئے، ددوسری تاریخ مقرر ہوئی تو اس پر بھی نہ آئے آج تک وہابیہ اس کا عذر یہ کرتے ہیں کہ میاں جی غنیمت پر ایک مسماۃ بٹنی نے اس بنا پر نان ونفقہ کا دعویٰ کر دیا تھا کہ وہ حاملہ تھی اور اپنا ناجائز حمل میاں جی کا ثمرہ بتاتی تھی، اسی کی پیروی میں وہ رہ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے حق کو خود واضح فرمادیا، تھانوی صاحب کے الامداد ماہواری میں میاں جی کا ایک خط چھپا جس کو انھوں نے مناظرہ سے فرار کر کے تھانوی صاحب کو لکھا تھا اور اس میں لکھا تھا کہ آپ حفظ الایمان کی عبارت سے توبہ کر لیجئے اگر آپ کے نزدیک تمام مسلمان نہیں تو کم از کم مسلمانوں کی غالب اکثریت اس عبارت میں صریح توہین بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محسوس کر رہی ہے جو یقیناً کفر ہے مگر اس کے جواب میں تھانوی صاحب نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا، میاں جی غنیمت کے فرار پر جوار کے وہابیوں نے اپنی سبکی محسوس کر کے مولوی عبدالشکور کو تار دے کر بلایا اور دباؤ ڈالا کہ وہ مناظرہ کریں، چنانچہ مجھ سے مناظرہ شروع ہوا اور بعونہ تعالیٰ میرے ۹۴ر مطالبات کے جواب سے وہ بالکل عاجز رہے، میں نے اس کی مطبوعہ روداد میں اعلان کر دیا تھا کہ مولوی عبدالشکور مع اعوان وانصار کے میرے مطالبات کا گھر بیٹھ کر سال بھر کی مدت میں جواب دیں مگر بعونہ تعالیٰ وہ سالہا سال سے اب تک عاجز رہے اور ایک مطالبہ کا بھی جواب نہ دے سکے تو یہ مناظرہ بھی وہابیوں کے دباؤ سے ہوا تب ہوا۔

. تیسرا مناظرہ مولوی عبدالشکور سے حضرت فخر العلما مولانا محمد فاخر

صاحب الہ آبادی علیہ الرحمہ نے موضع پہلام ضلع مونگیر میں فرمایا جس میں میں موجود تھا، وہاں کے وہابیوں نے مولوی عبدالشکور کو بامید زرِ کثیر طلب کیا، جب آ گئے تو مناظرہ کرنے پر اس طرح مجبور کیا کہ اگر مناظرہ نہ کرتے تو واپسی کا کرایہ تک نہ ملتا، وہاں اثنائے مناظرہ میں مولوی عبدالشکور نے کہا کہ ''یقیناً شیطان کا علم رسول کے علم سے زیادہ وسیع ہے'' جس کو ہزاروں مسلمانوں، ہندوؤں نے سنا، میں نے مواخذہ کیا اور لکھنے کو کہا تو تیار ہو کر مُکر گئے نہ توبہ کی نہ انکار پر حلف اٹھایا، تالیاں پٹیں ذلیل ہوئے اور راہ فرار اختیار کی، اگر یہاں کے عوام وہابیہ بھی ہمت سے کام لے کر دباؤ ڈالیں تو امید ہے کہ مناظرہ ہو جائے۔

حضرت محدث صاحب قبلہ اپنے شاندار الفاظ میں اپنی خدا داد قوت خطابت سے اس مضمون کو بیان فرما رہے ہیں اور جلسہ بار بار نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھتا ہے اس دلچسپ جلسہ کو اسی کے شباب پر رہنے دیجئے اور وہابیوں کا حال بھی سنئے مولوی عبدالرحیم کی جماعت کے نوجوان حضرت محدث صاحب قبلہ کا آخری گرامی نامہ جو اوپر درج ہو چکا ہے لے کر مولوی عبدالرحیم کے پاس گئے، انھوں نے اور سب مولویوں نے اس کو پڑھا اور اپنی جماعت سے بولے کہ یہ تحریر کافی نہیں ہے اس میں دو قید بہت سخت لگائی ہیں، ایک تو لکھا ہے کہ باب عقائد میں جو اختلافات ہیں ان میں سے کسی ایک پر مناظرہ ہوگا، یہ باب عقائد کی قید بیکار ہے، ہم آم، املی، جو، گیہوں، آلو، اردی، جس چیز پر چاہیں مناظرہ کریں، باب عقائد اور وہ بھی مسائل اختلافیہ ہی میں مناظرہ کرنے کی قید بیجا ہے، ہم اس مسئلہ پر بھی مناظرہ کرنے میں آزاد کیے جائیں جس میں مسلمانوں کو کوئی اختلاف نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں فریقین کے لیے علمی و شرعی قوانین کی پابندی لکھی ہوئی ہے، ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے

ہم کو اگر علم و شرع کی پابندی کرنی ہوتی تو ہم مسلمانوں سے مناظرہ ہی کیوں کرتے، یہ دونوں باتیں انصاف کے بالکل خلاف ہیں اس وقت نوجوانوں نے خیال کیا کہ ہمارے مولویوں نے کیا ہم کو نرا پاگل سمجھ رکھا ہے اور ہم کو سڑی سمجھ کر ایسی بیہودہ باتیں کرتے ہیں، لہٰذا سب نے کہا کہ آپ کی باتیں بہت معقول ہیں لیکن ایک نامعقول گزارش ہماری بھی ہے کہ اب جو کچھ گھر ریزی فرمانا ہو میدان مناظرہ میں چل کر وہ فرمائی جائے۔

مولوی عبدالرحیم وغیرہ:- (نوجوانان طائفہ سے) تم لوگ ناتجربہ کار ہو کچھ سمجھتے نہیں ہو ہم جو خط دیں وہ جا کر دے دو۔

نوجوانان طائفہ:- (مولوی عبدالرحیم وغیرہ سے) لیکن ہم لوگ حلف اٹھا کر آئے ہین کہ آپ کو چلنا پڑے گا۔

مولوی صاحبان:- اس سے کیا ہوتا ہے پہلے ہمارا خط تو لے جاؤ۔

نوجوانان:- اس سے یہ ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو پہلے چلنا پڑے گا۔

مولوی صاحبان:- ناسمجھی کی باتیں نہ کرو۔

نوجوانان:- ہم کو جو کچھ کرنا ہے وہ کہہ چکے۔

مولوی صاحبان:- ارے بھائی ایک خط تو لے جا کر دے آؤ۔

نوجوانان:- ایک مرتبہ تو آپ لوگ وہاں چلے چلیں۔

مولوی صاحبان:- میں جو خط دوں اس کا جواب آ جائے تو چلا چلوں۔

نوجوانان:- آپ لوگ چلے چلیں تو پھر خط بھیجنے کا نام لیں۔

مولوی صاحبان:- اس طرح ہم لوگ کیسے چل سکتے ہیں۔

نوجوانان:- تو دوسری طرح یوں چلئے کہ پھر اپنے گھروں کو چلتے بنئے۔

مولوی صاحبان و نوجوانان طائفہ میں جس نوعیت کی گفتگو شروع ہوگئی ہے اس سے اسی امر کا اندازہ ہو کر نہیں رہ جاتا کہ ان مولوی صاحبوں کی خفیف

الحرکتیوں نے ان کو ان کی جماعت کی آنکھوں میں کس قدر سبک کردیا ہے بلکہ دو اور بھی روشن نتیجے نکلے، ایک یہ کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوگئی کہ مولوی عبدالرحیم اس آزادی کے پانے پر بھی کہ جس موضوع پر چاہیں گفتگو کرسکیں مجھ سے مناظرہ کرنے نہیں آسکتے واقعی یہی ہوا کہ ان کو مضمون مذکور کی تحریر مل گئی مگر بجائے آنے کے وہ آنے سے انکار کر گئے اور اب اگر وہ آسکتے ہیں تو اپنے عوام وہابیہ ہی کے لانے سے آسکتے ہیں اور دوسرا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اب اپنے میزبانوں کے یہاں قیام کرنے کا ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ بلا رضا و رغبت و بجبر و اکراہ مناظرہ پر آمادہ ہوجائیں اور ناظرین بھی کوشش کرکے کوئی ایسا راستہ نہ نکال سکیں گے اور نہ سمجھ سکیں گے جو مولوی صاحبان کو میزبانوں کے یہاں قیام کرتے ہوئے مناظرہ کی بلا سے بچا سکے لیکن یہ نہ سمجھ سکنا اس کے لیے ہے جس نے کبھی کسی موقع پر کسی کے مقابلہ میں آکر فرار کو اختیار نہ کیا ہو لیکن جو لوگ فرار کے عادی ہوں اور جن مولوی صاحبان کے لیے فرار عادت ثانیہ ہوگئی ہے ان کی عقل اس مسئلہ فرار میں اتنی تیز اور دقیقہ رس اور قوی الاختراع ہوجاتی ہے کہ جس موقع پر کوئی راستہ فرار نہ رہ گیا ہو وہاں بھی فرار کے لیے ان کی عقل جواب نہیں دے جاتی اور اگر ان کو سوچنے کا کچھ بھی موقع دیا جائے تو وہ ایسی ایسی صورتیں فرار کی نکالتے ہیں کہ بڑے بڑے ہوش مند چکر میں آجاتے ہیں، چنانچہ آپ واقعات بالا پر نظر کرکے دماغ پر زور دیجئے تو اب کوئی صورت فرار باقی نہیں رہی مگر اب راہ فرار ملاحظہ ہو کہ اپنے عوام کے رنگ کو دیکھ کر مولوی صاحبان نے اپنا رخ بدل دیا اور عجیب وغریب چال چلے یعنی بساط مکائد بچھا کر اپنے اسپ خیال کو تیز کرکے یوں پاپیادہ چلے کہ نوجوانوں میں جو اپنے کو شاہ و وزیر سمجھتا تھا سب کو مات دینے لگے اور بولے۔

مولوی صاحبان:- (نوجوانان جماعت سے) مغرب کا وقت آ گیا ہے نماز پڑھ کر چلنا ہوگا تو چلیں گے۔

نوجوانان:- نماز مغرب پڑھنی ہوتو پڑھ لیجئے لیکن چلنے میں آپ کواس بات کا اختیارنہیں ہے کہ نہ چلئے۔

مولوی صاحبان:- اچھا بھائی نماز مغرب کی تو اجازت دے دو۔

نوجوانان:- اگر ہماری اجازت ہی پر نماز مغرب موقوف ہےتو آپ کواجازت ہے بلکہ اس کے بعد جو کھانا آپ لوگوں کے نام کا پک چکا ہے اس کو بھی کھائیے مگراس کے بعد بس چلے چلئے۔

مولوی صاحبان اور نوجوانان طائفہ کی گفتگو ختم ہوگئی، اور فریقین کو نماز مغرب تک سانس لینے کا موقع مل گیا اور فوراً ایک اسکیم بن گئی، یعنی نوجوانوں کو خبر بھی نہ ہوئی اور تیار شدہ اسکیم کے ماتحت ایک ضعیف العمر دراز ریش نجدی ٹائپ کے بوڑھے میاں تھانہ گھوسی کی طرف روانہ ہوگئے، اور تھانہ میں جاکر داروغہ صاحب سے ملے، ان بوڑھے میاں کو اس کے بعد یکبارگی حضرت محدث صاحب قبلہ کی قیام گاہ کے سامنے مسلمانوں نے دیکھا جنھوں نے کہا کہ اپنے گمشدہ برادر کی تلاش میں جارہا ہوں جس کا واقعہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے اب مولوی صاحبان کا حال سنئے کہ بوڑھے میاں کو تھانہ بھیج کر باہم سرگوشی کرنے لگے اور چہروں پر جو پژمردگی پیدا ہوگئی تھی اس میں کچھ فرق بار بار آجاتا تھا، یہاں تک کہ نماز مغرب پڑھی اور جو کچھ پریشان حالی میں پیٹ میں سماسکا کھالیا، نوجوانوں کا تسلط اپنے حال پر قائم تھا ناچار مولوی صاحبان نے اپنی پگڑیاں سنبھالیں اور روانہ ہوئے، چار قدم کے بعد مولوی صاحبان نے کہا کہ سیدھا راستہ نہ اختیار کرو، گھوم کر تھانہ کی طرف سے چلو، گو اس چکر میں ایک میل کا راستہ دو میل کا ہوگیا کیونکہ مولوی صاحبان کی قیام گاہ اور مقام مناظرہ اور

تھانہ کے درمیان خط مستقیم اگر کھینچا جائے تو تقریباً ایک ایک میل کے خط کا مثلث متساوی الاضلاع بن گیا اور گو تھانہ کا نام سن کر اب نوجوانوں کو متوحش ہو جانا چاہئے تھا، لیکن مولوی صاحبان کا لب ولہجہ کچھ ایسا مسکین سیدھا سا تھا کہ نوجوانان طائفہ دھوکا کھا گئے اور اجازت دے دی، مولوی صاحبان کی جان میں جان آ گئی اور سب کا چہرہ کھل گیا یہ قافلہ چلتے چلتے جب تھانہ کے دروازہ پر پہنچا تو بجلی کی تیزی کے ساتھ مولوی عبدالرحیم تھانہ کے اندر گھس گئے، عرض معروض کے بعد قافلہ کے تمام لوگ طلب کیے گئے اور اس مجمع میں داروغہ صاحب کے طلبیدہ جناب حکیم احمد علی صاحب بھی پہنچ گئے جن کا تذکرہ اوپر آ چکا ہے اور پھر حسب ذیل نوعیت کی گفتگو ہوئی۔

داروغہ صاحب:- (مولوی عبدالرحیم سے) کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مناظرہ کو حکومت نے روک دیا ہے کیا اس پر بھی آپ مناظرہ کرنے جا رہے ہیں؟۔

مولوی عبدالرحیم:- میں خود نہیں جاتا بلکہ یہ ہماری جماعت کے لوگ مجھ کو لے جا رہے ہیں۔

داروغہ صاحب:- میں آپ کو منع کیے دیتا ہوں ہرگز نہ جائیے۔

مولوی عبدالرحیم:- بہت اچھا میں ہرگز آپ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔

داروغہ صاحب:- (حکیم احمد علی صاحب سے) کیا باوجود ممانعت کے آپ لوگ مناظرہ کرانا چاہتے ہیں؟۔

حکیم احمد علی صاحب:- جس مناظرہ کی ممانعت تھی اس کا وقت گزر گیا اور اس مناظرہ سے کسی کو کچھ تعلق نہیں، انھیں مولوی عبدالرحیم نے نام لے کر حضرت محدث صاحب قبلہ کو چیلنج مناظرہ دیا تھا انھوں نے محض اپنی ذاتی ذمہ داری پر امن عامہ کی ذمہ داری لی ہے، اور چیلنج قبول کر کے مناظرہ کرانا چاہتے ہیں، اور قانونی جواب دہی کے لیے بھی تیار ہیں۔

داروغہ صاحب:- (مولوی عبدالرحیم سے) آپ نہ جایئے کچھ نہ ہوگا۔

سب لوگ تھانہ سے باہر ہوگئے، حکیم احمد علی صاحب جلسہ میں اس وقت پہنچے جب کہ اس کا افتتاح ہو چکا تھا، اور مولوی عبدالرحیم اینڈ کو اپنی قیام گاہ محلّہ مداپورہ کو واپس ہوئے اور چاروں طرف دیکھ بھال کر کہ کوئی سنی نہ ہو مولوی صاحبان غیر معمولی شجاعت اور بے پناہ بہادری کا اس طرح مظاہرہ فرمانے لگے کہ اپنے عوام سے کہا کہ کیا بتائیں، داروغہ صاحب نے روک دیا، وہ حاکم وقت ہیں ان کی اطاعت ہم پر واجب ہے، نافرمانی کریں تو لاکھوں توبہ کریں، مگر جہنم سے نجات نہ ملے گی، ورنہ آج سنیوں کو مزہ چکھا دیا جاتا، اسلامی عقائد کی ایسی دھجیاں اڑا دیتا کہ مسلمانوں کے مناظر صاحب اثنائے مناظرہ میں پیشاب کر دیتے دماغ صحیح نہ رہتا، دوسرے دن پرٹال کر منہ چھپاتے پھرتے، بھاگے راستہ نہ ملتا وغیرہ وغیرہ مگر مولوی صاحبان کی اس رزمیہ خطابت سے ان کے عوام خوشگوار اثر نہیں لیتے تھے، جب مولوی صاحبان اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو بستر بچھا کر دراز ہونا چاہا تو نوجوانوں نے کہا۔

نوجوانان طائفہ:- (مولوی صاحبان سے) یہ آپ لوگ بستر کیوں بچھاتے ہیں۔

مولوی صاحبان:- بھائی کیا بتائیں مناظرہ سے حکومت نے روک دیا اب رات زیادہ گئی سو رہیں۔

نوجوانان:- مناظرہ سے حکومت نے روک دیا ہے آپ رک گئے، اور بستر بچھانے سے ہم لوگ روکتے ہیں، آپ رک جایئے۔

مولوی صاحبان:- تو پھر آخر ہم کیا کریں۔

نوجوانان:- آپ لوگ چلئے، اگر مجلس مناظرہ میں نہیں چلتے تو اپنے گھر چلے جایئے ہم لوگ حلف اٹھا چکے ہیں آپ کو بہرحال چلنا پڑے گا۔

مولوی صاحبان نے مناظرہ سے بچنے کی جو ترکیب نکالی تھی وہ معمولی نہ تھی اور ناظرین نے واقعات کو معلوم کر کے حیرت کی ہوگی کہ کسی دور کی مولویوں کو سوجھی تھی مگر اب یہ ان کی شامت کہئے کہ ان کے نوجوانوں پر اس کا خاطر خواہ اثر نہ ہوا اور سارا کیا کرایا ملیامیٹ ہوگیا، یہ محض طاقت غیبیہ کی کار فرمائی ہے ورنہ وہابیوں میں کہاں ایسے باغیرت ہوتے ہیں جو اپنے مولویوں پر اس طرح سوار ہو جائیں نوجوانوں کی اس حرکت کو دیکھ کر مولوی صاحبان نے گفتگو کو بند کر دیا اور مردۂ بے جان بن کر خاموش ہوگئے گویا مر کر مٹی میں مل گئے، اس نقشہ خاموشی کو دیکھ کر نوجوانان طائفہ نے فقرے کسنے شروع کیے کسی نے کہا کہ محلّہ کریم الدین پور میں ایک شیر ڈکارتا ہے اور امن عامہ کی ذمہ داری اپنی ذات پر لیتا ہے اور بالا علان کہتا ہے کہ میں تنہا ذمہ دار امن ہوں اگر پولیس یا مجسٹریٹ ضمانت طلب کرے تو اس کے لیے بھی تیار ہوں مگر اس کی للکار سے روباہ منُش اپنے اپنے بل میں گھسے جاتے ہیں اور بے بلائے پولیس سے جا کر کہتے ہیں کہ ہمیں روک دو وہ روک دیتی ہے ان غیر ذمہ داروں کو تھانہ جانے کی کیا ضرورت تھی کیا ہم لوگوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں کسی نے کہا کہ محلّہ کریم الدین پور میں ایک مرد بلند آواز سے پکارتا ہے اور یہاں چاروں عورتیں کمرے میں چھپی بیٹھی ہیں یہ وہ فقرے ہیں کہ اگر کسی ایسے بے غیرت سے جو شودر ہو کر چمار کی فطرت کا ہو جائے کہے جاتے تو اس کے خون میں بھی عارضی حرارت پیدا ہو جاتی مگر مولوی صاحبان کی مآل اندیشی اور دور بینی پر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا بالآخر نوجوانان طائفہ نے قانون کو ہاتھ میں لے لیا اور مجرمانہ حرکت شروع کی یعنی مولوی عبدالرحیم اینڈ کو کو

ع پابدست دگرے دست بدست دگرے

کھیتوں کو کچلتے ارہر کی زراعت کو چیرتے مینڈوں کو کودتے پھاندتے

لے چلے اور بالآخر مولوی صاحبان یہ سمجھ کر کہ صور پھونکا جاچکا اور عرصہ محشر میں چارنا چار جانا ہی ہے منظور کیا کہ میدان مناظرہ میں چلتے ہیں مگر قرینہ سے چلو سب نے مولوی صاحبان کو گھیر لیا، اور اسی طرح اس ارشاد کا مشاہدہ کرادیئے کے لیے کہ اگر عوام وہابیہ چاہیں تو اپنے مولوی صاحبان کو لاسکتے ہیں، نوجوانان طائفہ اپنے مولویوں کو اس وقت لائے ہے کہ حضرت محدث صاحب قبلہ مولوی عبدالرحیم کے برادر کلاں مولوی عبدالشکور کی شکستوں کو بیان فرمارہے تھے اور جلسہ پورے شباب پر تھا مولوی عبدالرحیم نے چھپ کر پہلے اپنے بھائی صاحب کی شکستوں کو سنا اور جن الفاظ پر میں حضرت محدث صاحب قبلہ کی تقریر اوپر ختم کرآیا ہوں اس کے بعد جلسہ کے ایک تاریک رخ پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا السلام علیکم، حضرت محدث صاحب قبلہ نے دریافت فرمایا کون؟ تو جواب دیا کہ احقر عبدالرحیم۔ حضرت نے برجستہ فرمایا اخاہ۔

ع (یہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے)

آپ نے دودن اتنی ناز برداری کرائی جتنا نازنین میں آپ کو نہیں سمجھتا تھا آیئے مولوی عبدالرحیم اینڈ کو جلسہ کے اندر آئے اور چاہا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کے تخت پر بیٹھ جائیں، حضرت نے منع فرمایا اور کہا کہ ہر جلسہ میں آپ کے لیے تخت رکھا جاتا تھا اور مجبوراً الٹ دیا جاتا تھا وہ بچھے تو آپ میرے سامنے اس کنارے پر بیٹھیں تاکہ فریقین کی آواز تمام حاضرین سنیں اور حق و باطل پر غور کریں اتنے میں تخت بچھا دیا گیا، اس پر قالین لگادیا گیا، مولوی عبدالرحیم اس پر جاکر وسط میں بیٹھے، داہنی طرف ایک صاحب بیٹھے اور بائیں طرف دوسرے صاحب اور ایک صاحب پیچھے بیٹھے، حضرت محدث صاحب قبلہ مجمع کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تمام حاضرین اس کو سن لیں کہ لاٹھی ڈنڈا کی کسی کو اجازت نہیں ہے نہ کوئی ہنس تک سکتا ہے اگر کسی کو اٹھنے کی

ضرورت پڑے تو پہلے مجھ سے اجازت لے لے، غرض سب کو مثل مردہ بے جان کے بیٹھنا پڑے گا کہ غور سے سنو اور حق کو جدھر پاؤ اس کو قبول کرو، جس کو ان احکام کی پابندی نہ کرنی ہو اس کو موقع دیا جاتا ہے کہ ۵ ؍منٹ کے اندر جلسہ سے باہر ہو جائے، واقعہ یہ تھا کہ اس جلسہ میں ہزاروں وہابیہ تھے، بالخصوص مئو سے ان کی مکمل فوج آ گئی تھی اور وہ ایسے تھے جن کی شورش پسندی بطور ضرب المثل ہے حضرت محدث صاحب قبلہ نے جب امن عامہ کی مکمل ذمہ داری لی تھی تو مولوی عبدالرحیم نے چالاکی سے اپنی جماعت میں صرف تین نفر مولیوں کے نام لکھ کر بھیج دیے تھے تاکہ خود بدولت مل کر چار نفر رہ جائیں، اور قانونی طور پر ان پر بلوہ کرنے کی تعریف صادق نہ آئے اور تمام عوام وہابیہ کو اپنی جماعت سے نکال دیا تھا، مطلب یہ تھا کہ خود چار نفر ہیں وہ بھی مولوی صاحبان جن پر حملہ آوری کا شبہ بمشکل ہو سکے اور عوام وہابیہ جو بیشتر فتنہ و فساد کے خوگر ہوتے ہیں وہ کچھ شرارت کریں تو سب حضرت محدث صاحب قبلہ کی طرف منسوب ہو، اور یہ مولوی عبدالرحیم کی ایسی شاطرانہ چال تھی کہ اس پر احتجاج کرتے ہوئے اگر حضرت محدث صاحب قبلہ اس سے انکار کر دیتے تو کسی ذی عقل کے نزدیک ان کی کسی قسم کی کمزوری پر محمول نہ ہوتا بلکہ مولوی عبدالرحیم کی حرکت پر دنیا گرفت کرتی مگر جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں خون سیادت کا تہوّر اور تبحر علمی کی قلبی قوت کی کرامت کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایسی پر خطر اور ہولناک ذمہ داری کو اس طرح سے قبول فرما لیا جس کی مثال آج تک دنیا نہ لا سکی اور نہ لا سکتی ہے اسی اہمیت کو محسوس فرما کر حضرت نے احکام بالا جاری فرمائے اور سارے جلسہ نے بخوشی یا بجبر اس کی آخر تک پابندی کی جس کی مولوی عبدالرحیم اینڈ کو نے ابتدائے جلسہ میں اور بعد ختم جلسہ بھی غیر معمولی تعریف کی اور مسلمانوں کی امن پسندی کا ان کو اعتراف کرنا پڑا احکام مذکورہ جاری فرما کر حضرت محدث صاحب

قبلہ مولوی عبدالرحیم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنے ہمراہیوں کا تعارف کرادیجئے، انھوں نے داہنی طرف والے کو مولوی عبداللطیف اور بائیں طرف والے کو مولوی عبدالجبار بتایا، اور مولوی عبدالستار کو بتایا کہ نہیں آئے، مولوی عبداللطیف کی پشت کے پردہ میں مولوی حبیب الرحمٰن ساکن مئوجن کا اوپر ذکر آچکا ہے بیٹھے ہوئے تھے، اور ضلع بھر کی وہابی دنیا میں مولوی حبیب الرحمٰن کی قابلیت اور مولوی عبداللطیف کی خطابت کا کلمہ پڑھا جاتا تھا کہ جہاں دونوں مجتمع ہوگئے گویا نجد و دیوبند پورا جمع ہوگیا، یوں تو وہابیوں کی طرف ایک درجن سے زیادہ مولوی صاحبان ہی تھے، جن کی گنجائش تخت پر نہ رہی تو بیچارے فرش پر بیٹھ گئے، مگر مشہور اور مناظرہ کے دارومدار اور جن کے نام سے ہم واقف ہوسکے وہ اشخاص بالا تھے، اور مسلمانوں کی طرف سے تخت پر تنہا حضرت محدث صاحب قبلہ رونق افروز تھے، آپ کے داہنے بائیں کتابوں کی دو بلند دیواریں قائم ہوگئی تھیں، وحدت و کثرت کے اس مقابلہ میں حضرت محدث صاحب قبلہ کا تفرد و کمال یکتائی کا وہ جلوہ تھا جس کی لذت حاضرین کو فراموش نہیں ہوسکتی سب سے پہلے حضرت محدث قبلہ نے جناب استاذ سلیمان خان صاحب سے فرمایا کہ ان مولوی صاحبان کے کنارے کنارے آپ کے آدمی بغرض حفاظت آجائیں جس کی فوراً تعمیل کی گئی، یہ استاذ صاحب اس مناظرہ کے وہ ہیرو ہیں جن کی وجہ سے حضرت محدث صاحب قبلہ نے امن عامہ کی ذمہ داری بے تردد لے لی تھی، اور مستقبل کے قانونی خطرات کو دل سے بالکل نکال دیا تھا، مگر یہ حضرت کا اپنا بیان ہے، ورنہ استاذ صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ یہ صرف حضرت کی قوت کرامت کا نتیجہ ہے، بہرحال انتظام ختم ہوا اور مناظرہ شروع ہوا جس کی کارروائی مع لفظ بلفظ تقریر فریقین کے درج ذیل ہے، قوسین میں بغرض تفہیم عوام اس کی ضروری شرح میں نے جابجا کردی ہے۔ وھو ھذا۔

آغاز مناظرہ

جب حضرت محدث قبلہ تمام انتظامات امن عامہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اس وقت جو گفتگو ہوگی وہ سب قلم بند ہوتی رہے گی اور ہر فریق کو اپنی تحریر پر دستخط کر کے فریق مقابل کو دستخط کر کے دینا ہوگی تاکہ کہہ کر مکر جانے کا موقع کسی کو نہ رہے، چنانچہ مسلمانوں میں سے جناب حکیم شمس الہدیٰ صاحب ابن حضرت صدرالشریعہ مدظلہ اور جناب مولوی محمد سعید خانصاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ گھوسی جن کا اس جوار پر اصلاح عقائد کا گراں بہا احسان ہے، منتخب کیے گئے کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی تقریر قلم بند کریں، ایک فرد پر دستخط کر کے مولوی عبدالرحیم صاحب کو دے دی جائے اور ایک فرد رکھ لی جائے، اور وہابیوں میں سے مولوی عبداللطیف صاحب جن کا تذکرہ اوپر بار بار آچکا ہے اور جن کے قلم کے بھروسہ پر مولوی عبدالرحیم کو بہ سلسلۂ خط و کتابت جو کچھ لکھنا تھا لکھتے تھے، بلکہ مولوی عبداللطیف مصنف تھے تو مولوی عبدالرحیم کاتب محض، اور دوسرے مولوی ایوب صاحب مقصور اللحیہ ساکن مئو، جو ابھی تھوڑا عرصہ ہوا قصبہ جلال پور ضلع فیض آباد کے ایک اسلامی مکتب لے مدرس تھے اور حضرت محدث صاحب قبلہ کی خدمت میں نیاز مندانہ انداز میں حاضر ہوتے تھے، حضرت ہی نے ان کو وعظ کے تخت پر بٹھالا تھا اور گو انکا تقیہ مخفی نہ تھا، زیارت قبور و حقوق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہابی دھرم کی رو سے ان کا مشرکانہ طرز عمل اور بدعتی وعظ سب کچھ بیدلی سے تھا، مگر ظاہر حال پر حکم شرع ہے لہٰذا حضرت محدث صاحب قبلہ ان کی عزت افزائی فرمایا کرتے تھے مگر افسوس کہ مولوی صاحب مدرسہ سے بھاگے یا نکالے گئے کیونکہ ان کے جرم خلاف وضع فطری کا زبانوں پر تذکرہ آنے لگا تھا اور وہاں کا قیام

خطرناک ہوگیا تھا، ان دونوں کا انتخاب ہوا ان میں سے مولوی عبداللطیف کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر مسلمانوں کو نہیں دی گئی، ورنہ ان کے زور قلم کی املا کی غلطیاں درست کر دی جاتیں بلکہ غریب مولوی ایوب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر پر دستخط کر کے مولوی عبدالرحیم مسلمانوں کو دیتے تھے، لہٰذا املا وغیرہ کی غلطی کا الزام مولوی عبدالرحیم پر نہیں ہے اس کے ذمہ دار ان کے مولوی ایوب ہیں، جب کاتبوں کا انتظام دو منٹ کے اندر ہو گیا تو حضرت محدث صاحب قبلہ نے بعد حمد وصلوٰۃ فرمایا۔

سوال از حضرت محدث صاحب قبلہ

عبارات حفظ الایمان وبراہین قاطعہ وتحذیر الناس پر علمائے حرمین محترمین نے بلکہ علمائے ہند (یعنی علمائے عرب وعجم) نے بھی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے اور میں بھی فتوائے تکفیر کا حامی ہوں (اس بارے میں) مجھ میں اور آپ میں اختلاف ہے، کیا آپ (جرأت و ہمت رکھتے ہیں آپ کے بازو میں اتنا زور ہے، میں آپ کے اکابر کو کفر کا مجرم کہتا ہوں آپ کوئی صفائی دے سکتے ہیں اور) آپ اس میں مناظرہ فرما سکتے ہیں۔

سید محمد غفرلہٗ

☆☆☆

اس سوال کا مطلب صاف ہے محتاج شرح نہیں ہے، حضرت محدث صاحب قبلہ کو باور کرانا تھا کہ وہابی مولوی صاحبان (اپنے جرم کفر) کی صفائی ایسی نہیں رکھتے، جو فریق مستغیث کے مقابلہ میں پیش کر سکیں اپنے اپنے گھروں میں اپنی جماعت کے سامنے تو خوب چہکتے ہیں مگر میدان مناظرہ میں اس جرم کا نام لیتے شرماتے ہیں کہ کوئی فریب کاری نہ چلے گی اور جرم کی ناپاکی ان کی جماعت پر روشن ہو جائے گی، ہم جس خط و کتابت کو اوپر نقل کر چکے ہیں اس میں

بھی حضرت نے اس کا مطالبہ برابر کیا اور مولوی عبد الرحیم اس پر ہچکتے اور بھاگتے رہے، اب آمنے سامنے کا موقع آیا تو سب سے پہلے اسی مسئلہ کو لیا کہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور کانوں سے سنیں کہ علمائے عرب وعجم کا بالزام توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھانوی صاحب وغیرہ کا چالان کرنا اور عدالت شرع شریف سے بجرم کفر سزائے جہنم تجویز ہونا اتنا صحیح اور منصفانہ فیصلہ ہے جس کے خلاف جواب دہی کے لیے نہ تھانوی صاحب آسکتے ہیں نہ دوسرا وہابی صفائی پیش کرسکتا ہے نہ اس میں اپیل کی گنجائش ہے نہ نگرانی کی جاسکتی ہے، یہ فیصلہ واقعات اور قانون دونوں کے بالکل موافق ہے، اب رہی یہ بات کہ مولوی عبد الرحیم پکڑ ملے تھے تو ان سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی ان کا جرم سامنے رکھ کر جواب دہی کا مطالبہ فرمادیتے، اس کو محض اپنے کریمانہ وعدہ کے ایفا کے خلاف سمجھا کہ بیٹھتے ہی مولوی عبد الرحیم چیلنج کر نہ بھاگ جائیں لہٰذا جو آزادی ان کو تعیین موضوع کے لیے دی گئی تھی اس کا لحاظ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر آپ مناظرہ اس پر کرسکتے ہوں تو اسی پر مناظرہ ہو یہ مسئلہ اہم ہے یہ کفر و اسلام کا سوال ہے، دوسرے خلافیات کا درجہ اس سے کم ہے لیکن اگر آپ کو خود ہی یقین ہو کہ آپ اور آپ کے اکابر کافر ہیں تو انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ توبہ کریں لیکن اس کی توفیق بھی میسر نہیں تو ہماری بخشی ہوئی آزادی سے ناجائز اور شرمناک فائدہ اٹھاتے ہوئے جو ہلکا پھلکا موضوع لو مناظرہ کرلو کس قدر غیرت دلانے والے تیور ہیں، اور لب ولہجہ میں کتنی شاندار للکار ہے، لیکن مولوی عبد الرحیم کا رونگٹا بھی نہ ہلا اور یوں بولے۔

جواب از مولوی عبد الرحیم

چونکہ فاضل محترم نے تعین موضوع کا اختیار مجھ کو دیا ہے (اس سے

مجھے ناجائم فائدہ اٹھانا ہے) لہٰذا موضوع بحث خواہ دس بیس ہوسکتے ہوں (یعنی میدان مناظرہ میں بالفعل کوئی موضوع بحث نہیں ہے) مگر میں مناسب (اور بنظر مآل اندیشی ضروری) سمجھتا ہوں کہ حضور سرور عالم صلعم کا جمیع ما کان وما یکون کا علم غیب حاصل ہونا اگر فاضل محترم کا عقیدہ ہوتو موضوع بحث قرار دیا جائے اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے تو میرے اور جناب مولانا سید محمد صاحب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

عبدالرحیم غفرلہٗ

☆☆☆

یہ جواب اس کو دیا جاتا ہے جو منہ پر مولوی عبدالرحیم اوران کے اکابر کو مجرم کفر باالاعلان کہہ رہاہے یہ جواب پشتو یا لاطینی زبان میں نہیں ہے اور نہ گھر بیٹھ کراپنے عوام کی طفل تسلیوں کی قسم کا جواب ہے بلکہ اردو زبان میں ایک خصم کے مقابل میدان مناظرہ میں جواب دیا گیا ہے، اگر صرف یہی ایک سوال و جواب علاحدہ کر کے شائع کردیا جائے تو ہر اردوخواں آسانی سے یہی سمجھے گا کہ مولوی عبدالرحیم اپنے اوپر الزام کفر کو قبول کرتے ہیں، اپنے اکابر کی تکفیر سے راضی ہیں وہ علم ما کان وما یکون کے سوا تمام اختلافات میں بشرطیکہ وہ ہوسکیں حضرت محدث صاحب سے اتفاق کررہے ہیں، اس سے بڑھ کر عوام وہابیہ اس اختلاف کفر واسلام میں اپنی مولوی کی کس زباں بندی کا انتظار کرتے ہیں اس پر بھی اگر توبہ نہ کی تو پھر خدا کی پناہ ہے، اس جواب میں ''کو'' کی جگہ ''کا'' وغیرہ کی غلطیاں مولوی ایوب کاتب کی جہالت ہے، لیکن ان غلطیوں میں سب سے زیادہ خطرناک جرم ''صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کو صلعم لکھنا ہے، یہ مہمل بے معنی لفظ ایسا ہے جیسے اَلَّمُ غَلَّمُ بکنا، قرآن کریم میں فرمایا فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم ظالموں کو حکم ہوا تھا حطۃ کہنے کا اور کہنے لگے

حنطۃ مگر حنطۃ تو با معنی لفظ ہے، اور صلعم تلعم تو محض بے معنی و مہمل لفظ ہے یہ تخفیف اگر بنظر تخفیف شان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو کفر ہے ورنہ محرومی و بے برکتی و مہمل نویسی میں کیا شبہ ہے، سب سے پہلے جس نے اس تخفیف کو ایجاد کیا تھا اس کا ہاتھ کاٹ لیا گیا تھا، دیکھو طحطاوی وحاشیہ نووی وغیرہ۔

بات یہ ہے کہ وہابی مولویوں کو دل سے درود شریف سے ضد سی آ گئی ہے، مسلمانوں کے دباؤ میں آ کر کبھی لکھ دیتے ہیں تو غیر عادی ہونے کی وجہ سے کاہلی وسستی سے یوں مہمل و بے معنی لکھ دیتے ہیں، والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا۔

جواب از حضرت محدث صاحب قبلہ

بعد الحمد والصلوٰۃ میں فاضل مخاطب کا شکر گزار ہوں کہ سوائے ایک مسئلہ کے جس میں مجھ سے میرا عقیدہ دریافت کیا گیا ہے (اور نہیں معلوم کہ میرے عقیدہ پر مطلع ہو کر اس سے بھی متفق ہو جاتے ہیں یا نہیں) باقی جملہ مسائل میں میرے عقائد پر مطلع ہو کر (کہ میں ان کو اور ان کے اکابر تھانوی صاحب وغیرہ کو توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مجرم و مرتکب کفر جانتا ہوں) فرما دیا اور بہت صاف لفظوں میں فرما دیا کہ میرے اور فاضل مخاطب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں (سچ ہے حق کا بول بالا رہتا ہے) اب میں اپنے اس عقیدہ کو بیان کرتا ہوں جس کا مجھ سے سوال کیا گیا ہے، میرے نزدیک حضور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتیں بتائی تھیں مطلع فرمایا تھا اور کس قدر عطا فرمایا تھا اس کے بیان کے لیے مقام نعت (شریف) میں تمام ایسے صیغے اور الفاظ استعمال کرنا جن کا

قرآن کریم یا حدیث شریف میں استعمال موجود ہے، اور جن میں سے لفظ ما کان وما یکون بھی ہے جائز ہے اگر فاضل مخاطب کو میرے اس عقیدہ (کے کسی جزو) سے اختلاف ہوتو میں مناظرہ کے لیے آمادہ ہوں۔

سید محمد غفرلہٗ

☆☆☆

سبحان اللہ! کس قدر واضح اور روشن لفظوں میں کتنا نورانی عقیدہ کس خوبی کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ ایک ایک لفظ پر خزانے نچھاور کردیے جائیں توحق ادا نہ ہو اپنا اسلامی عقیدہ ایسے سہل اور سادے الفاظ میں ارشاد فرمادیا ہے کہ گو بظاہر عقیدہ ایک دعویٰ ہے، مگر دعویٰ کے الفاظ پر اول نظر میں دلائل کی بارش معلوم ہوجاتی ہے یعنی دعویٰ کا ہر لفظ بجائے خود دلیل ہے، اگر دیوبندیوں کی طرح مولوی عبدالرحیم ان الفاظ عقیدہ کو سن کر یہ کہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع نہ فرمایا تھا تو آیات قرآنیہ ونصوص قطعیہ کا انکار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولٰکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشآء اے لوگو! نہ تھا اللہ کہ آگاہی دے تم کو غیب پر لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جن کو چاہتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظھر علیٰ عیبہ احدا الا من ارتضی من رسول اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو نہیں تسلط وغلبہ عطا فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوا ان کے جن کو چن لیا یعنی رسول، ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک یہ غیب کی خبریں ہیں جو اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم تم کو مخفی سلسلہ سے بتاتے ہیں، وما ھو علی الغیب بضنین، اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب پر بخیل، ایسی ایسی روشن آیتوں کا انکار گھر پر کرنا وہابی مولوی صاحبان کا روز مرہ ہے، مگر مجلس مناظرہ میں خصم کے سامنے اس کی

جرأت نہیں ہوسکتی اور اگر مولوی عبدالرحیم حدیث علمت ما کان و مایکون کا انکار کردیں تو کتب صحاح میں اس کو دکھا دیا جاتا اگر وہ کہیں کہ ہم قرآن و حدیث کے استعمال کردہ الفاظ کو ناحق سمجھتے اور اسی لیے اس کا استعمال شرک و بدعت جانتے ہیں تو نہ صرف مسلمان بلکہ عوام وہابیہ بھی منہ پر تھوک دیتے غرض بیان عقیدۂ اسلامیہ کا وہ بے نظیر لب ولہجہ ہے کہ ایک نقطہ سے مجال انکار نہیں ہے، چنانچہ مولوی عبدالرحیم کو آپ دیکھیں گے کہ عقیدۂ اسلامیہ کے ایک لفظ کو ہاتھ نہ لگا سکے بلکہ ایک جزء کا بادل ناخواستہ اقرار کرنا پڑا اور دوسرے جزء سے گو ابھی صاف اقرار نہیں ہے مگر انکار بھی نہیں، چنانچہ مولوی عبدالرحیم نے جواب دیا۔

تقریر از مولوی عبدالرحیم

فاضل محترم نے میرے اس (غیر مشروط) قول پر کہ میرے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں جو (صاف نتیجہ بیان) فرمایا ہے (اب میں اپنی اس غلطی کو سمجھ کر کہتا ہوں کہ) اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ جملہ مباحث و مسائل اختلافیہ میں مجھے ان سے اتفاق ہے بلکہ صرف مسئلہ علم غیب اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں رہتا، جناب ممدوح کا یہ ارشاد کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے جناب سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غیوب پر مطلع کیا، مجھے اس سے انکار نہیں ہے (جو وہابی دیوبندی انکار کرتے ہیں وہ نصوص قطعیہ کے منکر اور قرآن عظیم کے مخالف ہیں) اظہار مقدار میں جناب فاضل محترم کا علمت ما کان و مایکون پیش فرمانا (مجھے اس سے بھی انکار نہیں ہے اور اقرار بھی نہیں کرسکتا ورنہ دیوبندیوں کی نمائندگی کو ایک اقرار سے صدمہ پہنچ چکا ہے اس اقرار سے تو سارا طائفہ ذبح ہوجائے گا لہٰذا گول بات کہتا ہوں کہ) صورت مناظرہ کا

قاطع نہیں (عجب مہمل گوئی ہے) اس وجہ سے کہ میرا سوال یہ ہے کہ جمیع ما کان وما یکون کا علم غیب حضرت ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ہونے کا جناب عقیدہ رکھتے ہیں یا نہیں تصریح فرمادیں۔

عبدالرحیم عفی عنہ

☆☆☆

خود مولوی عبدالرحیم نے جب ان سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنے اور اپنے اکابر کے اوپر جو الزام کفر ہے اس میں مناظرہ کرسکتے ہیں؟ یہ کہا آپ علم غیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کردیجئے اس کے سوا ہمارے آپ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اب جو حضرت محدث صاحب قبلہ نے اس پر حمد الٰہی ادا کیا تو کچھ چونکے اور اپنے کہے سے یوں مکرتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب میں اختلاف نہ ہونا مقصد تھا، اچھا صاحب یہ بھی منظور ہے لیکن تھانوی صاحب وانبیٹھوی صاحب کی عبارات کفریہ اسی مسئلہ علم غیب ہی میں ہیں، جب اسی خاص مسئلہ میں کفر و اسلام کا اختلاف آپ کو مسلمانوں سے ہے تو ایسے اہم اختلاف کو چھوڑ کر مسئلہ کے دوسرے پہلو کو نکالنا کون سی دیانت داری ہے یعنی مانا کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ مسئلہ علم غیب ہی میں آپ کو کوئی اختلاف مسلمانوں سے نہیں رہ جاتا تو اس تاویل سے آپ کو کیا فائدہ ہوا، تھانوی صاحب اینڈ کو کی تکفیر اسی مسئلہ کی بدولت تو کی گئی ہے کہ علم غیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گدھے سور کے علم غیب سے تشبیہ دی، اس پر شیطان کے علم کو بڑھا دیا، علمائے اسلام نے فرمایا کہ یہ توہین بارگاہ نبوی ہے اور کلمہ کفر ہے، حضرت محدث صاحب قبلہ نے شروع میں فرمادیا کہ میں بھی فتاویٰ تکفیر کا حامی ہوں، آپ نے اس کو سنا حضرت کے عقیدہ پر مطلع ہوئے اور پھر اس اطلاع کے باوجود اس مسئلہ علم غیب میں بعد بیان کردینے اپنے عقیدہ

کے آپ کو حضرت کے عقائد سے اختلاف نہ رہا تو اب بھی تو نتیجہ وہی رہا کہ آپ نے تھانوی صاحب اینڈ کو کے مجرم کفر ہونے کو ناقابل انکار قرار دے کر فتاویٰ اسلامیہ سے اتفاق کرلیا، پھر کیوں نہ کہا جائے کہ الحمدللہ حق غالب رہا، اب نفس مسئلہ لیجئے تو مولوی عبدالرحیم نے خود ہی حضرت سے ان کا عقیدہ دریافت کرنے پر اکتفا کی، جب حضرت نے عقیدہ بیان فرمادیا اور اس کا ایک لفظ بھی ایسا نہ تھا جس سے انکار کی تاب ہو، بلکہ عقیدہ کا ضروری حصہ اپنے تمام اکابر وہابیہ دیوبندیہ کی تصریحات کے خلاف مولوی عبدالرحیم کو کھلے نفظوں میں ماننا پڑا کہ مجھ کو اس سے انکار نہیں ہے، اب رہا جزء دوم یعنی علم ماکان و مایکون اس کو ہاتھ نہ لگایا اور عجب جناتی بولی بولے کہ صورت مناظرہ کا قاطع نہیں ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بیابانی و وحشی جملہ کا مطلب یہ ہے کہ صحیح ہے یا یہ ہے کہ غلط ہے پہلے صاف صاف کہتے کہ ماکان و مایکون کا عالم کہنا صحیح ہے یا غلط ہے، اگر غلط کہتے تو ''صورت مناظرہ کا قاطع نہیں ہے'' کیسے کہتے کیونکہ اختلاف نمایاں ہوگیا، جس کو مسلمان صحیح جانتے ہیں اس کو غلط کہہ دیا تو مناظرہ کی صورت آگئی بحث ہوجائے اور اگر صحیح کہتے تو گو مناظرہ کی صورت نہ رہ جاتی اور ہم پھر حمد الٰہی بجالاتے۔

لیکن حضرت محدث صاحب قبلہ کو دبی زبان سے قبول کرانا منظور نہ تھا بلکہ صاف لفظوں میں اقرار کرانا تھا، لہٰذا جواباً ارشاد فرمایا اور کہہ کر مکرنے پر مواخذہ فرماتے ہوئے دوبارہ اختلاف کفر و اسلام پر مناظرہ کے لیے للکارا۔

ارشاد از حضرت محدث صاحب قبلہ

بعد الحمد و الصلوٰۃ فاضل مخاطب نے پہلی مرتبہ یہ ارشاد فرما کر کہ میرے اور فاضل مخاطب کے درمیان اختلاف نہیں، اب جو اس کی سراپا نقیض شرح فرمائی ہے اس سے میں یہ مطلب سمجھ رہا ہوں کہ میرے اور فاضل

مخاطب کے درمیان بہت کچھ اختلافات ہیں جن میں کفر واسلام کا اختلاف بھی ہے مگر (اس کمزوری و بزدلی پر ہزاروں افسوس کہ) وہ اس (اہم وضروری) اختلاف کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتے اور (بدترین الزام) الزام کفر سے اپنی بریت (عملی اقرار سے) مطلوب نہیں ہے خیر (کسی کی بے غیرتی کا کیا علاج) ان کی مرضی، مجھ سے میرا جو عقیدہ دریافت کیا ہے میں نے اپنے عقیدہ کے بیان کرنے میں ایسے واضح الفاظ استعمال کیے ہیں کہ جس کے بعد حاجت سوال نہیں ہے، میرا عقیدہ علم غیب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ ہے اور جس کو میں بیان کر چکا ہوں اس کے دو جزء ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا ہے اس جزء کے متعلق فاضل مخاطب نے بھی اقرار کرلیا کہ اس مجمع میں ان کو اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے (اپنے گھر بیٹھ کر اپنی جماعت کے اندر اختلاف ظاہر کریں تو اس کا انصاف ان کے عوام کے ہاتھ میں ہے) دوسرا جزء یہ ہے کہ حضور کو ما کان وما یکون کا عالم کہنا یا ایسے تمام صیغے (الفاظ) استعمال کرنا جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں میں کہہ چکا ہوں کہ میرے نزدیک جائز ہیں اور (اس کے متعلق یہ دریافت کرنا کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے یا نہیں محض طفلانہ سوال ہے کیونکہ) میرے اس جائز کہنے کا یہی مطلب ہے کہ ایسا کہنا صحیح ہے جھوٹ کہنے کو میں جائز نہیں کہتا جائز کہنا ہی دلیل ہے کہ ان الفاظ کا استعمال اپنے معنی کے لحاظ سے صحیح ہے میرے عقیدہ کے اس جزء کے متعلق فاضل مخاطب نے ایک ایسا محتاج شرح جملہ فرمایا جس میں نہ اقرار ہے نہ انکار (یعنی اتنا کہا کہ یہ صورت مناظرہ کا قاطع نہیں ہے، اس میں اقرار کا پہلو غالب ہے مگر میں صاف صاف گفتگو چاہتا ہوں) اگر آپ کو مثل جزء اول کے اس جزء (دوم) سے بھی اتفاق ہو تو پھر دوسرے اختلافات میں مناظرہ چلے اور اگر اختلاف ہو (جس کی

آپ اس مجلس مناظرہ میں تاب نہیں رکھتے یہاں تک کہ اپنے اصل مذہب کے خلاف جزءِ اول کا اقرار کرلیا اب جزءِ دوم کا بھی صاف صاف اقرار کیجئے اور اگر نہیں) تو مناظرہ سے طے کرلینے کے لیے تیار ہوں۔

سید محمد غفرلہٗ

☆☆☆

اس ارشاد کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ مولوی عبدالرحیم نے حضرت محدث صاحب کے عقیدہ دربارہ علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سن لیا اور سمجھ گئے، اور سمجھ بوجھ کر اس عقیدہ کے جزءِ اول پر ایمان بھی لے آئے ہیں، صرف اس کے جزءِ دوم کے متعلق گو دبی زبان سے اقرار کرلیا ہے لیکن صاف صاف نہیں کہتے کہ میرا اس پر ایمان ہے یا میں اس سے کافر ہوں اسی کا جواب اس ارشاد میں طلب فرمایا گیا ہے، اب اس اہم اور صاف سوال کو یاد کرکے دیکھئے کہ مولوی عبدالرحیم نے اس کا کوئی جواب دیا یا نہیں، اور پھر کیا جواب دیا، اور مولوی عبدالرحیم پر واضح کیا گیا ہے کہ آپ تھانوی صاحب اینڈ کو کی تکفیر پر راضی ہو گئے اس کو ہاتھ بھی لگایا؟۔

تقریر از مولوی عبدالرحیم

میں نے فاضل محترم سے جو عنوان سوال قائم کیا ہے (کہ اپنا عقیدہ دربارہ علم غیب نبوی بتائے) وہ بھی ایسا تھا کہ جس پر اثبات یا انکار میں (یعنی اپنا عقیدہ بیان کریں یا نہ کریں بہرحال) اقرار یا انکار نصوص قطعیہ ہورہا تھا مگر ہمارے فاضل محترم اس کی تعیین نہیں فرماتے (نہ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں اور نہ یہی ہے کہ اپنا عقیدہ نہیں بیان کرتے) جناب والا ما کان وما یکون یہ دو ایسی لفظیں ہیں کہ اگر ان کی طرف اضافت کل کردی جائے تو قضیہ موجبہ کلیہ اور اگر

اضافت بعض کر دی جائے تو قضیہ موجبہ جزئیہ بنتا ہے (یعنی کل ما کان وما یکون قضیہ موجبہ کلیہ ہے اور بعض ما کان وما یکون قضیہ موجبہ جزئیہ ہے) میں یہ دریافت کرتا تھا کہ جناب والا تمام غیوب ماضیہ ومستقبلہ و ورائے زماں و زمانیات کا اثبات حضور نبوی کے لیے ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ صریح الفاظ میں اس کا جواب مرحمت ہو۔

عبدالرحیم غفرلہٗ

☆☆☆

دیکھ لیجئے کہ مولوی عبدالرحیم نے اپنے سکوت سے ایک بار پھر اپنے اکابر کے مجرم کفر ہونے کا اقرار کرلیا اور راضی ہو گئے اور حضرت محدث صاحب قبلہ نے اپنا عقیدہ جو بیان فرمایا اس کے ایک حرف سے انکار نہ کر سکے سچ پوچھئے تو حقانیت اہل سنت و جماعت کی فتح مبین ہوگئی، اب ایک نیا سوال پھر شروع کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں جو فرمایا گیا ہے کہ میں نے جان لیا، جو کچھ مخلوقات میں ہوگیا اور جو کچھ ہوگا کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ جان لیا؟ اور صحیح مطلب یہ بتاتے ہیں کہ میں نے جان لیا جو کچھ مخلوقات میں ہوا اور جو ہوگا اس کا منطقی مطلب یہ ہے کہ کچھ جانا اور کچھ نہیں جانا اس کا جواب حضرت محدث صاحب قبلہ نے یہ دیا۔

ارشاد از حضرت محدث صاحب قبلہ

بعد الحمد والصلوٰۃ فاضل مخاطب نے میرے عقیدہ کے دوسرے جزء کے متعلق (انکار کی ہمت نہ کرتے ہوئے) ایک منطقی قانون کی روشنی میں جو سوال فرمایا ہے اس کا خلاصہ میں یہ سمجھا ہوں کہ اگر ما کان وما یکون (جو کچھ مخلوق میں ہوا اور جو کچھ ہوگا) کو یوں کہا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وصحبہ وسلم کو بعض ماکان و ما یکون (یعنی کچھ کا علم نہ تھا اور کچھ) کا علم حاصل تھا تو فاضل مخاطب کو میرے عقیدہ کے اس دوسرے جزء سے بھی (صاف صاف) اختلاف نہ رہ جائے اور اسی لیے (منطق کے) لفظ ''موجبہ کلیہ'' لفظ ''جمیع'' لفظ ''کل'' پر بہت زور دیا گیا ہے (کہ حدیث شریف میں نہیں ہے) میں عرض کرتا ہوں کہ اول تو (جہالت فاضل مخاطب کی اسی سے ظاہر ہے کہ منطقیوں کے نزدیک بھی) ماکان و ما یکون کوئی قضیہ نہیں ہے (موجبہ وکلیہ یا جزئیہ ہونا تو بعد کی بات ہے ہاں) علمت ماکان و ما یکون بیشک قضیہ ہے !ور علمت ماکان و ما یکون (میں نے جان لیا کائنات میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا) قضیہ موجبہ کلیہ ہونے (تمام کائنات کو جان لینے) کے لیے محتاج لفظ جمیع یا لفظ کل نہیں ہے، موجبہ کلیہ کا سور (وہ الفاظ جو سب کے معنی میں ہوں) زبان عرب میں محض (لفظ) جمیع اور (لفظ) کل ہی نہیں ہے پہلے جناب اصول الشاشی یا نورالانوار (اصول فقہ کی ان ابتدائی دو کتابوں کا مطالعہ فرما لیتے (اور کسی اہل سنت کے مدرسہ میں تعلیم لے کر آتے) اور علمائے شریعت نے موجبہ کلیہ کے جو سور (یعنی ایسے الفاظ جن کے معنی سب اور تمام کے ہوتے ہیں) بتائے ہیں ان پر مطلع ہوجاتے (جن سے آپ آج تک بے خبر ہیں) تو خود فرمادیتے کہ اس قضیہ (حدیث شریف) کا موجبہ کلیہ (سارے کائنات کو شامل) ہونا کسی (دوسرے) لفظ کا محتاج نہیں ہے (نہ کل کا نہ جمیع کا) اور جب اس قضیہ (حدیث شریف) کا مہملہ (بلا تذکرہ کل یا بعض) یا موجبہ جزئیہ (لفظ بعض کی قید سے) ہونا آپ کسی دلیل قاطع سے (جو یقینی ہو) ثابت نہیں کر سکتے تو آپ کو ایسی بحث (کہ حدیث کا مطلب ہے کہ کچھ جانا کچھ نہ جانا) شروع فرمانے کا حق نہیں ہے (کیونکہ غلط بیانی کا کسی کو حق نہیں ہوسکتا) میں پھر (للکار کر) کہتا ہوں کہ جو صیغہ قرآن و حدیث میں وارد ہے میں بہ سلسلۂ بیان علم غیب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وصحبہ وسلم ان کا استعمال جائز سمجھتا ہوں، اگر آپ یوں فرمادیں کہ ما کان وما یکون (جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا) کا لفظ حدیث میں نہیں آیا یا آیا تو مگر متعین ہے کہ بعض ما کان وما یکون ہی کے لیے آیا ہے (کہ کچھ جانا اور کچھ نہ جانا) تو میں اس مسئلہ میں آپ سے (مناظرہ کرکے) تصفیہ کرنے کو تیار ہوں، اور اگر آپ ثابت نہیں کرسکتے (اور ہرگز ثابت نہیں کرسکتے) تو پھر لفظ کل یا لفظ جمیع کا یہ اہتمام عبث ہے میں نے بیان عقیدہ میں جتنے الفاظ استعمال کیے ہیں ان کو پڑھئے کہ وہ نصوص قطعیہ کے موافق ہیں یا مخالف (آپ جو زور میں کہہ گئے کہ آپ کے سوال کے جواب میں اقرار یا انکار نصوص قطعیہ لازم آتا ہے تو آپ کا سوال تھا کہ میرا عقیدہ کیا ہے میں نے جواب میں اپنا عقیدہ بیان کردیا، جس سے آپ انکار کی ہمت میرے سامنے نہ کرسکے، گول باتوں میں ڈینگ نہ لیجئے صاف صاف کہئے میرے عقائد نصوص قطعیہ کے) اگر موافق ہیں تو آپ بھی مان جایئے اور اگر مخالف کہئے تو مناظرہ کرلیجئے میں سمجھنے اور سمجھانے کے لیے تیار ہوں۔

سید محمد غفرلہٗ

☆☆☆

سبحان اللہ! ارشاد مبارک کے لفظ لفظ میں علوم کے دریا بہا دیئے ہیں اور نہایت آسان لفظوں میں اس مسئلہ کو سمجھا دیا ہے کہ لفظ ''جو کچھ'' اور لفظ ''سب کچھ'' کا ایک ہی مطلب ہے جس طرح کسی جملہ میں لفظ ''سب کچھ'' ہو اس پر ''جو'' بڑھا کر ''جو سب کچھ'' کہنا بیکار ہے اسی طرح کسی جملہ میں اگر لفظ ''جو کچھ'' ہو تو اس پر ''سب'' بڑھا کر ''سب جو کچھ'' کہنا کسی نئے معنی پیدا کرنے کے لیے بیکار ہے، اور اردو زبان میں تو عیب ہے، لہٰذا حدیث شریف ''میں نے جان لیا جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا''، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ سب کچھ جان

لیا، مولوی عبدالرحیم نے اسی لفظ جمیع وکل بمعنی سب پر زور دے کر سوال کیا تھا اس کا دندان شکن جواب عطا فرمادیا، اور مولوی عبدالرحیم کی بعض طالب علمانہ غلطیوں کی اصلاح بھی فرمادی اور اس کا مشاہدہ فرما کر کہ مولوی عبدالرحیم نے عقیدہ پوچھا وہ بتادیا گیا اس کے ایک حرف سے انکار کیے بغیر دوسرا نے سوال کردیا اس طرح موضوع مناظرہ جس کا مقرر کرنا انھیں کا کام ہے وہ اس میں آزادی پاچکے ہیں کوئی متعین شاید ہو، لہٰذا موضوع مناظرہ کی تلاش کے سلسلہ میں خود مناظرہ ہی کی طرح ڈال دی، اب مولوی عبدالرحیم کا جواب سنئے۔

تقریر از مولوی عبدالرحیم

جناب فاضل محترم مقصود ابھی حاصل نہ ہوا (یعنی یہ) کہ (پہلے) موضوع (ہماری تعیین سے) متعین ہو کر (طے پاجاتا تو) مناظرہ شروع کیا جاتا (آپ نے پہلے ہی سے مناظرہ شروع کردیا یہ آزادی عطا فرمانے کے خلاف ہے) رہا یہ ارشاد کہ زبان عرب میں سور موجبہ کلیہ وغیرہ (وہ الفاظ جس کے معنی سب اور تمام وغیرہ کے ہوں) صرف لفظ کل و (لفظ) جمیع (ہی) نہیں ہے اور اس کے مطالعہ کے لیے مجھے اصول شاشی ونورالانوار کی ہدایت فرمائی ہے بصد شکر گزاری اس قدر عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بحث سور قضایا (ان الفاظ کا بیان جو سب اور تمام وغیرہ کے معنی میں ہوں) شرح تہذیب وغیرہ میں ہے نورالانوار وغیرہ میں یہ بحث میں نے نہیں دیکھی، جناب کی نظر سے گذری ہو تو فرمائیں لفظ ما (جو کچھ) اگر کلیت (سب کچھ) پر دلالت قطعی رکھتا ہے تو ارشاد ہو ورنہ (توبہ توبہ اب یاد پڑا کہ سور قضایا یعنی ایسے الفاظ کا بیان جو سب اور تمام وغیرہ کے معنی میں ہوں شرح تہذیب میں تو محض بطور مثال ہے اور مکمل ومفصل بحث نورالانوار وغیرہ کتب اصول میں ہے، لہٰذا) یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ

نورالانوار میں تو یہ بحث ہے کہ مَنْ (جو شخص) و مَا (جو کچھ) احتمال عموم وخصوص رکھتے ہیں (ہر شخص اور سب کچھ کے معنی بھی اس کے ہیں) جب اس میں ان دونوں کا احتمال ہے تو تعین کلیہ (بمعنی ہر شخص اور سب کچھ) کیوں کر ہوسکتا ہے براہ کرم آپ ہی اس کا کلیہ (بمعنی سب کچھ) ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیں اور حسب تصریح صاحب نورالانوار جب اس میں دونوں احتمال ہیں تو ارشاد ہو کہ باوجود اس کے اس (جو کچھ) کو کلیہ (بمعنی سب کچھ) سمجھوں۔

عبدالرحیم غفرلہ

اس کو تو جو اردو لکھ پڑھ لیتا ہے وہ بھی جانتا ہے کہ ''جو کچھ'' اور ''سب کچھ'' کے ایک معنی ہیں اور اس کے خلاف جو کہے وہ زبردستی کرتا ہے لیکن مولوی عبدالرحیم اس کے درپے ہیں کہ ''جو کچھ'' اور ''سب کچھ'' میں فرق ہے اس کو پہلے کہا کہ شرح تہذیب میں اس کا بیان ہے، نورالانوار سے اس کو کیا واسطہ اور پھر خود ہی کہا کہ نورالانوار میں اس کی بحث موجود ہے اس کو بدحواسی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے، ناظرین کو اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ کہ مولوی عبدالرحیم موضوع کی تلاش کررہے ہیں اور حضرت محدث صاحب قبلہ نے مناظرہ کو شروع فرمادیا، چنانچہ حضرت نے فرمایا۔

ارشاد از حضرت محدث صاحب قبلہ

بعد الحمد والصلوٰۃ فاضل مخاطب نے اب بات اس پر لاکر ڈال دی کہ ما (جو کچھ) اور من (جو شخص) اصولین کے نزدیک موجبہ کلیہ (یعنی بمعنی ہر شخص اور سب کچھ) کے لیے ہے یا نہیں؟ مجھے پہلے اس کا افسوس ہوا کہ صاف لفظوں میں اس بحث کو منطقی بحث قرار دے کر فرمادیا تھا کہ اس بحث کو اصول شاشی اور نورالانوار (کتب اصول فقہ) سے کیا نسبت ہے (یہ تو شرح تہذیب

کی بحث ہے جو منطق کی کتاب ہے، حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے، منطق کو ایسے الفاظ سے کوئی بحث نہیں ہوتی وہ اس بارے میں اساتذۂ لغت اور ائمہ اصول کی تقلید کرتے ہیں کہ کس لفظ کے کیا معنی ومفاد ہیں) مگر یہ افسوس جاتا رہا جب ایک سطر کے بعد خود ہی اقرار فرمادیا کہ نورالانوار کے اندر اس کی بحث موجود ہے ہاں خواہ نورالانوار کا مضمون سمجھ کر یا نادانستہ طور پر یہ فرمایا کہ ما (جو کچھ) ومن (جو شخص) کو عموم وخصوص (بمعنی سب کچھ اور ہر شخص وبمعنی محض کچھ اور چند شخص) دونوں کا محتمل لکھا ہے کچھ شبہ نہیں کہ لفظ احتمال سے اصول کے اس روشن مسئلہ کے سمجھنے میں جناب کو غلط فہمی ہوگئی ہے چونکہ اردو زبان میں لفظ احتمال شک وغیرہ کے معنی میں بولا جاتا ہے کہتے ہیں کہ اس کا بھی احتمال ہے اور اس کا بھی احتمال ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ ایسا ہو اور ہوسکتا ہے کہ ویسا ہو آپ یہ سمجھے کہ نورالانوار میں بھی لفظ احتمال اسی معنی میں بولا گیا ہے، حالانکہ لفظ احتمال کا مجرد حمل ہے (بمعنی برداشتن) (گوایک لطیفہ علمیہ یہ ہے کہ) ایک ہی موقع پر عموم وخصوص دو اعتبارات سے اس میں پائے جاتے ہیں (لیکن) آپ اس مسئلہ (کی اصل حقیقت کو) سمجھنے کے لیے اصل عبارت نورالانوار پر غور فرمائیں جو میں آپ کو سناتا ہوں من وما یحتملان العموم والخصوص و اصلھما العموم یعنی فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص لعارض القرائن آگے اس قانون پر تفریع فرماتے ہیں (کہ کیا مسئلہ پیدا ہوتا ہے) فاذا قال من شاء من عبیدی العتق من بین عبیدی فھو حر فشاؤا عتقوا تفریع یکون کلمۃ من عامۃ وذالک لان معناہ کل من شاء من عبیدی العتق من بین عبیدی فھو حر ترجمہ: ہے کہ فرماتے ہیں من (جو شخص) وما (جو کچھ) عموم (بمعنی ہر شخص اور سب کچھ وخصوص (بعض) دونوں کے حامل ہیں اور اصل ان دونوں ما (جو کچھ) ومن (جو

شخص) کی عموم (سب کچھ اور ہر شخص) یعنی اصل وضع (جس کے لیے یہ الفاظ بنائے گئے) عموم (بمعنی سب کچھ اور ہر شخص) ہے اور استعمال کیے جاتے ہیں خصوص (بمعنی بعض) میں قرینوں کے عارض ہونے کی وجہ سے (مجبوراً مثلاً کوئی کہے کہ میری کل ملکیت میں سے فلاں فلاں چیز اس میں سے جو کچھ کہو دے دوں تو اس سے تمام ملکیت کا دینا اس پر لازم نہ ہوگا، اس مجبوری سے کہ کہنے والے نے کہہ دیا ہے کہ ''میری کل ملکیت میں سے فلاں فلاں چیز'' یہ کہنا قرینہ ہوگیا کہ کل ملکیت دینا نہیں چاہتا ورنہ یہ قید نہ لگاتا اور اگر یہ قید نہ لگاتا تو اس کو کل ملکیت دینا پڑ جاتا کیونکہ جو کچھ کے یہی اصلی معنی ہیں اور یہ بات تو لفظ جمیع ولفظ کل میں بھی ہوسکتی ہے کہ مثال مذکور میں جو کچھ کے بجائے سب کچھ یا ہر چیز بھی کہتا تو مسئلہ کی صورت وہی رہتی جو کہ جو کچھ کہنے میں ہے) چنانچہ جب کسی نے کہا من شاء الخ۔ جو (شخص) چاہے میرے غلام سے (اپنی) آزادی کو وہ آزاد ہے اور سب نے چاہا تو شرعاً سب آزاد ہوگئے، یہ کلمۂ من (جو شخص) کے عام (بمعنی ہر شخص) ہونے پر تفریع ہے (شرعی مسئلہ پیدا ہوتا ہے) کیونکہ جو (شخص) چاہے کہنے میں گو لفظ ''کل'' یا لفظ ''جمیع'' یا لفظ ''ہر'' ایک (یا سب یا تمام) نہیں ہے لیکن خود لفظ جو (شخص) میں ایک عموم (بمعنی ہر شخص) ہے کہ جو (شخص) بھی چاہے وہ آزاد ہے (تمام ہوا ترجمہ نور الانوار کی عبارت کا اس کو دوبارہ پڑھیے اور بتائیے کہ) اب (حدیث شریف) علمت ما کان وما یکون کا یہی تو ترجمہ ہوا کہ میں نے جان لیا جو (کچھ) عالم کون میں ہوا اور جو (کچھ) عالم کون میں ہوگا اب اس لفظ جو (کچھ) کا عموم بمعنی سب کچھ) دیکھیے نور الانوار کا مضمون پڑھیے، اور پھر فرمائیے کہ میں نے کیا بیجا کہا تھا کہ اگر جناب نے نور الانوار مطالعہ فرمالیا ہوتا تو ما کان وما یکون پر لفظ جمیع یا لفظ کل بڑھانے کی حاجت آپ کو نہ رہ جاتی اب فرمائیے کہ (حدیث شریف) قضیہ موجبہ کلیہ

(بمعنی سب کچھ) ہے یا موجبہ جزئیہ (کہ کچھ جانا اور کچھ نہ جانا) اگر آپ اب بھی اس کو موجبہ جزئیہ (کچھ جانا کچھ نہ جانا کے معنی میں) کہتے ہیں تو میں آپ سے مناظرہ کر کے تصفیہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

☆☆☆

ناظرین اس کو دیکھتے جائیں کہ ختم تقریر پر گوارشاد فرمادیا جاتا ہے کہ مناظرہ کر کے تصفیہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ مناظرہ شروع فرمادیا اتنی تو بات تھی کہ ماکان ومایکون جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا سے پہلے لفظ ''کل'' یا لفظ ''جمیع'' لانا ضروری ہے کہ سب جو کچھ کائنات میں ہوا اور سب جو کچھ ہوگا، یا ضروری نہیں ہے نورالانوار کی عبارت نے اس کو صاف کردیا کہ جو کچھ کے معنی ہی ہیں سب کچھ من شاء، الخ اور کل من شاء میں کوئی فرق نہیں ہے، اب ہر مسلمان سمجھ گیا کہ حدیث شریف میں آیا علمت ماکان ومایکون میں نے جان لیا جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا مولوی عبدالرحیم اس حدیث کو حدیث مانتے ہیں اس سے انکار نہیں ہے، البتہ جو کچھ کے معنی کہتے ہیں کہ کچھ جانا اور کچھ نہ جانا اس کو حضرت نے ثابت فرمادیا کہ جو کچھ اور سب کچھ میں کوئی فرق نہیں ہے، لہٰذا مضمون حدیث شریف صاف ہوگیا کہ میں نے ساری کائنات کو جان لیا تو اب یہ کہنا چاہیئے کہ مناظرہ شروع فرما کر اس کو ختم بھی فرمادیا، اب مولوی عبدالرحیم کی سنئے کہ کیا گلکاری فرماتے ہیں۔

تقریر از مولوی عبدالرحیم

جناب فاضل محترم نے بحث سور کے لیے (ان الفاظ کے معنی ومفاد جاننے کے لیے جو کل یا بعض کے لیے بنائے گئے ہوں) مطالعہ نورالانوار کو فرمایا تھا (اور بلاشبہ نہ صرف لفظ ما ولفظ من بلکہ لفظ کل ولفظ جمیع وغیرہا کا مستقل ذکر

اور معنی و مفاد کا مکمل بیان نورالانوار وغیرہ کتب اصول ہی میں ہے شرح تہذیب وغیرہ کتب منطق کو اس بحث سے کوئی خاص سروکار نہیں ہے، منطق تو پابند ہے کہ ہر لفظ کے وہی معنی لے جس کے لیے اس کی اصل وضع ائمۂ فنِ لغت واصول نے بتائی ہوا اپنے معانی کو انھیں الفاظ سے بیان کرے لیکن) اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ بحث شرح تہذیب وغیرہ میں ہے نہ کہ نورالانوار میں (اب جو آپ نے نورالانوار میں بحث دکھادی تو اب میں یہ کہتا ہوں کہ) میں نے نہیں کہا تھا کہ من و ما کی بحث بھی نورالانوار میں نہیں ہے (میرا مطلب یہ تھا کہ لفظ موجبہ کلیہ شرح تہذیب میں لکھا ہے، نورالانوار میں لفظ عام اور لفظ عموم ہے مگر لفظ موجبہ کلیہ نہیں ہے اسی کمبخت لفظ موجبہ کلیہ نے مجھ سے طالب علمانہ غلطی کرادی اس میں میری کیا خطا ہے) احتمال کے معنی میں نے شک کے نہیں سمجھے (آپ کے بتانے سے) اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ احتمال مصدر باب افتعال بمعنی برداشتن ہے، (اب آپ مجھ کو جاہل محض نہ سمجھئے گا، میں نے میزان منشعب پڑھی ہے) اب فاضل محترم خود غور فرمائیں کہ حسب ارشاد و تصریح صاحب نورالانوار بعض قرائن عارضہ کی وجہ سے اس کا استعمال خصوص کے لیے بھی ہوتا ہے، پس گفتگو یہ تھی کہ علمت ما کان وما یکون (میں نے جان لیا جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا) میں لفظ ما (جو کچھ) کا استعمال ہی تو ہے (جس کے اصل معنی سب کچھ کے ہیں، اور کچھ جانا اور کچھ نہ جانا جو کہے وہ دلیل لائے، لیکن میں اپنی بے دلیل بات کی دلیل آپ ہی پوچھتا ہوں کہ) کہیں (کوئی قرینہ) عارض ایسا تو نہیں کہ جس کی وجہ سے لفظ ما (جو کچھ) اس موقع پر عموم (بمعنی سب کچھ) کے لیے (بہ قرینہ رعایتِ وہابیہ دیوبندیہ کہ وہ نعت شریف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاب نہیں رکھتے) قطعیت الدلالت نہ رہ جائے اس پر توجہ فرمائی جائے۔ بالآخر اپنا مفہوم ان

لفظوں میں پھر پیش کر دینا چاہتا ہوں کہ علم ما کان و ما یکون (جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا) اور علم کل مغیبات (غیر متناہیہ قبل از کائنات و بعدہا کہ علم ما کان و ما یکون جس کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے دونوں) کو جناب والا تغیر عنوان و متحد المعنون ہونے کا خیال رکھتے ہیں یا نہیں۔

عبدالرحیم غفرلہ

مولوی عبدالرحیم کی اس تقریر میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے واضح ہو کہ ما (جو کچھ) کے معنی بجائے (سب کچھ) کے (کچھ نہ کچھ) اس حدیث شریف میں لینا ضروری ہے وہ تو الٹے خود حضرت ہی سے سوال کرتے ہیں کہ یہاں (کچھ نہ کچھ) مراد لینے کا کوئی قرینہ عارضہ ہے؟ غرض حدیث شریف علمت ما کان و مایکون کا بغیر لفظ جمیع یا لفظ کل بڑھائے ہوئے موجبہ کلیہ (سب کچھ) کے معنی میں ہونا ثابت ہوگیا اسی لیے اب ایک تیسرا نیا سوال نکالا ہے کہ کل مغیبات اور ما کان و مایکون میں کیا فرق ہے، اگر مولوی عبدالرحیم کو کل مغیبات کے معنی معلوم ہوتے یا انھوں نے علمائے اسلام کی اردو زبان میں بھی کوئی تصنیف دیکھی ہوتی تو اس قسم کا بچپن کا سوال نہ کرتے لیکن حضرت محدث صاحب قبلہ کے جملہ ارشادات سے خود ٹپک رہا ہے کہ حضرت مناظرہ نہیں فرماتے تھے بلکہ مولوی عبدالرحیم کو سبق پڑھا رہے تھے، نورالانوار پڑھا چکے تو اب ایک طالب علم اپنی ناسمجھی سے جو کچھ الٹا سیدھا پوچھے استاد کا فرض ہے کہ اس کو سمجھا دے، لہٰذا ارشاد فرمایا۔

ارشاد حضرت محدث صاحب قبلہ

بعد الحمد و الصلوٰۃ میں اس کے متعلق عرض کرنا بیکار سمجھتا ہوں کہ فاضل مخاطب نے شرح تہذیب کا نام (نادانی سے) کیوں لیا تھا، اور نورالانوار

(کی عبارت) ملاحظہ فرمانے پر اب کیا فرمار ہے ہیں، میں تو نفس مضمون سے زائد ایک حرف نہیں کہنا چاہتا، اول ما (جو کچھ) ومن (جو شخص) کے متعلق صاحب نورالانوار کا یہ لکھنا کہ وہ خصوص (بمعنی بعض) میں مستعمل ہوتا ہے اس سے فاضل مخاطب کو جو غلط فہمی ہوگئی ہے (اتنی موٹی بات نہیں سمجھ سکے ہیں) اس کا دفع کرنا میرا فریضہ ہے (سنئے) یہاں دو باتیں پیش نظر رکھئے ایک یہ کہ بہرحال اصل ما (جو کچھ) اور من (جو شخص) کی اصل عموم (بمعنی سب کچھ اور ہر شخص) ہے جو کسی جگہ ما (جو کچھ) ومن (جو شخص) میں خصوص (بمعنی کچھ نہ کچھ یا کوئی نہ کوئی) کا مدعی ہو اس کے ذمہ ہے کہ قرائن خصوص (یعنی کچھ نہ کچھ یا کوئی نہ کوئی کے) بدلائل قطعیہ (جس میں شک وشبہ نہ ہو سکے) بیان کرے ورنہ (جب ما جو کچھ اور من جو شخص کے اصلی معنی سب کچھ اور ہر شخص کے ہیں اور) ہر لفظ کے وہی معنی) مراد لیے جاتے) ہیں جو معنی اس کی اصل ہے (تو پھر اصل معنی مراد نہ لینا کیا معنی) آپ یقین رکھیں کہ ایک قرینہ بھی (حدیث شریف) علمت ما کان ومایکون (میں نے جان لیا جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا) کے کسی ایک حرف (بلکہ نقطہ) میں بھی آپ (قیامت تک نہیں دکھا سکتے جس کی بنا پر اس (جو کچھ) کو اس کی اصل (سب کچھ) سے ہٹا کر خصوص (کچھ نہ کچھ) کا مراد لینا ضروری (بلکہ بہتر بلکہ جائز) ہو جائے (اور یہی قرینہ کا نہ ہونا دلیل ہے کہ وہ (جو کچھ) اپنے عموم (بمعنی سب کچھ پر ہے (یہ پہلی بات آخری بات ہے اور آپ کے شبہ کا فیصلہ کن جواب ہے، لیکن میں تو آپ کو سبق پڑھا رہا ہوں مناظرہ تو ختم ہوگیا میں آپ سے اس موقع پر ایک لطیفہ علمیہ کا ہونا کہہ چکا ہوں حق تو واضح ہو چکا اب اس علمی لطیفہ کو بھی سنتے جایئے) اور (اس کو) دوسری بات (قرار دے کر سنئے) جس کو اگر ارشاد ہو تو یوں کہہ کر عرض کروں کہ۔

ع سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

اسی قضیہ (حدیث شریف) علمت ماکان ومایکون میں (میں نے جان لیا جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا) میں آپ کو عموم وضع بھی دکھائے دیتا ہوں اور خصوص استعمال بھی (لغت کا عموم، استعمال میں نہیں رہ جاتا) ما و من جس کے معنی اردو زبان میں جو کچھ اور جو شخص) کہے جاتے ہیں اپنی اصل وضع میں صرف کائنات (جو روز اول سے لے کر روز آخر تک کے درمیان کا نام ہے اور دو حدوں سے محدود ہے اسی) کے ساتھ مخصوص نہیں ہے (چنانچہ) افراد واجبات وممتنعات ومعدومات (جنکی کوئی حد ہی نہیں ہے ان سب) کا بھی ذکر اگر زبان عرب میں کیا جائے (اور کیا جاتا ہے تو) لفظ ما اس کے لیے بھی استعمال کرنا جائز ہے اور کلام عرب میں وارد ہے، کہتے ہیں الواجب ما الخ الممتنع ما الخ المعدوم ما الخ) یہاں پر (حدیث شریف میں) خصوص استعمال (باعتبار عموم وضع کے) ملاحظہ ہوکہ وہ ما جو نہ صرف کائنات وحادثات کے (محدود) افراد کو بیان کرنے کے لیے اصل وضع میں) بنایا گیا ہو بلکہ اس (عالم کون) سے کہیں زیادہ عام ہو، لفظ کان و لفظ یکون نے اس میں (کائنات کا خصوص (باعتبار عموم وضع کے) پیدا کر دیا یعنی یوں فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ چیز جس سے علم کا علاقہ ہوسکتا ہے (اور جو کچھ معلوم بن سکتا ہے) میرا علم اس (سب کچھ) کو محیط نہیں ہے، ہاں جو (کچھ عالم کون میں) ہوگیا اور جو (کچھ) ہوگا تمام معلومات (غیر متناہیہ) میں سے صرف اس قدر (کائنات بھر) کو میں نے جان لیا اب اگر آپ یہ چاہیں کہ جو (کچھ) ہوگیا اور جو (کچھ) ہوگا (کائنات میں) اس میں بھی بعض آپ نکال دیں اور نورالانوار کے لفظ خصوص کو نافہمی سے) مقام استدلال میں لائیں تو اس کا حق آپ کو حاصل نہیں ہے، اس قضیہ (حدیث شریف) میں جتنا خصوص استعمال (باعتبار عموم وضع کے) ہے یعنی کان اور یکون (محض کائنات بھر) اب اس

سے گھٹانے کا آپ کو حق حاصل نہیں ہے دیکھئے یہ تو شان خصوص (باعتبار عموم وضع کے) ہے کہ ما جو کان ویکون (تمام کائنات) سے اصل وضع میں عام تھا، وہ کان اور یکون (یعنی کائنات) سے محل استعمال میں (باعتبار عموم وضع کے) مخصوص ہو گیا اور پھر بھی یہ شان عموم ہے کہ اب کان ویکون (یعنی کائنات) میں سے گھٹانے کا حق کسی کو نہیں ہے (اس لطیفۂ علمیہ میں عموم وخصوص باعتبار اصطلاح حکماً بیان کیا گیا ہے جس کو نفس موضوع مناظرہ سے گو تعلق نہیں ہے مگر بحث ما ومن میں مفید سبق ہے، اس کو یاد کر لیجئے) ایک آپ نے مجھ سے بڑی عمدہ بات دریافت کی ہے کہ علم ما کان وما یکون اور علم کل مغیبات میرے نزدیک متحد المعنون ہیں یا نہیں یا عوام کے سمجھنے کے قابل، میں یوں کہوں کہ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے یا نہیں؟ الحمد للہ علیٰ ذالک کہ وہابیوں دیوبندیوں نے حدیث شریف علمت ما کان وما یکون سے انکار کرنے کے لیے جو یہ شاخسانہ نکالا تھا کہ لفظ ما سے پہلے لفظ جمیع یا لفظ کل نہیں ہے اور جس کو خود آپ نے اپنے تمام مشیران مذہبی کی ہدایت کے ماتحت اپنے بھائی صاحب کے رنگ میں بہت زور دے کر کہا تھا اب آپ اس غلطی کو سمجھ گئے اور دل کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے مگر آپ کی زبان اب اس بات کے لیے گونگی کر دی گئی چنانچہ) آپ نے اس سوال میں ما کان وما یکون سے پہلے لفظ جمیع اور (لفظ) کل بڑھانے کی حاجت محسوس نہیں فرمائی (اچھا اب جواب سنئے) کہ علم کل مغیبات اور علم ما کان وما یکون میں میرے نزدیک (عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی) نہ صرف مرتبہ تعبیر میں بلکہ مرتبہ معبر عنہ میں اتنا (عموم وخصوص کا) عظیم فرق ہے کہ اگر علم ما کان وما یکون (خصوص میں) ایک قطرہ ہے تو علم کل مغیبات (عموم میں) دریائے ناپیدا کنار، بلکہ میں حق فرق ادا نہیں کر سکتا علم کل مغیبات غیر متناہی (جس کی کوئی حد نہیں اور علم ما کان وما یکون متناہی

(محدود) ہے اور متناہی (محدود) کو غیر متناہی سے (جس کی کوئی حد نہیں) کیا نسبت ہوسکتی ہے، یہ ہمارا عقیدہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کے سوال کے جواب سے سبکدوش ہوگیا۔

سید محمد غفرلہٗ

☆☆☆

اس ارشاد کو اول سے آخر تک پڑھ لینے کے بعد مولوی عبدالرحیم کو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ یا تو وہ حدیث شریف ''علمت ما کان وما یکون'' میں کوئی قرینۂ خصوص دکھائیں یا اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو حق کو قبول کرلیں لیکن اب آپ سنئے وہ کیا کہتے ہیں۔

تقریر از مولوی عبدالرحیم

للہ الحمد میان من و او صلح فتاد　　حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

الحمدللہ کہ فاضل محترم نے اپنے اس بیان میں کئی جگہ اس عقیدہ کا اعتراف فرمایا ہے جو میرا ہے (گو واقعہ یہ ہے کہ میں نے بدمذہبی سے توبہ کرکے عقیدۂ اہل اسلام کو قبول کیا) اولاً یوں کہ ما میں عموم بیشمار پیدا کرتے ہوئے لفظ کان و یکون کو قرینۂ خصوص قرار دے کر عام مخصوص منہ البعض بنادیا، میں یہ دریافت کرنے کی بادب جرأت کرسکتا ہوں کہ کیا عام مخصوص منہ البعض بھی مفید عقائد ہوسکتا ہے یا عقائد کا مدار قطعیات پر ہے حتیٰ کہ خبر واحد کا بھی حال اس بارے میں فاضل محترم پر مخفی نہیں (تو حدیث شریف علمت ما کان وما یکون گو صحیح ہے کتب صحاح میں مروی ہے علما و ائمہ نے اس سے استدلال فرمایا ہے پھر بھی نہ متواتر ہے نہ قرآن کریم کی آیۂ کریمہ ہے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کریں کہ میں نے جان لیا جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو

کچھ ہوگا، ان کے فرمانے سے کیا ہوتا ہے، ہر قول رسول ہمارے لیے واجب التسلیم نہیں ہے) دوسرے ارشاد ہوا کہ علم ما کان و ما یکون و علم جمیع مغیبات میں فرق اتم ہے جس کے بیان کرنے سے فاضل محترم اپنے کو قاصر فرماتے ہیں (البتہ میں قاصر نہیں ہوں) حتیٰ کہ یہ ارشاد فرمایا کہ جمیع مغیبات غیر متناہی اور علم ما کان و ما یکون متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت (اب وہابیت سے توبہ کر کے) ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ علوم سرکار ابد قرار تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلعم اگر چہ ہمارے ادراک و تمام عالم کے ادراک سے محیط نہیں ہوسکتے (حضرت ملک الموت ہوں یا کمبخت شیطان ہو انبیا علیہم السلام ہوں جنھوں نے ملک السماوات والارض کو مشاہدہ کر کے جانا یا بدنصیب ایسے منکرین علم غیب اندھے جو کیڑوں مکوڑوں کی طرح پیدا ہوئے، اور مر کر مٹی میں مل گئے کسی کا علم و ادراک ایسا نہیں جو علوم مصطفویہ کا احاطہ بھی کر سکے اندھے ہیں جو کہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا، کافر ہیں جو شیطان کے علم کو کسی تاویل سے بھی رسول کے علم سے بڑھائیں اور مرتد ہیں جو اس وسعت علم نبوی کو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے علم غیب مان کر سب سے تشبیہ دیں، حضور کا علم اولین و آخرین کے علوم کو محیط ہے) پھر بھی (مثل علوم الٰہیہ کے) غیر متناہی نہیں، اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس مسئلہ میں کیا نزاع رہی (اس مسئلہ میں وہابیت کے نقطہ نقطہ سے تو میں توبہ کر چکا) ہاں یہ ضرور عرض کروں گا کہ عام مخصوص منہ البعض کے افراد مابقی میں احتمال تخصیص چونکہ رہ جاتا ہے، لہٰذا ارشاد ہو جاتا کہ مایکون میں علم قیامت بھی داخل ہے یا نہیں۔

عبدالرحیم غفرلہٗ

☆☆☆

مولوی عبدالرحیم کی تقریر بالا میں ایک خارجی خصوصیت ہے اور ایک داخلی خصوصیت یہ ہے کہ تقریر شروع کرنے سے پیشتر سائلانہ و پرلجاجت لب ولہجہ میں حضرت محدث صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ مجھ کو پان دیا جائے، اس درخواست کا قابل رحم لہجہ حاضرین کو ہمیشہ یاد رہے گا، سب نے بیساختہ کہہ دیا کہ کوکین وافیون کی طرح خدا نہ کرے کہ کسی کو کوئی علت ہو، مولوی عبدالرحیم کی پان خوری ایک علت ہی سمجھئے اول تو ان کی نورانی شکل میں قدرت نے دردنداں کی ساخت کو امتیاز خاص عطا فرمایا ہے، فرط جوش یا زبان کی ٹھوکروں سے تنگ آکر نکلے پڑتے ہیں، چنانچہ لب لعلیں نے پردہ داری کی ذمہ داری سے استعفا دے رکھا ہے بیک وقت چار پانچ لکھنؤ کی نازک گوریاں نہیں بلکہ ضلع اعظم گڈھ کے بھدے بیڑے منہ میں سماجاتے ہیں اور صدائے ھل من مزید جاری رہتی ہے، دانتوں نے شب دیجور کو شرمندہ کررکھا ہے، دانتوں کی کھڑکیاں پیک کے لیے ہر وقت آبشار بنی رہتی ہیں، داہنے ہاتھ کی ہتھیلی ہر وقت اس میں غسل کرتی رہتی ہے لوگ عمداً کھانا کھانے کے بعد آپ کے چہرہ کی زیارت اور ہاتھ سے مصافحہ کرنے سے اپنے کو محروم رکھتے ہیں تاکہ استفراغ نہ ہو جائے دہن لطیف پنچائتی یا بارات کے اوگالدان کا مشبہ بہ ہے۔

بہر حال آپ پان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، لہٰذا بڑی خاص بے چینی کے ساتھ درخواست دی، حضرت محدث صاحب قبلہ نے فوراً مسلمانوں کو حکم دیا اور بتعمیل حکم پان لایا گیا، مولوی عبدالرحیم نے کھایا تو جان میں جان آئی اور تقریر بالا لکھائی اور داخلی خصوصیت یہ ہے کہ تقریر بھر میں کوئی قرینہ خصوص حدیث شریف میں ایسی نہ دکھا سکے جو علمت ما کان وما یکون میں نے جان لیا جو کچھ کائنات میں ہوا اور جو کچھ ہوگا کو اس معنی میں کردے کہ کچھ جانا اور کچھ نہ جانا اور یہ بھی کمال کردیا کہ دلائل قاہرہ سے مجبور ہوکر خود ہی کو تو اہل سنت و

جماعت کے مسائل کا اقرار کرنا پڑا اور الٹے حضرت کو کہنے لگے کہ آپ میرے عقیدہ کا اقرار کر رہے ہیں، البتہ حضرت نے جو لطیفہ علمیہ بر بنائے اصطلاح حکما فرمایا تھا اس سے سبق لینے کے بجائے ایک بے محل تذکرہ عام مخصوص منہ البعض کا چھیڑ دیا یہ سب کیا کیا اور کیوں کیا اس کو مفصل طور سے حضرت محدث صاحب قبلہ نے واضح فرمادیا ہے، چنانچہ حضرت کا ارشاد مبارک ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

ارشاد از حضرت محدث صاحب قبلہ

بعد الحمد و الصلوٰۃ ما (جو کچھ) و من (جو شخص) کے متعلق میں نے جو کچھ عرض کیا تھا تو سمجھا یہ تھا کہ اب دوبارہ نور الانوار کی کسی بحث کو سمجھانے کی نوبت نہ آئے گی آپ نے گو ما (جو کچھ) و من (جو شخص) کی بحث کو ہاتھ نہ لگایا (اور جو کچھ میں نے سمجھایا اس کو سمجھ لیا) مگر ایک نئی چیز (یعنی) عام مخصوص منہ البعض کا ذکر فرمادیا۔

مولوی عبدالرحیم کے پیشاب کر دینے کا واقعہ

حضرت کا ارشاد مبارک حد بالا تک پہنچا تھا کہ کروٹیں بدلتے بدلتے مسانے کو دباتے دباتے تنگ آ کر مولوی عبدالرحیم نے خدا داد پریشانی کے ساتھ گھبرا کر عرض کیا کہ حضور پیشاب لگا ہے، حضرت نے مسکرا کر اجازت عطا فرمادی اور استاذ سلیمان خان صاحب کو حکم دیا کہ چار آدمی مسلط کر دو کہ مولوی صاحب پیشاب کر دیں تو ان کو بحفاظت تمام یہاں پہنچا دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور افسوس کہ مولوی صاحب کو اپنے مولوی صاحبان وہابیہ سے تخلیہ میں کچھ مشورہ کرنے اور اسکیم بنانے کا ان محافظین کی بدولت موقع نہ ملا ان میں سے ایک نے دریافت کیا کہ کہئے مناظرہ میں کیا ہو رہا ہے تو مولوی عبدالرحیم نے سچ سچ کہہ دیا

کہ بھائی میں نے اس کو سمجھا نہ تھا، خیال تھا کہ سوال کروں گا، حضرت جواب دیں گے میں کہہ دوں گا کہ مجھ سے آپ سے کوئی اختلاف نہیں اور چلا جاؤں گا مگر حضرت تو ایسا پیچھے پڑ گئے کہ مناظرہ شروع کر دیا، ان کی ہر بات کو قبول کرتا جاتا ہوں مگر وہ برابر پیچھے لگے ہیں، سب لوگ یہ سن کر ہنس دیئے، بہر حال مولوی عبدالرحم نے ازار بند کھولنے پیشاب کر دینے استنجا کرنے وضو بنانے میں جی بھر کر وقت لیا اور پھر محافظین کی حفاظت میں بمشکل تمام آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور حضرت محدث صاحب قبلہ نے اپنی تقریر شروع فرمائی، وھو ھذا

☆☆☆

اگر میں اس مسئلہ کو سمجھانے پر آ جاؤں تو بات بڑھ جائے گی اور نفس مسئلہ رہ جائے گا، (پھر بھی اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ) نورالانوار کی عبارت حاضر کر دی گئی ہے کہ ما (جو کچھ) ومن (جو شخص) کے عموم وخصوص کا حامل ہونا، اس سے جو مسئلہ شرعیہ پیدا ہوا وہ یہ کہ اگر کہنے والا کہے کہ من شاء من عبیدی العتق فھو حر (ہر شخص میرے غلاموں سے جو اپنی آزادی چاہے وہ آزاد ہے) اس مثال میں بھی من (جو شخص) اپنے اس عموم وضع پر نہیں ہے کہ تمام ممتنعات و واجبات و معدومات بلکہ تمام کائنات بھی مراد نہیں (ہیں) کہنے والا من (جو شخص) کہہ کر صرف اپنے غلاموں کو اور غلاموں سے (بھی) ان کو جو اپنی آزادی چاہیں مراد لیا ہے اور یوں کہا ہے کہ میرے غلاموں میں سے جو (شخص) اپنی آزادی چاہے وہ آزاد ہے، دیکھ لیجئے من یعنی جو (شخص) غلاموں اور ان کی مشیت کے ساتھ خاص ہے لیکن حکم شرع شریف کیا ہے کہ اس کے جتنے غلام ہیں اگر ان میں سے ہر ایک اپنی آزادی چاہے تو سب آزاد ہو جائیں گے۔ یہ نہیں ہے کہ چونکہ من (جو شخص) اپنے عموم وضع پر نہیں ہے صرف اپنے غلاموں کے لیے بولا گیا ہے اور ان میں بھی وہ جو اپنی آزادی

چاہیں لہٰذا من (جو شخص) یہاں (مولوی عبدالرحیم کی نافہمی کی خاطر سے) عام مخصوص منہ البعض ہے اور اب ہر غلام کو (مولوی عبدالرحیم کی خانہ ساز شریعت میں) حق حاصل نہیں ہے کہ اگر اپنی آزادی چاہے تو آزاد ہو جائے، بلکہ فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے کہ بلاشبہ ہر ایک غلام جو اپنی آزادی چاہے وہ آزاد ہو جائے گا، جیسا کہ نورالانوار کی عبارت سے گزرا آپ نے کاش اس مثال پر غور فرما لیا ہوتا تو عام مخصوص منہ البعض کی بے محل بحث نہ چھیڑتے (اس قسم کے عموم وضع میں ایسا خصوص استعمال ہونا عام مخصوص منہ البعض نہیں ہے، عام مخصوص منہ البعض جب ہو کہ عموم وضع میں نہیں بلکہ عموم استعمال میں خصوص پیدا ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے، یہاں اس کا نام لینا) بہت بے محل بات ہے اور سچ عرض کرتا ہوں کہ بہت بے محل بات ہے کتنی (قرآن کریم کی) آیتیں پڑھوں کہ ما (جو کچھ) ومن (جو شخص) اپنے (اس) عموم وضع پر مستعمل نہیں لیکن جس خصوص استعمال میں (باعتبار عموم وضع کے ورنہ جس عموم استعمال میں) ہے اس کا کوئی فرد بھی خارج نہیں (آیت وہ پڑھتا ہوں جس سے کوئی مسئلہ اعمال کا نہیں بلکہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے یعنی) **واللّٰہ یفعل ما یشاء** (اور اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے) دیکھئے ما (جو کچھ) کے ساتھ قید مشیت (چاہنے کی) موجود ہے تو کیا (آپ کا عقیدہ ہے کہ) اللہ جو چاہے اس کے بعض افراد معاذ اللہ نہیں کرسکتا اب میں (آپ کی اس بیماری کو جس نے آپ سے عام مخصوص منہ البعض کا لفظ کہلایا، اور ہر قول رسول کے واجب التسلیم ہونے سے انکار کر دیا دفع کرنے کے لیے) آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس بنیاد پر آپ نے عام مخصوص منہ البعض کا نام لیا ہے اور پھر آگے (یہ) کہہ کر اس (بنیادی بیماری) کو ظاہر کیا ہے کہ باب عقائد میں دلائل قطعیہ کی حاجت ہے (یعنی عام مخصوص منہ البعض اور ہر قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ماننا ضروری نہیں ہے) درحقیقت آپ کو شرح

عقائد کے اس جملہ سے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ لا عبرة بالظن في باب الاعتقاديات میں چاہتا ہو کہ اسی ناپاک) بنیاد کا جواب دے دوں اور طول کلام سے بچوں، کوئی شبہ نہیں کہ عقائد اور وہ عقائد کہ جس کے انکار پر تکفیر کی جائے ان کا ثبوت دلیل قطعی سے ہونا ضروری ہے خواہ وہ آیۂ قرآنیہ ہو یا حدیث متواتر جو مفید قطع و یقین ہوتے ہیں لیکن آپ سمجھ لیجئے کہ ایسے بھی عقائد ہیں جن کے انکار پر (گو) تکفیر نہیں کی گئی ہے (لیکن وہی حق ہیں وما ذا بعد الحق الا الضلال) اور کتب عقائد میں باب عقائد میں ان کا ذکر ہے اور وہ کسی نص قطعی کے خلاف بھی نہیں ہیں مثلاً شب معراج حضور کا آسمانی سفر فرمانا شرح عقائد نسفی اٹھا کر دیکھئے نہ اس کو آیۂ قرآنیہ سے ثابت کیا ہے نہ حدیث متواتر سے بلکہ اس کی تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ حدیث مشہور سے ثابت ہے اور میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ اصول شاشی ونورالانوار (کتب اصول) کو پھر اٹھا کر دیکھئے کہ حدیث مشہور مفید قطعیت نہیں ہے اور پھر اگر میں آپ سے عقائد کی فہرست جو شرح عقائد میں ہے طلب کروں جن میں عقائد متعلق بخلافت عقائد (متعلق) بما بعد الخلافة و(عقیدہ و) دربارۂ جواز لعن بر یزید وغیرہا کتنے عقائد ہیں کہ دلیل قطعی سے جن کا ثبوت نہیں، بلکہ بعض عقائد ایسے ہیں کہ علما کا اختلاف ان میں چلا آرہا ہے تو آپ کیا کہیں گے بہر حال واضح ہوگیا کہ جن عقائد کے انکار پر تکفیر لازم آتی ہے وہی عقائد ایسے ہیں کہ ظنیات پر ان کا مدار نہیں لیکن یہ بڑی (ناپاک) جرأت کی بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کچھ فرمائیں اور ہم (آپ) تک وہ ارشاد پہنچے اس میں کسی دلیل قطعی کا انکار نہ ہو تو (آپ کی طرف سے) ظنی کہہ کر اس سے انکار کر دیا جائے بے شک احاد اگرچہ درجۂ صحت پر پہنچے ہوں باب عقائد میں مضمحل ہو جاتے ہیں، اگر منافی دلیل قطعی ہو اور بغیر اس منافات کا ثبوت دیئے ہوئے قول رسول کو ماننے سے انکار کر دینا

خطرہ کی بات ہے (اور ایمان کے حق میں زہر ہلاہل ہے) اگر علمت ما کان وما یکون فرما دیا گیا ہے اور کوئی ایسی دلیل قطعی نہیں ہے جو آپ کے عقیدہ علم بعد ما کان وما یکون کے منافی نہ ہو اور علم ما کان وما یکون کے منافی ہو تو (آپ کو) کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ آپ اس (حدیث شریف) کے ماننے سے انکار کردیں۔ بعونہ تعالیٰ آپ نے پہلے یہ تو مان ہی لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو غیب کا علم دیا ہے جو میرے عقیدہ کا پہلا جزء تھا، اب میرے عقیدہ کے دوسرے جزء کے متعلق مجھ سے اتنا سن کر کہ علم ما کان وما یکون متناہی ہے آپ نے یہ بھی فرما دیا کہ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں، البتہ ذرا آپ کے الفاظ میں اتنی لغزش باقی ہے کہ کھلے لفظوں آپ یہ نہیں کہتے کہ ہم بھی (حضور کے لیے) علم ما کان وما یکون کہتے ہیں، میں حمد الٰہی جو اس مضمون پر بجالایا ہوں وہ اس لیے ہے کہ (آپ دلائل قاہرہ سے مرعوب ہو کر عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتے جاتے ہیں اور ڈھٹائی سے یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ میں آپ کے عقائد کو معاذ اللہ تسلیم کر رہا ہوں کیا آپ کو یاد نہیں رہا کہ آپ کا چیلنج مناظرہ تھانوی کے ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے تھا اور آپ دیوبندیوں کے نمائندہ بن کر مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں مگر آپ اپنے مخدوم کو اپنے اقراروں سے ذبح کر چکے اور دیوبندی طائفہ کو ذلت کا ناچ خوب نچایا تو پھر آپ کا یہ عقیدہ پہلے سے رہا ہو یا تازہ اقرار ہو آپ کے مخدوم اور آپ کے ووٹروں کے کیا کام آیا کیونکہ) جس مسئلہ کی اس جوار میں اشاعت کی گئی تھی اور جن کتب وفتاوے میں علم غیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو بیان کر کے ان سے اس جوار کی امت اسلامیہ میں فرقہ بندی کی گئی تھی آپ ان کے (میرے سامنے مخالف ہو گئے اور بالکل) حامی نظر نہیں آتے (حالانکہ جوش حمایت ہی میں چیلنج مناظرہ دیا تھا) میرے پاس اس مسئلہ کے متعلق آپ کے علما کے جو الفاظ ہیں وہ

یہ ہیں ''اس میں ہر چہار ائمہ مذاہب و جملہ علما متفق ہیں کہ انبیا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں، بلفظہ دیکھئے، مسئلہ در علم غیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' ص۲ نوشتہ جناب مولوی رشید احمد گنگوہی، ایک دوسرے رسالہ میں یہ الفاظ ہیں، حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا بلفظہ فتاوی رشیدیہ حصہ۲ صفحہ۱۰، ایک عبارت یوں ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو (اقول یعنی صحیح نہیں ہے) تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے (اقول نقل کفر کفر نباشد) ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، بلفظہ حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی گو اس میں شبہ نہیں کہ اس عبارت میں ناپاک تشبیہ سے ایوان نبوت کی رفعت کے خلاف جو توہین و تنقیص کی گئی ہے (اور جس پر مناظرہ کرنے کے لیے میں آپ کو بار بار للکار چکا ہوں اور اب اس عبارت کے نقل کرنے سے للکارنا ہی منظور ہے مگر چونکہ اس عبارت کی ناپاکی کا آپ کو خود ہی یقین ہے، لہٰذا نہ آپ آمادہ ہوئے اور نہ آمادہ ہوسکتے ہیں) اس کو آپ یہ کہہ کر کہ موضوع مناظرہ سے باہر کی بات ہے ٹال دیں گے (اور جان بچائیں گے) لیکن اگر ہم اس کفر و اسلام کے اہم اختلاف سے آپ کی خاطر سے (کہ شاشیدن کے بعد ریدن نہ شروع کردیجئے) اس وقت چشم پوشی بھی (حق مناظرہ میں) کرلیں تو موضوع کے طے ہونے کے لیے جواندر کی بات ہے وہی کیا کم ہے کہ یا تو دھوم سے یہ کہا جاتا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم غیب پر مطلع ہی نہیں ہیں (آپ کو علم غیب نہ تھا) اور یا آج یہ ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ بلاشبہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب پر مطلع ہیں (آپ کو علم غیب حاصل تھا) صرف بحث اس کی رہ گئی کہ علم ماکان وما یکون

(کائنات میں جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا) کا علم تھا یا نہیں؟ اور اس حصہ میں بھی بہت کچھ آپ سابقہ اشاعتوں کے خلاف اس مسئلہ خاص میں اہل حق کے قریب ہوتے جاتے ہیں اتنی سی تو بات ہے کہ اگر علم ماکان و مایکون کے ماننے والے (مسلمان) ماکان و مایکون کو متناہی (ومحدود) سمجھ رہے ہیں اور اس بناپر آپ (بھی دلائل سے مجبور ہوکر) فرماتے ہیں کہ یہی تو ہم بھی کہتے ہیں تو کیا معنی متناہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ بطیّب خاطر (خوشی سے) مقام نعت (شریف) میں یہ فرما سکتے ہیں کہ **العالم بما کان ومایکون** (ہمارے نبی جانتے ہیں کائنات میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا) اس کہنے سے لفظوں کی دلالت قطعی ہے یا ظنی (عام اپنے عموم قطعی پر ہے یا عام مخصوص منہ البعض ہے)۔ اس کی دلالت بعض افراد پر ہے یا کل پر (قضیہ موجبہ جزئیہ ہے یا موجبہ کلیہ) اس (بحث) کو آپ اہل علم پر چھوڑ دیجئے (آپ محض حدیث شریف علمت ماکان ومایکون کے الفاظ کو دیکھئے) اور ان لفظوں کا استعمال جائز قرار دیجئے ورنہ (اگر عناد نے بالکل اندھا کر دیا ہے، اور قول رسول میں جو الفاظ ہیں ان کا استعمال آپ کے نزدیک معاذاللہ ناجائز ہے تو) عدم جواز کی وجہ بتایئے آپ نے آخر میں علم قیامت کے متعلق سوال فرمایا ہے کہ حضور کو تھا یا نہیں؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمارے علما (اسلام) میں اس بارے میں اختلاف ہے اور اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ قیامت کب سے کب تک کا نام ہے اس کی فیصلہ کن حجت موجود نہیں ہے (جو روز آخر کے اندر سمجھتے ہیں وہ اس کا علم ثابت کرتے ہیں جو روز آخر کے بعد قرار دیتے ہیں وہ نہیں مانتے) اگر کوئی شخص اس اختلاف میں کسی ایک فریق کے ساتھ ہے تو دوسرے فریق کو اس پر طعن کا موقع نہیں ہے خواص اپنی تحقیقات کے پابند ہیں اور عوام اس کے مکلّف نہیں جس پر اعتماد رکھتے ہیں، یہاں قیامت کو نہ چھیڑیئے صرف اتنی بات سننے کے لیے حاضرین بیچین ہیں کہ

یہ جو کہا جاتا تھا کہ حضور کو غیب کا علم ہی نہیں ہے، اللہ نے آپ کو غیب پر مطلع ہی نہیں فرمایا، وہ آپ ثابت بھی فرما سکتے ہیں یا نہیں؟ اور آپ کیسے ثابت فرما سکتے ہیں جبکہ آپ نے حضور کا مطلع علی الغیب ہونا (علی زعم انف التھانوی والگنگوہی میرے دلائل قاہرہ کو سن کر) مان لیا اب اگر آپ سے دریافت طلب کوئی بات ہے تو صرف اسی قدر کہ آپ لفظ علم ما کان وما یکون کے استعمال سے کیوں بچتے ہیں، اگر اس سے بچنا ضروری ہے تو میں آپ سے مناظرہ کر کے فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

سید محمد غفرلہٗ

☆☆☆

سبحان اللہ! ارشاد مبارک جس فہم وفراست، وسعت علم وزکاوت، زور بیان وخطابت اور فیصلہ کن حجت پر مشتمل ہے اس کی قدر اہل علم ہی کر سکتے ہیں، طرز بیان اس درجہ روشن اور صاف ہے کہ اگر معمولی اردو خواں بھی سمجھ سمجھ کر پڑھے تو مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو اس ارشاد مبارک کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی عبدالرحیم کا فرض تو یہ تھا کہ بحیثیت خادم تھانوی ہونے کے ان کے حفظ الایمان کی کفری عبارت کی حمایت میں مناظرہ کرتے لیکن اس کی ناپاکی پر خود ان کو اس درجہ یقین ہے کہ اہل حق کی غیرت دلانے والی للکار پر بھی نہیں شرماتے اور اس عبارت کا نام تک نہیں لیتے، اس پر ہمیں اس کے سوا کوئی شکایت نہیں کہ پھر بالا علان حمایت تھانوی سے توبہ کیوں نہیں کر لیتے، ناپاکی سے آلودہ رہنا کتنی ناپاک ناپاکی ہے، دوسرا فریضہ مولوی عبدالرحیم کا یہ تھا کہ مسئلہ علم غیب میں کوئی اقرار اپنے مخدوموں دیوبندیوں کی تصریحات کے خلاف نہ کرتے اور اپنے آقاؤں کے کہنے کو ثابت کرتے مگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، تھانوی کے مخدوم گنگوہی اور مولوی عبدالرحیم کے مخدوم تھانوی نے جو کچھ اس مسئلہ میں

کہہ رکھا تھا اس کے لفظ کے خلاف مولوی عبدالرحیم نے اقرار کرلیا، تیسرا فریضہ ان کا یہ تھا کہ اگر واقعی، وہ حدیث شریف علمت ما کان وما یکون کو قضیہ موجبہ جزئیہ یا عام مخصوص منہ البعض ہونے کی وجہ سے ہی نہیں مانتے تو ان کو ایسا قرینہ بتانا چاہیے تھا جو ما (جو کچھ) کے عموم (بمعنی سب کچھ) کو خاص (بمعنی کچھ نہ کچھ) ضرور بالضرور کردے، یا ما (جو کچھ) میں یہاں جس قدر عموم استعمال ہے اس میں خصوص فلاں قرینہ عارضہ سے پیدا ہوگیا ہے، مگر مولوی عبدالرحیم اس کو بھی نہ کرسکے اور نہ کرسکتے ہیں، برخلاف اس کے حضرت محدث صاحب قبلہ نے ظاہر فرمادیا کہ تھانوی صاحب اپنی ناپاک کفری عبارت مندرجہ حفظ الایمان کے سبب بجرم توہین بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر ہوگئے اور مولوی عبدالرحیم نے مسئلہ علم غیب میں جو کچھ اقرار کیا ہے وہ اپنے مخادیم اور تمام دیوبندیوں کی تصریحات کے خلاف اقرار کیا ہے اور یہ بھی دلائل قاہرہ سے ثابت فرمادیا کہ حدیث شریف علمت ما کان وما یکون کے قضیہ موجبہ کلیہ ہونے میں لفظ کل یا لفظ جمیع کی ہرگز حاجت نہیں ہے اور نہ یہ عام مخصوص منہ البعض ہے اب مولوی عبدالرحیم کا چوتھا فریضہ رہ گیا کہ اگر واقعی وہ حدیث شریف علمت ما کان وما یکون کو قول رسول ہونے کی وجہ سے ہی نہیں مانتے تو اس کو صاف صاف کہیں اور اس کی وجہ بتائیں، حضرت محدث صاحب قبلہ نے تو اس کا بھی رد کامل ومکمل فرمادیا ہے کہ ان کی اور ان کے مخدوم کی تکفیر ان کے منہ پر کی جاتی ہے اور وہ نہیں بولتے ان کے منہ سے ان کے اکابر کے اقوال کے خلاف اقرار کرایا جاتا ہے اور وہ پرواہ نہیں کرتے ان کو علمی اسباق کا درس دیا جاتا ہے اور وہ گونگے ہوجاتے ہیں تو ان سے کیا امید ہے کہ وہ اپنا چوتھا فریضہ ادا کریں گے مگر بہرحال اب آپ یہ دیکھئے کہ مولوی عبدالرحیم نے اس اپنے چوتھے فریضہ کے ادا کرنے میں کیا گل کھلائے ہیں۔

تقریر از مولوی عبدالرحیم

فاضل محترم کی اس تحریر طویل میں چند باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں، من (جو شخص) ما (جو کچھ) کے بحث عموم (وضع) درحقیقت ارشاد والا ہی تھی، آپ ہی نے فرمایا تھا کہ اصل وضع (لغوی) میں اس کے اس درجہ عموم ہے کہ معدومات و ممتنعات وغیرہ (کی اس سے تعبیر ہوتی ہے اور یہ سب) کو شامل ہے، اور اسی ضمن میں یہ بھی ارشاد ہوا تھا کہ میں اسی استعمال میں (باوجود عموم استعمال ہونے کے حدیث شریف) یعنی علمت ماکان و مایکون میں اس (ما) کی تخصیص (باعتبار عموم وضع کے اصطلاح حکما پر) دونوں دکھلاتا ہوں اور بیان بھی فرمایا اس پر احقر نے فرمایا کہ جب قرینۂ کان ویکون تخصیص ہے (گو یہ محض عقلی بحث ہے اور تخصیص عقلی سے عام مخصوص منہ البعض نہیں ہوتا لیکن مجھ کو علمی باتوں سے کیا واسطہ لہٰذا خواہ مخواہ کہہ دیا کہ پھر) تو یہ عام مخصوص منہ البعض ہوجائے گا جو باب اعتقادیات میں ناکافی ہے رہا من شاء من عبیدی العتق فھو حر (جس شخص نے چاہا میرے غلاموں سے اپنی آزادی کو تو وہ آزاد ہے میں نے مان لیا کہ جو شخص کے معنی ہر شخص کے ہیں البتہ) اس کی بابت زیادہ طول نہ دیتے ہوئے صرف اس قدر گذارش خدمت کرنا چاہتا ہوں کہ عام مخصوص منہ البعض حق اعتقاد میں قطعی نہیں رہتا نہ کہ حق عمل میں من شاء من عبیدی العتق فھو حر کیا اعتقادیات میں سے ہے۔

حضرت محدث صاحب قبلہ:- آیہ کریمہ ویفعل ما یشاء اور اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے اس کے متعلق بھی کہہ دیجئے کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر چاہے ہوئے کو نہیں کرسکتا۔

مولوی عبدالرحیم:- بہت اچھا........ (سکوت)........ پھر کہا شرح عقائد

نسفی کی عبارت (بھول گئے تو مولوی عبداللطیف سے پوچھا کہ وہ کونسی عبارت ہے، حضرت محدث صاحب قبلہ نے خود تلقین فرمائی کہ لاعبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات، اس کی بابت جوارشاد ہوا ہے کہ وہ) عقائد جن پر مدار تکفیر ہے ان کو بیشک کسی قطعی دلیل سے ثابت ہونا چاہیئے ورنہ اخبار ظنیہ بھی مفید اعتقادیات ہوسکتے ہیں اس پر صرف اس قدر معروض ہے کہ مسئلہ علم غیب النبی صلعم انہی اعتقادیات میں سے کہ جو مدار تکفیر نہیں (اس کو آپ ایک مرتبہ فرما چکے ہیں لیکن مجھ کو تضیع اوقات کرنا ہے لہٰذا) براہ کرم اس کی (دوبارہ) توضیح ضرور فرمائی جائے، اس وقت گفتگو یہ ہے کہ علم غیب النبی صلعم کی بابت ہم کو کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے آیا جمیع ما کان وما یکون کا یا اس کے علاوہ (وہابیوں دیوبندیوں کی طرح عدم علم غیب کا) جناب والا لفظ ما کان وما یکون میں ما سے عموم (استعمال) اور خصوص (نہ باعتبار عموم استعمال کے بلکہ باعتبار عموم وضع کے وہ بھی اصطلاح حکما پر) دونوں کو مراد لیتے ہوئے باختلاف حیثیت (واصطلاح حکما پر) یہ فرماتے ہیں کہ ما کان وما یکون اور علم کل مغیبات دونوں میں بڑا فرق ہے، اول متناہی و ثانی غیر متناہی تو گویا بلکہ یقیناً مطلب یہ ٹھہرتا ہے کہ علوم نبویہ متناہی ہیں اس پر میں نے دریافت کیا تھا (اور عجب بے تکا سوال کیا تھا) کہ آیا علم قیامت ما یکون میں داخل ہے یا نہیں؟ لیکن

ع یہ ملا ذکر قیامت پہ قیامت کا جواب

کہ جناب والا یہ ارشاد فرماتے ہیں (اور بالکل صحیح فرماتے ہیں) کہ ہمارے علما میں اس بارے میں اختلاف ہے اور مدار اختلاف یہ ہے کہ قیامت کب سے کب تک کا نام ہے (روز آخر کے حدود میں ہے یا باہر ہے اس پر کوئی حجت قاطعہ موجود نہیں ہے میں نے یہ کب دریافت کیا ہے کہ قیامت کب سے کب تک کا نام ہے (اور نہ آپ کے ارشاد پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے) وہ کچھ ہو اور کبھی سے کبھی تک ہو، یہ ارشاد نہ ہوا کہ حضور انور صلعم اس کا علم آپ تسلیم

فرماتے ہیں کہ نہیں؟ یا (میری سمجھ کی خطا ہے اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ) مابین علما اسی میں اختلاف ہے کہ حضور انور صلعم کو علم قیامت تھا کہ نہ تھا (بیشک آپ نے یہی فرمایا ہے اس بارے میں میری بکواس سب مہمل ہوگئی) جب ابھی تک (یہی امر متحقق ہوکر ثابت ہوگیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر اطلاع بخشی تھی غیب کا علم دیا تھا اور حضور کو ما کان و ما یکون کا عالم کہنا حق ہے اور علمت ما کان و ما یکون قضیہ موجبہ کلیہ ہونے کے لیے محتاج لفظ کل نہیں ہے، حدیث شریف میں اصطلاح اصول پر نہ عام مخصوص منہ البعض ہے نہ محض قول رسول ہونے کی وجہ سے اس کا انکار جائز ہے پس حدیث شریف کا مفاد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ساری کائنات کو محیط ہے اس مدعا پر حدیث شریف کی دلالت قطعی ہے لیکن گو آپ مجھ کو بھینس کے آگے بین باجے کا مصداق سمجھیں پھر بھی یہی کہوں گا کہ) یہ امر متحقق نہیں ہوا اور پایۂ ثبوت کو یہ بات نہ پہنچ سکی کہ علم غیب النبی صلعم کے ساتھ ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے تو چند عبارات (گنگوہی صاحب و تھانوی صاحب) کا پیش کردینا یہ ایک شخصی بحث آجاتی ہے (کیونکہ ان عبارات میں گنگوہی صاحب و تھانوی صاحب نے کوئی دین کی بات یا مذہبی مسئلہ نہیں لکھا ہے وہ تو انھوں نے اپنی شخصی خود رائی سے کام لے کر اپنی شخصی تصویر کھینچی ہے اور اپنی شخصیت کی لغویت کو نمایاں کیا۔ہے وہ لوگ خود ہی بے علم و بے خبر ہیں اپنی شخصی حقیقت کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخانہ نام لے کر بیان کیا ہے، میں تھانوی کا خادم ہوں مگر جہاں تک ان کی شخصیت کا سوال ہے ان پر چار حرف بھیجتا ہوں) نفس مسئلہ پر مناظرہ (تو ختم ہوگیا مگر دوبارہ) ہوجانے کے بعد اس کا حق آپ کو (اگر ہوسکتا ہے تو) ہونا چاہئے اب کچھ زیادہ بات نہیں رہ گئی صرف اس قدر بیان فرمادیا جائے کہ علم قیامت داخل ما یکون ہے یا نہیں؟ اور حضور کو اس کا علم تھا یا نہیں؟ تاکہ دلائل

پیش کرنے کی نوبت آجائے اور اصل مسئلہ واضح ہو جائے، چونکہ مقصود یہ ہے کہ کسی طرح اصل مسئلہ پر گفتگو شروع ہو لہٰذا بس اسی قدر لکھ کر اکتفا کی جاتی ہے امید ہے کہ جناب والا براہ کرم توجہ فرما کر اس کا جواب ارقام فرمادیں۔

عبدالرحیم غفرلہٗ

☆☆☆

اگر سینک سے ناپی جائے تو مولوی عبدالرحیم کی تمام تقریروں میں یہی تقریر سب سے زیادہ دراز ہے اور اگر مفہوم کے لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی ان کے تمام مہملات میں اس تقریر کی مہملیت سب سے بڑھ کر ہے نہ کسی اپنے فریضہ کی ادائیگی ہے نہ کسی سوال کا جواب ہے اور نہ کوئی جدید سوال ہی ہے شروع سے یہی ہے کہ یہ تو آپ ہی نے کہا میں نے آپ ہی کے کہنے سے یہ جواب دیا تھا یہ بھی کوئی بات ہوئی مانا کہ حضرت نے ایسا فرمایا تھا لیکن پھر آخر بیجا کیا فرمایا تھا مانا کہ آپ نے اسی ارشاد کے جواب میں ایسا دریافت کیا تھا مگر اس دریافت کرنے میں نامعقولیت کتنی تھی اس کا تو نام بھی نہیں لیتے اور بکتے چلے جاتے ہیں یہ بھی کوئی گفتگو کا اندازہ ہے آخر میں ایک سوال بھی ہے تو قیامت کے متعلق جس کا جواب دیا جا چکا وہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے ما (جو کچھ) من جو شخص کو بمعنی سب کچھ و ہر شخص بھی مان لیا اب صرف اس بات کا اصرار ہے کہ اعمال کا کوئی مسئلہ ہو تو اس کو مانیں گے اور عقائد میں اس کو نہ مانیں گے۔ اب اس کو تراہاہٹ ،اے توبہ بالک ہٹ کے سوا کیا کہا جائے کہ جس لفظ کے لیے مان لیا کہ اس کے اصلی معنی فلاں ہیں تو اس پر یہ ضد کہ جب جی چاہے گا للکار دیں گے بچپن کی شوخی کے سوا اس کو کیا کہا جا سکتا ہے۔

بہرحال اس تقریر کو سن کر حاضرین نے اس حقیقت کو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ

(۱) تھانوی صاحب اپنی ناپاک وکفری عبارت مندرجہ حفظ الایمان کے سبب بلا کسی تاویل کے بجرم توہین بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر ہو گئے، اس کے خلاف تھانوی صاحب اور کوئی خادم تھانوی صاحب ایک حرف میدان مناظرہ میں نہ بول سکتا ہے نہ کوئی بولا (باوجودیکہ بار بار للکارا گیا)۔

(۲) یہی حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مجتبیٰ ورسول مرتضیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا اور غیب کا علم دیا جو کہے کہ آپ کو غیب کا علم نہ تھا آپ غیب پر مطلع نہیں فرمائے گئے تھے وہ منکر قرآن ہے اور میدان مناظرہ میں تو انکار کی تاب ہی نہیں رکھتا بلکہ اقرار کرنا پڑتا ہے جیسا کہ مولوی عبدالرحیم کو قبول کرنا پڑا۔

(۳) حق یہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ماکان ومایکون تھے جیسا کہ حدیث شریف میں خود فرمایا ہے اور آپ کا یہ ارشاد تمام کائنات کے لیے عام ہے جو اس کا منکر مثل وہابیوں دیوبندیوں کے ہو وہ گمراہ ہے، اور میدان مناظرہ میں اس سے کوئی وہابی انکار نہیں کرسکتا۔

چونکہ مولوی عبدالرحیم نے دلائل قاہرہ سے مرعوب ہوکر عقائد بالا کا بادل ناخواستہ خود اقرار کرلیا ہے اور اب محض ما (جو کچھ) کے متعلق اتنا اصرار رہ گیا ہے کہ باب اعمال میں اس کا عموم تسلیم ہے مگر باب عقائد میں تسلیم نہیں ہے، لہٰذا حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا۔

ارشاد از حضرت محدث صاحب قبلہ

بعدالحمد والصلوٰۃ میں ما (جو کچھ) ومن (جو شخص) کی بحث کے متعلق جس تفصیل سے عرض کر چکا ہوں اس کے بعد مجھ کو (کسی غبی سے غبی کی طرف سے بھی) اس کا شبہ بھی نہ تھا کہ مجھے مزید توضیح کی حاجت پڑے گی، مگر

کیا کیا جائے، آپ گویا مجبور کرتے ہیں کہ اس بحث کو ابھی ختم نہ کیا جائے، آپ نے یہ خوب فرمایا کہ محض میرے اس کہہ دینے سے کہ ما کی وضع عام ہے معدومات و ممتنعات (وغیرہا) کو بھی شامل ہے (سب کی تعبیر ما سے کی جاتی ہے) اور علمت ما کان و ما یکون صرف کائنات کی قید ہے (اپنے اس عموم وضع لغوی پر نہیں ہے گو عموم استعمال اب بھی ہے) آپ کو یہ زحمت اٹھانی پڑی کہ (خواہ مخواہ بے محل) عام مخصوص منہ البعض کا نام لیں، اگر میں یہ (لطیفہ علمیہ) نہ کہتا تو پھر آپ عام مخصوص منہ البعض کا نام تک نہ لیتے غرض آپ نفس الامر سے بحث نہیں کر رہے ہیں (کہ حدیث شریف علمت ما کان و ما یکون میں بر بنائے اصطلاح حکما عموم و خصوص باختلاف حیثیت پیدا ہونے سے واقعی اور نفس الامر میں بھی عام مخصوص منہ البعض ہو جاتا ہے یا یہ کہ ما جس عموم استعمال میں بر بنائے اصطلاح ائمہ اصول ہے اس میں کسی تخصیص کے نہ ہونے کی وجہ سے عام مخصوص منہ البعض ہرگز نہیں ہے آپ تو) میرے کہنے پر کچھ (الٹا سیدھا) کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں اور پھر اگر آپ کا یہی رویہ ہے تو میں نے جو کچھ بھی کہا تھا اس (میں سے ہر ایک پر) کچھ (مہمل و بے معنی) کہہ دیتے آپ نے مثال من شاء من عبیدی العتق فھو حر (جو شخص چاہے میرے غلاموں سے اپنی آزادی کو تو وہ آزاد ہے اس) پر چونکہ میں نے کہا تھا لہٰذا اتنا تو کہہ دیا کہ یہ مثال حق عمل کی ہے اور بحث اعتقاد میں ہے گو یہ عذر لنگ ذرا سی تغیر عبارت سے جاتا رہتا ہے (مثلاً یوں کہا جائے کہ جو شخص چاہے میرے غلاموں سے اپنی آزادی کو تو اس کو میں نے آزاد کیا ورنہ میں کافر ہو جاؤں، اتنے اضافہ سے مسئلہ کفر و اسلام کا بھی ہو گیا اور وہی لفظ جو شخص ہے جس کو آپ ہر شخص کے معنی میں مان چکے ہیں، اب تو باب اعتقاد میں بھی جو شخص کے معنی ہر شخص کے ہو گئے) لیکن اگر آپکو میرے کہنے پر کچھ کہنا ضروری ہو جاتا ہے تو

میں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ واللہ یفعل ما یشاء (اور اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے) اور جب آپ جواب لکھا رہے تھے تو آپ کو توجہ بھی دلائی تھی کہ اس مثال کے متعلق بھی کچھ کہہ دیجئے (جس کا آپ نے وعدہ بھی کیا) لیکن باوجود میرے دوبار کہنے کے ایک بوقت لکھانے اپنی تقریر کے دوسرے بوقت آپ کے لکھانے کے آپ نے جوش بیان میں یہ کیوں نہیں فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہے کرے یہ عقیدے کی بات نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے فعال لما یرید (اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے) ما (جو کچھ) کو ارادہ کے ساتھ مقید فرمایا آپ (بے تکلف اب بھی) کہئے یہ میرے عقیدے میں داخل نہیں آیہ کریمہ ہے لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض (اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین کی چیزیں کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور کچھ نہیں ہیں) قرآن مجید میں ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم (اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے، آپ کہہ دیجئے کہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ جانتا ہے اور کچھ نہیں جانتا) قرآن حکیم میں یعلم ما فی الارحام (اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے، آپ کہہ دیجئے کہ آیۂ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ جانتا ہے کچھ نہیں جانتا یعنی) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی ناقص ہے، اس وقت ہم بھی جان لیں گے کہ جو (مولوی عبدالرحیم کی طرح اللہ کو جس کا وہ ارادہ فرمائے اس کا کرنے والا نہیں مانتا (آسمان وزمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں جانتا یہاں تک کہ علم الٰہی کو بھی غیر محیط و ناقص مانتا ہے اور لفظ ما دیکھ کر اس کو عام مخصوص منہ البعض قرار دیتا ہے) وہ بیچارہ) علمت ما کان وما یکون میں عام مخصوص منہ البعض کہہ کر اگر علم ما کان وما یکون نہیں مانتا تو (اپنی عقل سے) معذور (ومرفوع القلم) ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں (اب) اس سے

زیادہ عرض کرنا فضول ہے میں نے شرح عقائد کی عبارت جس سے جناب کو غلط فہمی ہوئی تھی جب سمجھادی تو الحمد للہ تعالیٰ کہ آپ اس کو سمجھ گئے مگر سمجھنے پر سوال آپ نے ایسا کیا ہے کہ اگر نہ سمجھ کر دریافت کرتے تو بہتر تھا آپ فرماتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں اعتقادیات میں سے ہے جو مدار تکفیر نہیں، جناب والا کتنی مرتبہ عرض کروں کہ اس اعتقاد کے دو جزء ہیں، بلا اظہار مقدار کہ ایک یا اس سے زیادہ محض اس قدر ماننا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا، یہ بات اعتقادیات میں وہ درجہ رکھتا ہے جو ہر دلیل قطعی سے ثابت شدہ مسئلہ درجہ رکھتا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی یہ کہے کہ مطلقاً حضور کو غیب پر اطلاع ہی نہیں تھی جس کی چند مثالیں کہنے والوں کی عرض کی گئیں اور آپ نے شخصی بحث کہہ کر اصل بحث کو بالکل چھوڑ دیا، وہ اتنا ماننے سے کہ حضور کو ایک غیب پر بھی اطلاع نہ تھی منکر ضروریات دین ہوگیا (اور) اگر لفظ ضروریات دین سے آپ گھبرا جائیں تو میں یوں کہتا ہوں کہ وہ نص قطعی کا منکر ہوگیا لیکن عقیدہ کا جو دوسرا جز ہے یعنی حضور کی نعت (شریف) میں عالم ما کان و ما یکون کہنا یہ جزء اول کی طرح نہیں ہے گو حق یہی ہے (وما ذا بعد الحق الا الضلال) جس پر میں مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہوں، میں نے علم ما کان و ما یکون کو متناہی کہا تھا (جو بالکل حق ہے آپ کو میرے کہنے پر کچھ کہنا تھا تو کہتے ہوئے آپ کو قیامت کی سوجھی اور اس پر آپ یہ قیامت کی چال چلے کہ میرے محض اس کہہ دینے سے کہ علم ما کان و ما یکون متناہی ہے علم قیامت کا سوال پیدا ہوجاتا ہے کس قدر قیامت کی زبردستی ہے خدا جانے لفظ متناہی اور قیامت میں کون سا رشتہ پایا جاتا ہے کہ جہاں لفظ متناہی سنا اور زور خطابت میں قیامت ڈھانے لگے اگر ایسا ہی قدم قدم پر ہر ٹھوکر سے قیامت برپا فرمایئے گا تو بتایئے یہ قیامت نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ جو میں نے عرض کیا تھا کہ دربارۂ علم قیامت علما میں اختلاف ہے اس کے بعد اب آپ کا سوال باقی نہیں رہ جاتا جن کے نزدیک حاصل تھا وہ ما یکون کا اس (قیامت) کو فرد بھی نہ سمجھیں تو دوسری دلیل سے (علاوہ حدیث شریف مذکور کے) حاصل تھا اور جن کے نزدیک حاصل نہ تھا ان کے نزدیک ما یکون کے فرد نہ ہونے میں کوئی حرج ہی نہیں ہے میں جو یہ کہتا ہوں کہ ہمارے علما کا ایسا عقیدہ ہے یا یہ کہ وہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آپ سے گفتگو تمام اہل سنت و جماعت کا نمائندہ بن کر کررہا ہوں اور ان کے ارشادات اور فتاویٰ کا ذمہ دار ہو کر اور اسی لیے میرا فرض ہے کہ علمائے اہل سنت کا جو جس مسئلہ کے بارے میں ارشاد ہو بے کم و کاست کہہ دوں اور ہمارے علما کے تصانیف و فتاویٰ جن کے مطالعہ کی نوبت آپ کو بھی غالباً آئی ہوگی، اگر ان میں کوئی عقیدہ درج ہے تو میں اس کے ثابت کرنے پر تیار ہوں میں یہ نہ کروں گا (جو آپ نے کیا) کہ ایک لفظ ''شخصی بحث'' کو کہہ کر یہ سمجھ کر کہ اس جادو نے ساری بحث ختم کردی شخصی بحث کا لفظ نہ ہوا چھو منتر ہوگیا اور ساری بحث اڑ گئی اور (آپ کی طرح) علما کے فتاوے اور تصانیف ثابت کرنے سے عاجز رہ جاؤں بلکہ (نقطہ نقطہ ثابت کرنے کا پورا ذمہ دار ہوں ہم اہل حق ہیں اور اہل حق کے جملہ ارشادات حق ہی ہوتے ہیں، آپ لوگ ان باطل پرستوں میں ہیں جن پر اپنی باطل پرستی خود روشن ہے، آپ اپنے اکابر کے اقوال کو اقوال باطلہ جان کر اس کو شخصی بحث بنا کر اس سے جان بچاتے ہیں، اس سے اچھا تھا کہ آپ اس کو موضوع سے باہر کی بات کہہ کر ٹال دیتے مگر آپ نے ایسا مہمل عذر کیا ہے جس نے آپ کی بطالت کا تسمہ بھی نہیں چھوڑا، یہ آپ لوگوں کا طرز عمل ہے لیکن) میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ خواہ مجھ سے یوں پوچھیں کہ تیرا عقیدہ کیا ہے اور خواہ یوں دریافت فرمائیں کہ تیرے علما کا کیا

عقیدہ ہے جواب میں ارشادات علما سے ایک انچ نہیں ہٹوں گا میرا عقیدہ آپ پر کھل گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمایا تھا جو اس کے نقیض کا قائل ہو یعنی ایک غیب پر بھی مطلع ہونا نہ مانے وہ منکر نص قطعی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو عالم ما کان و ما یکون کا کہنا صحیح ہے حق و درست ہے، لیکن اس کی نقیض کے ماننے والے کا وہ حکم نہیں جو جزء اول میں عرض کیا گیا اور علم قیامت اس میں اختلاف علما کی وجہ سے کسی ایک جانب کی جنبہ داری میں کسی قسم کا طعن کرنا جائز ہی نہیں ہے، آپ میرے عقیدے کے ایک ایک جزء کو لیجیے، جس جزء سے آپ کو اختلاف ہو مثلاً آپ کا یہ عقیدہ ہو کہ معاذ اللہ حضور کو ایک غیب پر بھی اطلاع نہ تھی یا یہ کہ آپ کو العالم بما کان وما یکون کہنا شرک ہے، (جیسا کہ گنگوہی صاحب و انبیٹھوی صاحب وغیرہ کا خیال ہے) زمین پر ایک دوسرا خدا بنانا ہے (جیسا کہ اپنے عوام کے جلسہ میں آپ اور آپ کے مولوی عبداللطیف و مولوی عبدالستار و مولوی عبدالجبار کہہ چکے ہیں) خلاف قرآن ہے (جیسا کہ آپ کے بھائی صاحب مولوی عبدالشکور کہا کرتے ہیں) یا یہ کہ (آپ کے نزدیک) علم قیامت میں اختلاف ممنوع ہے غرض جس جزء سے آپ اختلاف رکھتے ہوں اس کو ظاہر فرمائیے اور پھر اس پر مناظرہ کر لیجیے، میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اس کی کوشش نہ کیجیے گا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے جواب میں کچھ نہ کچھ (الٹا سیدھا مہمل بے معنی) کہہ دیجیے، بلکہ میرا عقیدہ حاضرین نے سمجھ لیا آپ نے سمجھ لیا (آپ کے اندر کسی جزء سے اختلاف کرنے کی تاب نہ ہونے کو سب نے سمجھ لیا پھر بھی) آپ کو اختلاف (کرنے کی تاب) ہو تو عقیدہ کی تفصیلات کے ساتھ اختلاف کی تفصیل بیان کر دیں اور مناظرہ کر لیں، میں تیار ہوں (اور تاب نہ ہو تو آج سے لے کر ہمیشہ کے لیے سکوت اختیار کریں اور توفیق توبہ باطل سے

میسر نہ ہو تو کم از کم اہل حق کو منہ دکھانے سے تو آئندہ توبہ کرلیں۔

سید محمد غفرلہٗ

☆☆☆

ارشاد کا خاتمہ تو حسب عادت ''آپ مناظرہ کرلیں میں تیار ہوں'' پر فرمایا ہے لیکن حاضرین کی طرح ناظرین پر بھی یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ مناظرہ کو دہن دوز اور منہ توڑ دلائل قاہرہ باہرہ سے ختم فرمادیا اور اب نہ صرف مولوی عبدالرحیم بلکہ دنیا کا کوئی وہابی جو واقعی کچھ لکھا پڑھا بھی ہو یا جاہل محض ہی ہو اس ارشاد مبارک کے ایک نقطہ کے خلاف ایک حرف نہیں بول سکتا، اس وقت حضرت محدث صاحب قبلہ نے جو کچھ فرمایا اور مولوی عبدالرحیم نے اس کا جو جواب دیا، وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت نے فرمایا کہ میرے نزدیک حضور سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتیں بتائی تھیں مطلع فرمایا تھا، مولوی عبدالرحیم نے اس کا جواب دیا۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے جناب سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غیوب پر مطلع کیا مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔

کیا کوئی مثال مل سکتی ہے کہ کسی مناظرہ میں کسی باطل پرست نے اپنے اصل مذہب کے خلاف اپنے اکابر مذہب کی تصریحات کے مخالف اس طرح صاف صاف اقرار کیا ہو جو مولوی عبدالرحیم نے کر دکھایا؟ میری نظر میں اس کی مثال نہیں ہوسکتی۔

(۲) حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ گنگوہی صاحب وتھانوی صاحب اکابر وہابیہ وائمہ دیوبندیہ اپنے رسائل وفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ

''اس میں ہر چہار ائمہ مذاہب وجملہ علما متفق ہیں کہ انبیا علیہم السلام

غیب پر مطلع نہیں ہیں'' ''حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا'' وغیرہ وغیرہ یہ میرے اس عقیدہ کے خلاف ہے جس کا آپ خود اقرار کر چکے ہیں کہ حق ہے نا قابل انکار ہے کیا آپ بحیثیت خادم تھانوی صاحب ہونے کے ان کی حمایت کچھ کر سکتے ہیں، مولوی عبدالرحیم نے جواب دیا کہ یہ ایک شخصی بحث ہے، اور واقعی شخصی بحث جس کو دین وملت سے کوئی واسطہ نہ ہو کسی مذہبی مناظرہ میں موضوع مناظرہ نہیں بن سکتی، کیا دنیا میں کوئی مثال ہے کہ کسی باطل پرست نے بھی میدان مناظرہ میں خصم کے سامنے اپنے اکابر کی مذہبی تصریحات کے ثابت کرنے کے باوجود خادم ہونے کا دم بھرتے ہوئے شخصی بحث کہہ کر غیر ذمہ دار بن گیا ہو اور اس طرح اپنے اکابر کی باطل پرستی کا اقرار کر لیا ہو، یہ بھی جہاں تک میری نظر ہے اپنی قسم کا پہلا واقعہ ہے۔

(۳) حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا اور بار بار للکار کر فرمایا کہ آپ کے مخدوم تھانوی صاحب اور ان کے استاذ انبیٹھوی صاحب پر عبارات مندرجہ حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی بنا پر جن میں شیطان کے علم کو حضور فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر بڑھایا ہے اور حضور کے علم غیب کو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم غیب سے تشبیہ دی ہے، لہٰذا توہین بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ مجرم ہوئے ان پر علمائے عرب وعجم نے تکفیر کا فتویٰ دیا ہے میں ان فتاوی اسلامیہ حقہ کا حامی ہوں، آپ ان کفریات کی حمایت میں مناظرہ کر لیجئے میں تیار ہوں اور حفظ الایمان کی پوری عبارات بھی سنا دی، مولوی عبدالرحیم نے اس کے دو جواب دیئے پہلے یہ کہا کہ اس بارے میں بھی مجھ کو آپ سے اختلاف نہیں ہے پھر دوسرا جواب یہ دیا کہ یہ ایک شخصی بحث ہے اور بالکل ٹھیک کہ جو بحث محض ایک شخصی بحث ہو اور اس کا دین و مذہب پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو اس پر بحث کیا ہوگی، کیا زمانہ نے کبھی اس کی مثال

دیکھی ہے کہ کسی باطل پرست نے بھی اپنے اکابر و مخادیم کی تکفیر کو بے لکنت زبان مولوی عبدالرحیم کی طرح یوں قبول کرلیا ہو میری نظر میں یہ واقعہ بھی اپنی نوعیت میں سب سے پہلا واقعہ ہے۔

(۴) حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا یا نہ، اس بارے میں علما کا اختلاف ہے، مولوی عبدالرحیم نے اس کے جواب میں اس سے انکار نہیں کیا اور نہ ایک لفظ ایسا کہا جس سے ظاہر ہو کہ مسئلہ علم قیامت نا قابل اختلاف ہے اس میں علما کا اختلاف کرنا بیجا ہے، مسلمان مجبور ہیں کہ وہ نفی علم قیامت کریں کیا کوئی بھی دنیا میں ایسی مثال ہے کہ کسی باطل پرست نے بھی اپنے خصم کے سامنے اس مسئلہ کا انکار کیا ہو جس کا انکار کرنا اس کا اصل مذہب ہو میری نظر میں یہ بھی اپنی طرح کا پہلا واقعہ ہے۔

یہ چاروں مسائل باب عقائد کے وہ ہیں جو اس مناظرہ میں باتفاق فریقین طے ہو گئے

وللہ الحجۃ السامیہ

(۵) حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کس قدر علم غیب عطا فرمایا تھا اس کے بیان کے لیے مقام نعت شریف میں تمام ایسے صیغے اور الفاظ کا استعمال کرنا جن کا قرآن کریم یا حدیث شریف میں استعمال موجود ہے اور جن میں سے لفظ ما کان و ما یکون بھی ہے جائز ہے حق ہے اور حق کا منکر گمراہ ہے اور ما کان و ما یکون کے معنی تمام کائنات کے ہیں اور تمام کائنات باوجود اپنی غیر معمولی وسعت کے محدود و متناہی

ہے اور جو علم اس کو محیط ہے وہ بھی متناہی ومحدود ہے کہ جس کی نعت شریف میں اس وصف کا بیان ہے وہ ذات بابرکات خود ہی متناہی و محدود ہے، مولوی عبدالرحم نے اس کے دو جواب دیئے ایک یہ کہ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ علوم سرکار ابد قرار تاجدار مدینہ جناب محمد رسول صلعم اگر چہ ہمارے ادراک وتمام عالم (کم از کم ما کان و ما یکون) کے ادراک سے محیط نہیں ہو سکتے، پھر بھی غیر متناہی نہیں، دیکھ لیجئے کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی ہدایت کے موافق ما کان و ما یکون کو متناہی مان کر حضور کو ما کان و ما یکون کا عالم مان لیا اور اس قسم کا اقرار بھی کسی مناظرہ میں کسی باطل پرست نے بھی اپنے خصم کے روبرو کبھی نہ کیا ہوگا اور میری نظر میں یہ بھی اپنی شان میں دنیا کا سب سے پہلا واقعہ ہے، لیکن میں نے اس کو ان مسائل میں جو باتفاق فریقین طے ہو گئے ہیں درج نہیں کیا، کیونکہ مولوی عبدالرحیم نے گو نفس مسئلہ جو حضرت محدث صاحب قبلہ نے بیان فرمایا تھا اس کو حرف بحرف قبول کر لیا لیکن ان کو لفظ ما کان و ما یکون کے استعمال کرنے میں ابھی وحشت باقی ہے، چنانچہ دوسرا جواب جو مولوی عبدالرحیم نے دیا اس میں اسی وحشت کو بیان کیا اور حدیث شریف علمت ما کان و ما یکون کو ماننے سے یکے بعد دیگرے تین عذروں کی وجہ سے انکار کر دیا ایک عذر یہ کیا کہ یہ حدیث شریف گو بالکل صحیح ہے مگر قول رسول ہی تو ہے اور ہر قول رسول ہمارے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہے اس کا رد کر دیا گیا اور ثابت کر دیا گیا کہ ہر قول رسول وحی الٰہی ہے اگر کوئی روایت خلاف قرآن کریم و حدیث متواترہ ہم تک نہیں پہنچی تو اس کو یہ کہہ کر کہ محض ایک قول رسول ہے انکار کر دینا اور قابل تسلیم نہ ماننا سرکشی اور دین پاک سے غداری ہے، مولوی عبدالرحیم نے اس کو مان لیا اور دوسرا عذر یہ کیا کہ حدیث شریف علمت ما کان و ما یکون میں لفظ ما (جو کچھ) سے پہلے لفظ کل (ہر) ولفظ جمیع (سب) نہیں ہے، لہٰذا گو حدیث پر

ایمان لایا جائے لیکن حدیث شریف کا یہ مفاد نہیں ہے کہ علم نبوی جمیع کائنات کو محیط ہے اس کا رد کردیا گیا اور ثابت کردیا گیا کہ لفظ ما (جو کچھ) سے پہلے لفظ جمیع وکل (بمعنی سب) کے بڑھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے خود لفظ ما بمعنی (جو کچھ) عام ہے اس کے معنی (سب کچھ) ہیں اصول فقہ کی عبارت دکھا کر اس معنی کو واضح کردیا گیا مولوی عبدالرحیم نے اس سے بھی انکار نہیں کیا اور تیسرا عذر یہ کیا کہ حدیث شریف علمت ماکان ومایکون میں ما (جو کچھ) اگر چہ عام ہے مگر اپنے لغوی عموم وضع میں مستعمل نہیں ہے، لہٰذا عام مخصوص منہ البعض ہے اور عام مخصوص منہ البعض کا باب اعتقادیات میں کچھ اعتبار نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث شریف کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس کا رد کردیا گیا اور ثابت کردیا گیا کہ عموم وضع لغوی کے اعتبار سے جو تخصیص ہو اس سے عام مخصوص منہ البعض نہیں ہوتا البتہ عموم استعمال میں اگر تخصیص کی جائے تو وہ عام مخصوص منہ البعض ہوتا ہے ما (جو کچھ) سے تعبیر اگرچہ کان ویکون (کائنات) کے سوا دوسرے کی بھی ہوسکتی ہے لیکن اس عموم تعبیر میں کائنات کی تخصیص سے یہ عام مخصوص منہ البعض نہ ہوگا، البتہ اگر کائنات میں سے کسی کی تخصیص قرینہ عارضہ کی وجہ سے ہوتی تو عام مخصوص منہ البعض ہوجاتا لیکن ایسا کوئی قرینہ کوئی قیامت تک نہیں دکھا سکتا لہٰذا عام مخصوص منہ البعض نہیں ہوسکتا اور ان دو پچھلے عذروں کا ایک جواب حضرت محدث صاحب قبلہ نے یہ بھی دیا کہ جب یہ بات ہمارے آپ کے درمیان متفق علیہا ہے کہ علمت ماکان ومایکون حدیث شریف ہے اور صحیح حدیث ہے اور واجب التسلیم ہے تو آپ کو اس سے کیا بحث کہ (ما) کے پہلے لفظ جمیع یا لفظ کل ہے یا نہیں؟ یا ما (جو کچھ) عام مخصوص منہ البعض ہے یا نہیں، میں آپ سے لفظ ما (جو کچھ) سے پہلے لفظ جمیع یا لفظ کل بڑھانے کو نہیں کہتا اور نہ میں ما کے مفاد کا ذکر کرتا ہوں کہ عام مخصوص منہ البعض ہے یا نہیں ہے آپ ان باتوں کو

ان اہل علم پر چھوڑ دیجیے جن کے پاس حدیث شریف علمت ما کان وما یکون موجود ہے آپ جو اس حدیث میں کہتے ہیں اپنے کلام کے بارے میں بھی وہی کہہ دیجیے گا مگر بلا کسی وحشت کے آپ نعت شریف میں العالم بما کان وما یکون لکھنا کہنا جائز وحق کہہ دیں نہ لفظ جمیع بڑھائیں نہ لفظ کل کا اضافہ کریں صرف الفاظ حدیث ہی پر اکتفا کریں مولوی عبدالرحیم نے اس سے بھی انکار نہ کیا مگر ہٹ دھرمی سے عام مخصوص منہ البعض اور ما کے معنی کچھ نہ کچھ کو بار بار باب اعتقادیات میں کہتے رہے، حضرت محدث صاحب قبلہ نے خیال فرمایا کہ مولوی عبدالرحیم اب چالبازی پر آ گئے ہیں اور اپنے عوام کے سامنے عام مخصص منہ البعض کی طویل اصطلاح کو بار بار اس لیے کہہ رہے ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ شاید کوئی علمی بحث ہے اور عربی الفاظ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ طے نہ کر سکیں کہ کون کیا کہہ رہا ہے ما محتمل عموم وخصوص دونوں ہے، ما عام مخصوص منہ البعض ہے اس کو عوام وہابیہ بیچارے کیا سمجھ سکتے ہیں، لہٰذا مولوی عبدالرحیم ان اصطلاحی لفظوں میں اپنی بطالت و جہالت دونوں کو چھپانا چاہتے ہیں، لہٰذا پہلے تو صرف ایک آیت پڑھی جس میں لفظ ما ہے اور اس کے پہلے نہ لفظ جمیع ہے نہ لفظ کل ہے، آیہ کریمہ میں ایک عقیدہ کی تعلیم دی گئی ہے اس میں اپنے عموم وضع لغوی پر بھی نہیں ہے با ایں ہمہ لفظ ما (جو کچھ) کے معنی (سب کچھ) ہی ہیں، جو انکار کرے وہ کافر ہو جائے، مولوی عبدالرحیم نے اس سے بھی انکار نہ کیا اور باوجود دو بار توجہ دلانے کے اس کے متعلق ایک حرف انکار کا نہ کہہ سکے لیکن اقرار بھی صاف صاف نہ کیا اور حضرت محدث صاحب قبلہ کو ان سے صاف صاف اقرار کرانا تھا، لہٰذا آخری تقریر جو اوپر نقل کی گئی ہے اس میں کل پانچ آیتیں قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں جن میں لفظ (ما) موجود ہے اس سے پہلے لفظ جمیع یا لفظ کل ہرگز نہیں ہے اور کسی آیت میں بھی ما (جو کچھ) اپنے اس عموم وضع

وتعبیر پرنہیں ہے اور ہر آیت میں اعتقادیات ہی کی تعلیم ہے، غرض سب وہ چیزیں ہیں جو حدیث شریف علمت ما کان وما یکون میں ہیں اور کوئی بھی ایسی چیز ان آیتوں میں نہیں ہے جو اس حدیث شریف میں نہیں ہے ٹھیک ٹھیک ان آیتوں اور اس حدیث کے الفاظ کا ایک ہی حال ہے بال برابر فرق نہیں ہے، مولوی عبدالرحیم جس جس چیز کے ہونے نہ ہونے کو اس حدیث میں کہہ رہے ہیں وہ سب آیتوں کا بھی حال ہے لیکن جس طرح مولوی عبدالرحیم نے ان وجوہ کی بنا پر حدیث شریف سے انکار کردیا اسی طرح محض انھیں وجوہ کی بنا پر آیات قرآنیہ کو ماننے سے بھی اگر انکار کردیں اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہے کرسکتا ہے یہ عقیدہ کی بات نہیں ہے یا اس کے یہ معنی ہیں کہ کچھ کرسکتا ہے اور کچھ کتنا ہی چاہے نہیں کرسکتا اور یہ کہہ دیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے، یہاں تک کہ خاص مسئلہ علم غیب میں کہہ دیں کہ لوگوں کے آگے پیچھے جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے کچھ وہ جانتا ہے اور کچھ نہیں جانتا رحموں میں جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے کچھ جانتا ہے اور کچھ نہیں جانتا تو مولوی عبدالرحیم کو ان کے عوام وہابیہ بھی کافر کہہ دیں اور اگر مولوی عبدالرحیم یہ کہیں کہ ان آیات قرآنیہ میں گو ما (جو کچھ) سے پہلے نہ لفظ جمیع ہے نہ لفظ کل ہے اور گو ما اپنے عموم وضع وتعبیر پر نہیں ہے مگر پھر بھی جو کچھ کے معنی (سب کچھ) ہی کے ہیں اور ما عام مخصوص منہ البعض نہیں ہے ما (جو کچھ) باب عقائد میں بھی بمعنی (سب کچھ) ہے تو حدیث شریف علمت ما کان وما یکون میں بھی ما (جو کچھ) کو بمعنی (سب کچھ) ماننا پڑتا ہے اور عام مخصوص منہ البعض سے انکار کرنا پڑتا ہے، غرض یا علم الٰہی سے کافر ہونا پڑتا ہے یا علم رسول پر ایمان لانا پڑتا ہے اور رمولوی عبدالرحیم اپنے عوام وہابیہ کے خوف سے نہ علم الٰہی سے

کافر بننا چاہتے تھے اور نہ عناد ایوان رسالت میں علم رسول پر ایمان لانا چاہتے تھے جس کشمکش میں مولوی عبدالرحیم پڑے ہیں وہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے، تمام حاضرین سراپا گوش ہوگئے کہ اب اسی کے جواب پر مناظرہ ختم ہے، دیکھئے مولوی عبدالرحیم کفر باللہ وایمان بالرسول میں سے کس کو اختیار کرتے ہیں کہ اچانک اسی حالت میں حضرت محدث قبلہ کے ارشاد کے جواب میں۔

مولوی عبداللطیف بولے

مولوی عبداللطیف:- (حضرت محدث صاحب قبلہ سے) حضور اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔

حضرت:- (مولوی عبداللطیف سے) اگر مناظرہ کے متعلق کچھ کہنا ہے تو اجازت نہیں ہے اور اگر کوئی اور بات ہے تو کہئے۔

مولوی عبداللطیف:- رات زیادہ گزر گئی ہے سب پریشان ہیں اب باقی گفتگو کل ہو۔

حضرت:- اب نماز فجر تک نہ آپ لوگوں کو سونا ہے نہ مجھ کو لہٰذا جتنا وقت ہے اسی میں صرف کردیا جائے۔

مولوی عبداللطیف:- یہ بجا ہے مگر پریشانی میں کیا گفتگو ہوسکتی ہے۔

حضرت:- اب پریشانی کس بات کی ہے زیادہ وقت بھی تو نہ صرف ہوگا میری اس تقریر کا جواب ہوجائے تو بس مناظرہ ہی ختم ہے سب بات طے ہوجائے گی اس کے بعد اگر ضرورت ہوگی تو دوسرا وقت مقرر کیا جائے گا۔

مولوی عبداللطیف:- یہ بالکل ٹھیک ہے مگر ایک جواب بھی لکھانا تو دشوار ہے کچھ وقت دیا جاوے۔

حضرت:- (مولوی عبداللطیف) آپ چپ رہئے آپ کو بولنے کا کوئی حق

نہیں جو کچھ کہنا ہو مولوی عبدالرحیم کے کان میں تلقین کردیجئے وہ مجھ سے کہیں گے (پھر مولوی عبدالرحیم سے) کیا آپ پریشان ہوگئے ہیں اور جواب دینے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ کچھ وقت تیاری کے لیے چاہتے ہیں آپ اپنا حال خود کہیئے۔

مولوی عبدالرحیم:- (دست نازک کو چہرے پر ملتے ہوئے پیشانی تک لے جاتے ہوئے یہاں تک کہ پگڑی گدی تک کھسک گئی) ''مولانا سچ تو یہ ہے کہ دماغ پریشان ہوگیا اگر جواب دے سکوں گا تو کل حاضر ہوکر عرض کروں گا اس وقت دماغ صحیح نہیں ہے خراب ہوگیا ہے''۔

حضرت محدث صاحب قبلہ:- (مجمع حاضرین سے) حضرات میں نے دنیا کی باتیں بھی کسی پریشان دماغ سے جو صحیح نہ ہو کبھی نہیں کی ہیں تو دین کی باتیں کیسے کرسکتا ہوں اہل حق کسی دشمن کو تنگ گلی میں نہیں مارتے اور کھلے میدان میں دعوت جنگ دیتے ہیں لہذا میں اجازت دیتا ہوں۔

حاضرین:- مگر حضور! اب تو مولوی عبدالرحیم صاحب کو ایک ہی جواب دینا ہے جس کے سننے کے لیے ہم لوگ بے چین ہیں اجازت نہ دی جائے ورنہ خدا جانے پھر یہ ہاتھ آتے ہیں یا نہیں؟۔

حضرت:- یہ صحیح ہے مگر ایک شخص خرابی دماغ کا عذر کرکے جواب دینا نہیں چاہتا تو کیا آپ گولی مار دیں گے، حاضرین نے مولوی عبدالرحیم اور تمام مولویان وہابیہ کی صورتوں کو دیکھا کہ شاید اس جملہ سے گرم ہوکر جواب دینے کے لیے آمادہ ہوجائیں مگر جب دیکھا کہ سب کے سب پریشان چہرہ اور قابل رحم صورت بنائے چپ ہیں تو مایوس ہوکر حاضرین نے بھی سکوت اختیار کیا۔

حضرت محدث صاحب قبلہ:- (مولوی عبدالرحیم سے) اب آپ مناظرہ کرنے کب آئیں گے۔

مولوی عبدالرحیم :- نماز فجر تک بیدار رہوں گا اول وقت میں ادا کر کے سو جاؤں گا ۱۰ر بجے دن کو بیدار ہوں گا کھاپی کر ۱۱ر بجے دن کو پہنچ جاؤں گا، دس پندرہ منٹ کی کمی بیشی کا کچھ خیال نہ کیجئے گا۔

حضرت محدث صاحب قبلہ:- اچھا گیارہ بجے دن کا وقت منظور ہے، اب یہ بتایئے کہ کل یہاں آنے کے لیے کسی مزید تحریر امن عامہ یا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے ورنہ سب اسی وقت کر دیا جائے۔

مولوی عبدالرحیم :- اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، امن عامہ کو میں نے امید سے زیادہ یہاں پایا۔

حضرت:- تو کل آپ بلا عذر ۱۱ر بجے دن کو ضرور آ جائیں گے۔

مولوی عبدالرحیم :- ضرور حاضر ہوں گا اور کوئی عذر نہ کروں گا۔

حضرت:- (حاضرین سے) جلسہ برخاست آپ لوگ کل ۱۱ر بجے دن سے پہلے یہاں پہنچ جایئے (استاذ سلیمان خان صاحب سے) آپ چار آدمیوں کو مقرر کیجئے جو مولوی عبدالرحیم کو مع ان کی جماعت کے ان کی قیام گاہ تک امن و امان سے پہنچا دیں، استاذ سلیمان خان صاحب نے حکم کی تعمیل کی مولوی عبدالرحیم نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے مگر حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ میرا یہ فریضہ ہے اور میں اپنے کسی فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا، غرض چار نوجوانوں نے مولوی صاحبان کو ان کے قیام گاہ پر پہنچایا مولوی عبدالرحیم نے حضرت محدث صاحب قبلہ کی خدمت میں سلام کہلا بھیجا اور اپنے بخیریت و باامن و امان پہنچ جانے کی رسید بھیج دی حضرت محدث صاحب قبلہ جلسہ گاہ سے اٹھ کر قیام گاہ پر تشریف لائے، مشتاقوں کا وہاں میلا لگا ہوا تھا، مسلمانوں نے عرض کیا کہ حضور اب مولوی عبدالرحیم کا ناطقہ بند ہو گیا تھا اور کفر باللہ یا ایمان بالرسول کے سوال کے لیے چارہ کار نہ تھا اسی لیے کچھ جواب نہیں

دیا اور وعدہ فردا پر ٹال دیا، حضرت نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا انھوں نے جواب دیا اور بالکل صحیح جواب دیا کیونکہ ان سے یہ ہی تو دریافت کیا گیا تھا کہ اگر آپ ایمان بالرسول سے گریز کرتے ہیں تو کفر باللہ بھی کرنا پڑے گا اور جب آپ کفر باللہ اپنے عوام وہابیہ کے ڈر سے نہیں کر سکتے تو پھر ایمان بالرسول کیوں نہیں قبول کرتے اس کا جواب انھوں نے دیا کہ علم الٰہی سے کفر تو اس وجہ سے نہیں کرتا کہ خود عوام وہابیہ بگڑ اٹھیں گے، اب رہا علم رسول پر ایمان لانا تو علم رسول پر ایمان نہ لانے کی یہ وجہ ہے کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کوئی شبہ نہیں مولوی عبدالرحیم یا کوئی دوسرا جو بھی کفر بالرسول کرے اور ایمان بالرسول کو قبول نہ کرے اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے یہ اتنا سچا اور صحیح مطابق واقعہ جواب ہے جس کے سوا اس بارے میں کوئی دوسرا صحیح جواب نہیں ہوسکتا مگر اب دیکھنا ہے کہ کل مولوی عبدالرحیم اسی جواب پر اکتفا کرتے ہیں یا دوسرا کوئی جھوٹا جواب گڑھتے ہیں، انھیں باتوں میں نماز فجر کا وقت آ گیا، حضرت نے نماز پڑھائی اور فرمایا کہ آج مبارک پور میں میرا انتظار ہوگا، جناب شیخ محمد امین صاحب کو تار دے دو کہ مناظرہ شروع ہوگیا بعد مناظرہ کے آؤں گا اس کے بعد حضرت نے استراحت فرمایا اور تاکید کردی کہ ۱۰ ؍بجے دن کو بیدار کر دینا یہ حضرت کے استراحت فرمانے کے بعد مبارک پور تار روانہ کردیا گیا مسلمانوں نے برائے نام تھوڑی دیر کمر سیدھی کی اور پھر انتظام جلسہ میں مشغول ہوگئے، ۱۰ ؍بجے دن تک میں جلسہ گاہ اچھا خاصا چوک ہوگیا، حاشیہ جلسہ گاہ پر پان بیڑیاں پھلکیاں کباب گوشت روٹی کھانے پینے چائے بسکٹ کی دکانیں متعدد لگ کر تیار ہوگئیں۔

۱۱ ؍شوال مطابق ۷ ؍فروری کا جلسہ

مناظرہ کی خبر تمام ضلع میں بجلی کی طرح پھیل گئی سارا ضلع ہر طرف سے

ٹوٹ پڑا مبارک پور میں شیخ محمد امین صاحب کو تار اس وقت ملا جبکہ وہ اپنے مکان پر نہ تھے فوراً اعلان کیا اور اسی جگہ سے گھوسی کی سمت پر روانہ ہو گئے، بعض لوگ کھانا کھا رہے تھے بے ہاتھ دھوئے کھڑے ہو گئے اور چلائے لاریوں پر لاریاں آنے لگیں جو ٹرین آتی ہے اس پر سے ایک میلا اترتا ہے کتنے غریب پا پیادہ مبارک پور سے چل نکلے دس دس بیس بیس کوس کی آبادی والہانہ جوش و خروش سے اجڑ کر گھوسی میں آباد ہو گئی جوار کے وہابیہ خصوصاً مئو کے دیوبندیوں کا جمگھٹا لاٹھی ڈنڈا سے مسلح ہو کر پہنچ گیا مگر شب کا انتظام سن کر اور استاذ سلیمان خان کی انتظامی ہیبت سے جلسہ گاہ میں نتھے آتے تھے، ۱۱ر بجے دن تک جلسہ گاہ بھر گیا اور ایک وسیع میدان تنگ نظر آنے لگا، حضرت محدث قبلہ ۱۰ر بجے دن کو بیدار ہوئے استنجا سے فراغت کی کھانا تناول فرمایا اور ٹھیک گیارہ بجے دن کو جلسہ گاہ میں رونق افروز ہو گئے، جلسہ کس طرح شروع ہوا اس کو ابھی رہنے دیجئے اور مولوی عبدالرحیم کا حال سنئے وہ اپنی قیامگاہ پر پہنچے مولویوں نے دارالندوہ قائم کیا اور طے کیا کہ اگر مناظرہ کرنے گئے تو ایمان بالرسول سے چارہ کار نہ رہے گا اور دوسرا کوئی جواب ممکن نہیں ہے خود عوام وہابیہ بھی جو مولوی عبدالرحیم کی ڈینگوں سے پہلے متاثر تھے اور اسی ان کو پکڑ کر لائے تھے، مولوی عبدالرحیم اور تمام مئو وغیرہ کے مولویوں کو سمجھ گئے کہ محض تھان کے بڑے ہیں اور کچھ نہیں ہے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ جب حضرت محدث صاب قبلہ اپنی تقریر قلم بند کراتے تھے تو مولوی عبدالرحیم اپنے معاونین و متعلقین کی طرف کان ادھر ادھر ایک ایک سکنڈ دس دس مرتبہ جھوم جھوم کر اس طرح کرتے تھے جیسے آسیب زدہ کھیلا کرتے ہیں، جھومتے جھومتے بیچارے تھک گئے تھے دماغ خراب ہو گیا تھا اور جس وقت مولوی عبدالرحیم اپنی تحریر لکھاتے تھے تو الفاظ نہیں ملتے تھے اور خود حضرت محدث صاحب قبلہ الفاظ کی تلقین فرما دیا کرتے تھے عجب دلچسپ

نقشہ تھا، لہٰذا سب کو رحم آ گیا اور متفقہ طور پر طے ہو گیا کہ مناظرے کے جلسہ میں نہ جانا چاہئے سونا تو سب پر حرام تھا صبح ہوتے ہی فرار کی تدبیر پر عمل شروع ہو گیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ مولوی عبدالرحیم ایک جماعت کو لیے ہوئے تھانہ گھوسی پر پہنچے ان سے داروغہ صاحب نے سوال کیا کہ باوجود میری ممانعت کے تم مناظرہ کرنے کیوں گئے تھے، مولوی عبدالرحیم نے دست بستہ عرض کیا کہ میں خود نہیں گیا تھا لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ ایک مرد پکارتا اور بلاتا ہے چاروں عورتیں کہاں چھپی بیٹھی ہیں طرح طرح سے مجبور کیا اور زبردستی لے گئے داروغہ صاحب نے کہا کہ اس وقت کیا ارادہ ہے مولوی صاحب نے کہا کہ جو حضور کا حکم ہو داروغہ صاحب نے حکم دیا کہ اسی وقت یہاں سامان منگا کر تم مئو وغیرہ کہیں چلے جاؤ، مولوی عبدالرحیم تیار ہو گئے موٹر آ گیا ان کا سامان رکھ دیا گیا اس موقع پر جناب حکیم احمد علی صاحب بھی داروغہ صاحب کے طلبیدہ تھانہ میں پہنچ گئے داروغہ صاحب نے ان سے کہا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کو میں بھی جانتا ہوں ان سے جا کر کہئے کہ مبارک پور کے جلسہ کو ملتوی نہ کریں اور مولوی عبدالرحیم جارہے ہیں وہ بھی مبارک پور تشریف لے جائیں، حکیم صاحب نے کہا کہ حضرت کو خود عجلت ہے، اب مولوی عبدالرحیم جارہے ہیں تو پھر حضرت بھی تشریف لے جائیں گے یہ کہہ کر واپس ہوئے، سارا حال کہا ان کے بعد ہی ایک مئو کے دفتری صاحب آئے اور عرض کیا کہ موٹر تیار ہے مولوی عبدالرحیم یکہ پر روانہ ہو گئے، حضور بھی تشریف لے چلیں، مسلمانوں نے اس کو قبول نہ کیا اور حضرت نے بھی فرمایا کہ اتنی عجلت مجھ سے بھی نہیں ہو سکتی، دفتری صاحب مایوس ہو کر واپس گئے، مولوی عبدالرحیم کے فرار کی خبر جلسہ میں اس کے شروع ہونے سے پھیل گئی وہابیوں کے چہرے اتر گئے، پاؤں تلے سے زمین نکل گئی دن میں تارے نظر آتے تھے اور نہ سر اٹھا سکتے تھے نہ آنکھ برابر کر سکتے

تھے ٹھہرنا دشوار کہ فقرے سننے پڑتے ہیں بھاگنا پہاڑ کہ انگلیاں اٹھیں گی تالیاں پٹیں گی نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن زمین پھٹ جاتی تو اس میں سماجاتے موت کا وقت آجاتا تو بڑھ کر استقبال کرتے ایک جانکنی کا عذاب تھا جو سب کے گلوگیر تھا منہ سے بات نہیں نکلتی تھی زندہ تھے مگر مردوں سے بدتر ہوگئے تھے اس حالت میں مولوی عبدالرحیم ومولوی عبداللطیف ومولوی حبیب الرحمٰن مدرس جامع العلوم مئو وغیرہ کو پاجاتے تو زندہ بھون کر کھا جاتے ایک بوٹی کاٹتے اور کہتے کہ یہ فلاں دن کا نذرانہ ہے دوسری بوٹی کاٹتے اور کہتے کہ فلاں مہینہ کی تنخواہ ہے اسی طرح بوٹی بوٹی کاٹتے اور جی نہ بھرتا آنکھوں میں گرم گرم لوہے کی سلاخ ڈال دیتے اور طبیعت کو تسکین نہ ہوتی، خلق اللہ کی زبان کو کس نے پکڑا ہے جو کوئی جو کچھ کہتا بیچاروں کو ہزاروں رسوائیوں کے ساتھ سننا پڑتا دکانداروں کی زبان پر تھا کہ کمبخت نہیں آئے ہماری دکانداری کا نقصان ہوا مسلمانوں میں کوئی کہتا کہ ہم اتنا بے غیرت جانتے تو رات کو کہہ دیتے کہ تخت سے اتروگے تو مار کھاؤ گے جب تک بیٹھے ہو اسی وقت تک امن وامان کی ذمہ داری ہے کوئی کہتا کہ بھائی ہم کو اس بے شرمی کا وہم بھی ہوتا تو رات ہی لکھوالیتے کہ جواب سے عاجز ہوں پاگل ہوگیا ہوں ورنہ مولوی عبدالرحیم کو جانے نہ دیتا کوئی کہتا کہ حضرت نے یہ غلطی کی کہ جب اس نے اجازت طلب کی تھی تو اس کی زبان کتر کر رکھ لیتے اور بے زبان بنا کر عبدالرحیم کو جانے دیتے حد ہوگئی کہ خود وہابیوں کی زبان پر بھی تھا کہ مناظرہ نہیں کر سکتے تھے تو رات ہی کو نہ آتے آئے تھے تو آج آنے کا وعدہ نہ کرتے رات کو کسی طرح بھی ہو مگر آئے اور پولیس کے روک دینے پر بھی آئے مناظرہ ہوا امن وامان میں کوئی فرق نہ آیا خود ہی مہلت طلب کی آنے کا وعدہ کیا یہ بھی کہا کہ کوئی عذر نہ کروں گا انھیں کے ذمہ بھی تھا اب نہیں تو واقعی گولی ماردینے کے قابل ہیں، مولوی عبدالرحیم وغیرہ نے

اپنے ساتھ ہم لوگوں کی ناک بھی جڑ سے کاٹ لی کیا اسی رسوائی کے لیے ہم لوگوں نے ان کو پالا تھا اب پیاسے مرجائیں تو ایک قطرہ پانی نہ دیا جائے گا اس نقارہ خدائی یعنی زبان خلق کی گونج سے جلسہ کی فضا عجیب وغریب ہوگئی تھی جوش مسرت فتح میں مسلمانوں کا وہ عالم تھا جس کا نقشہ کھینچنا دشوار ہے ہر ایک کا دماغ آسمان پر تھا ہر بوڑھا جوان بچہ مرد عورت سرور فتح میں مست نظر آتا تھا، چنانچہ جلسۂ مناظرہ بطور بزم فتح منعقد ہوا اسلامی پھریرا فاتحانہ انداز میں اوڑایا گیا تکبیر کے فلک شگاف نعروں کی آواز بازگشت عرش اعظم سے آرہی تھی جشن فتح کی ابتدا تلاوت قرآن کریم ونعت شریف سے ہوئی نماز ظہر تک یہی رنگ رہا، مسلمان باہم عید کی طرح ایک دوسرے سے ملتے اور فتح مبین کی مبارکبادی دیتے تھے، نماز ظہر کے بعد جناب مولانا مولوی محمد یوسف صاحب تلمیذ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کرسی وعظ پر رونق افروز ہوئے آپ کا دولت خانہ قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور ہی میں ہے آپ کا گھرانا ہمیشہ علمی گھرانا رہا آپ کے ایک صاحبزادے ذی علم طبیب ہیں قصبہ گھوسی کی عیدگاہ میں آپ اباً عن جد امام وخطیب ہیں آپ نے پہلے رات کے جلسہ مناظرہ میں عدم شرکت کی معذرت چاہی اور وجع مناصل کے شدائد کا عذر کیا اور فرمایا کہ آج میں ضرور حاضر ہوتا لیکن میں نے طے کرلیا تھا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ سے درخواست کرکے ان کا وکیل بنوں گا اور وہابیوں کی طرف سے مولوی عبدالرحیم یا کوئی انڈا بچہ کانا پور جو ہوتا اس سے مناظرہ کروں گا مگر افسوس کہ کوئی نہ آیا آپ نے حضرت محدث صاحب قبلہ کے جداعلیٰ سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سلطان بلاد تاجدار بغداد غوث الثقلین فریادرس کونین بڑے پیر دستگیر ابومحمد محی الدین عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنی کے فضائل وکمالات اور حضور غوث العالم محبوب یزدانی

تارک السلطنۃ مخدوم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنی کے بعض خوارق عادات وکشف وکرامات بیان فرما کر کہا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی نسبی شرافت علمی جلالت عملی وجاہت کی دھوم ہے وہابیہ کے پاس ایک فرد بھی آپ کی ٹکر کا نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے ان وہابیوں کی سرکوبی کے لیے تو میں کافی سے زیادہ ہوں چنانچہ چند وہابیہ کے جگادریوں کے نام لیے کہ زمانہ قیام دربھنگہ میں ان کولوہے کے چنے چبوادیے تھے اور کسی سے کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتا تھا پھر اپنے مسئلہ علم غیب پر محققانہ بحث کی وہابیوں کے بعض ناپاک عقائد بتائے جن پر حاضرین نے لعنت بھیجی پھر فرمایا کہ وہابیہ ناحق روتے پھرتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہم کو کافر کہہ دیا وہابیہ کی مثال ایک چور اور ڈاکو کی ہے اور علمائے اسلام کے فتاوے بلاتشبیہ مجسٹریٹ کے فیصلے ہیں روزانہ حکام چوروں ڈاکوؤں کو جیل خانہ بھیجتے رہتے ہیں کوئی نہیں کہتا کہ یہ بیجا کیا بلکہ اسی چور ڈاکو کو سب برا کہتے ہیں کہ اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا وہابیوں کو چاہئے کہ اپنے ملاؤں کے جرم کو دیکھیں بیجا کام انھوں نے کیا ہے علمائے کرام نے جو کفر کا فتویٰ دیا یہ تو ان کا فریضہ مذہبی تھا اے وہابیو! تم سن رکھو کہ اگر تم ایک بار کفر بکوگے تو ہم لاکھ مرتبہ تم کو کافر کہیں گے مگر ہر عاقل کے نزدیک بیجا حرکت تم مجرموں کی ہوگی، یہ تقریر ڈیڑھ دو گھنٹہ جاری رہی پھر حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے مسلمانوں کو ان کی اس فتح عظیم و مبین کی جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ہے نہایت پر جوش لب ولہجہ میں مبارکباد دیتا ہوں اور اس قادر وقیوم کی بارگاہ عالم پناہ میں سربسجود ہوں جس نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے دین پاک کی ایسی عظیم وجلیل نصرت عطا فرمائی جیسی اس رحیم وکریم نے قرآن عظیم میں اپنے دین متین کے خادموں سے وعدہ فرما چکا ہے فللّٰہ الحمد اولاً و آخراً حضرت نے اس مضمون کو بسط سے

بیان فرمایا کہ یہ پہلا مناظرہ ہے جس میں وہابیوں کے دو درجن کم وبیش مولوی صاحبان تھے سیکڑوں ہزاروں عوام وہابیہ تھے مولوی صاحبان بھی وہ تھے جو فضلائے دیوبندیہ کہلاتے ہیں ان میں سے کوئی مدرسہ جامع العلوم مئو کا مدرس ہے کوئی وہابیوں کی تبلیغی مشن کا مرد میدان ہے کوئی مناظرہ کا شہشوار ہے سب کے سب جگادری ہی تو تھے پھر اس ضلع میں ان کی مرکزیت اور جتھابندی کا حال روشن ہے حکومت نجد سے براہ راست سروکار ہے، مئو میں مسلمانوں کے جلسوں پر قبضہ کرلینا اس کو درہم برہم کرڈالنا ان کا روزمرہ ہے نجد میں تو اقوام اخوان غطغطو دخنہ نے گذشتہ قبضۂ حجاز کے موقع پر قبور صحابہ واہل بیت کو کھود ڈالا مسجدیں شہید کیں مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گرا دیا اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی قبر کھودتے ہوئے طائف میں فرزندان رسول کی قبروں کو گڈھا بناتے ہوئے کہا تھا کہ اے ام المشرکین تیرے شوہر محمد میں طاقت ہوتو ہم کو تباہ کرادے اے فرزندان محمد! تیرے باپ میں کچھ زور ہوتو ہم سے بدلہ لے لے، چنانچہ غیرت الٰہیہ میں جوش آیا اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خود ابن سعود کے ہاتھ سے اسی کی فوج کی تلوار سے غطغط ودخنہ قوم کے تمام زن ومرد بالغ ونابالغ بڈھے جوان بچے اس طرح تہ تیغ ہوکر جہنم کے گھاٹ اترے کہ اب ان اخوان کا ایک تخم بھی زمین پر موجود نہیں ان کے لاکھوں افراد تلوار کی دھار کے بھینٹ چڑھادیے گئے غرض ۔

بہ یک گردش چرخ نیلوفری نہ غطغط بجا ماند نے دخنوی

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنگ کا الٹی میٹم دیا گیا تھا، حضور نے قبول فرمالیا اور ساری قوم سے بدلہ لے کر تباہ کرکے دکھادیا لیکن ان غطغط ودخنہ کے نام لیوا بیچارے اس ضلع میں بھرے پڑے ہیں غرض وہابیوں کی علمی اور مادی طاقت کا یہ ضلع مرکز ہے اور سارا مرکز اپنی تمام طاقت کے ساتھ اس مناظرہ

میں موجود تھا اور مجھ اللہ تعالیٰ کے ضعیف و ناتواں آلودۂ خطا و عصیاں بندہ پر سب نے متفقہ یورش کردی تھی پہلے میرے رب نے اپنی عادت جاریہ کے موافق مجھ کو ابتلا میں ڈالا میری بندگی کی آزمائش فرمائی اور میں کیا اور میری ہمت کیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ لیکن اسی مولی تعالیٰ کا کرم و فضل ہے کہ مجھ کو ثابت قدمی بھی بخشی میں نے اسی مالک کے بھروسا پر امن عامہ کی ہولناک ذمہ داری لے لی اسی کے توکل پر مولوی عبدالرحیم کو موضوع مناظرہ مقرر کرنے میں آزادی دینے کی لغزش مجھ سے ہوئی جب اس نے صرف اپنی شان ربوبیت سے مجھ کو اس امتحان میں پورا اتار لیا تو آسمان کے تاروں نے اور زمین کے ذروں نے دنیا کا یہ سب سے پہلا واقعہ دیکھا کہ مولوی عبدالرحیم نے میرے عقائد کو لفظ لفظ کا اقرار کرکے لکھ کر دے دیا اپنے اکابر کے تصریحات کے خلاف کیا اپنے تھانوی صاحب وغیرہ کی تکفیر سے انکار نہ کرسکے ناکوں چنے چبائے اور جب میری دعوت ایمان بالرسول کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تو کھلے اور صاف لفظوں میں کہہ گئے کہ ایمان بالرسول کی دعوت میں اس لیے قبول نہیں کرتا کہ میرا دماغ خراب ہوگیا ہے اور بیشک جو رسول پر ایمان لانے کو قبول نہ کرے یقیناً قطعاً اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے، مولوی عبدالرحیم کو جو جواب دینا تھا وہ تو رات ہی دے کر ختم کردیا تھا اب ان کے آنے کا انتظار کیا اور نہ آنے کا افسوس کیوں ہے یہی ان کا جواب ہے اسی جواب پر وہ قائم ہیں اگر کوئی دوسرا جواب ان کے پاس ہوتا یا ہوسکتا تو ضرور آتے انھوں نے غلطی کی کہ جواب تو دے دیا مگر آج بھی آنے کا وعدہ کردیا اس میں قدرت غالبہ کی حکمت غامضہ یہ تھی کہ رات کو مولوی عبدالرحیم کی وہ مذبوحی حرکت بھی آپ دیکھ لیں کہ چار و ناچار اہل حق کی تائید ان کی زبان سے ہوجائے اور آج دن کو ان کی شرمناک اور نہایت حیا سوز فرار کو بھی دیکھ لیں کہ غیرت کا نام بھی جس میں نہ ہو ایسا نہ کبھی مناظرہ ہوا نہ کسی باطل پرست کی ایسی

ناقابل تاویل رسوائی ہوئی جس سے انکار خود عوام وخواص وہابیہ کو بھی نہیں ہے ان میں سے جن کو توفیق توبہ نہیں میسر ہے وہ اتنا تو کہتے ہیں کہ فلاں ہمارے مولانا صاحب ہوتے تو نہ ہارتے لیکن اس سے کسی ایک خرد کو بھی انکار نہیں ہے کہ مولوی عبدالرحیم مع اپنے تمام معاونین مولوی صاحبان وہابیہ فضلائے دیوبند کے ہار گئے ہار گئے ہار گئے (نعرہ تکبیر) الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ تمام اہل سنت و جماعت نے اپنے تمام دنیاوی نزاعات کو اس مناظرہ کی برکت سے خود بخود بلاتحریک فراموش کر کے اپنے کو ایک دینی متحدہ اسٹیج پر جمع کر دیا اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ جن لوگوں کو مذہبی مباحثہ سے دلچسپی نہ تھی اور اسی لیے عقائد وہابیہ کی ناپاکی سے آگاہ نہ تھے اب آگاہ ہو گئے اور نہایت متصلب سنی ہو گئے، میں پھر اپنے مالک و مولیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر اس کی کبریائی کا خطبہ پڑھتا ہوں (نعرۂ تکبیر اللہ اکبر) کچھ نہ پوچھئے کہ حضرت کے ایک ایک جملے پر کس قدر پر جوش جذبہ دل سے فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے تھے حضرت نے آخر میں مسئلہ علم غیب کو دلائل قاہرہ سے ثابت فرما کر جلسہ کو بخیر وخوبی ختم فرمایا صرف مصافحہ و دست بوسی میں ایک گھنٹہ صرف ہو گیا اور چونکہ باہر سے آنے والے برابر آرہے تھے یہاں تک کہ نصف شب تک لوگ آتے رہے کچھ لوگ دوسرے دن صبح کو پہنچے لہٰذا فرط جوش میں بلا اجازت حاصل کیے مسلمانوں نے اعلان کر دیا کہ کل دن کو پھر جشن فتح منانے کا یہاں جلسہ ہوگا اس روز کے آنے والوں میں مولوی عبدالاحد خان صاحب ساکن ادری ضلع اعظم گڈھ بھی تھے، انھوں نے حضرت سے وعدہ لیا کہ گھوسی کے بعد پہلا جشن فتح کا جلسہ ادری میں ہو اور حضرت نے وعدہ فرمالیا تمام دن اور پھر رات کو نصف شب تک حضرت کی خدمت بابرکت میں میلا لگا رہا دور دور سے آنے والے مسلمان واپس ہو گئے اور کچھ رہ گئے نصف شب کے بعد حضرت نے استراحت فرمایا۔

۱۲؍شوال مطابق ۸؍فروری کا جلسۂ جشن فتح

یوں تو بارہ شوال کی صبح سے لے کر رات تک حضرت محدث صاحب قبلہ کی قیام گاہ پر برابر جلسہ وعظ ہی رہا جوق جوق ہر طرف سے لوگ آتے او رکلمات طیبہ سنتے جس میں مناظرہ اور جو مسائل اس میں طے ہوئے ان کا ذکر برابر رہا اہل علم طبقہ مناظرہ کی مِسل (فائل) کی کاپیاں کرنے لگا حضرت نے فرمادیا تھا کہ اصل دستخطی خطوط اور تقریریں میرے پاس رہیں گی اس کی نقلیں لفظ بلفظ مطابق اصل کی جائیں خطوط وہابیہ میں جو غلطیاں زبان و املا کی ہیں ان کو قوسین وغیرہ کی صورت میں ظاہر کردینے میں حرج نہیں مگر نقل میں ان غلطیوں کو برقرار رکھا جائے مولوی عبدالرحیم کہ تقریروں میں املا و حذف علامت اضافت کی بیشمار غلطیاں ہیں ایک جگہ تو احقر نے عرض کیا کو احقر نے فرمایا لکھا ہے احقر اور فرمایا میں ٹاٹ اور کم خواب کا جوڑ ہے مگر یہ سب غلطیاں غریب عبدالرحیم کی نہیں ہیں بلکہ مولوی ایوب کی دستکاری ہے چنانچہ سب ناقلین نے حضرت کی ہدایت پر عمل کیا خود اس روداد میں آپ مولوی عبدالرحیم کی تقریروں میں غلطی پائیں گے مثلاً چاہئے تھا ''جب کان ویکون قرینہ تخصیص ہے'' مگر لکھا یہ ہے کہ ''جب قرینہ کان ویکون تخصیص ہے'' اور کا کی کو کے لیے لکھنے میں تو بیشمار غلطیاں ہیں تا زائدہ کو بتائے کشیدہ وہمچو قسم غلطیاں مثلاً زکوذ لکھنا سب کی کثرت ہے مگر ایسی غلطیاں اگر خطوط میں ہیں تو مولوی عبدالرحیم کے ذمہ ہے ورنہ تقریروں میں غلطیوں کا بحیثیت کاتب ذمہ دار منشی ایوب صاحب انشا پرداز ہیں ہمارے لیے آسان تھا کہ خود ہی لفظوں کی اصلاح کردیتے اس میں کوئی حرج نہ تھا مگر ہم نے اس کو بھی دیانت کے خلاف سمجھا اور نقل میں غیر معمولی احتیاط سے کام لے کر لفظ بلفظ مطابق اصل رکھا جس کا میں شرعاً و اخلاقاً و قانوناً ذمہ دار

ہوں نقوبل کے تیاریوں کے بعد حضرت محدث صاحب قبلہ جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے، مسلمانوں کے چہروں پر مسرت کے آثار نچھاور ہورہے تھے کوئی پھولے نہیں سماتا تھا، حضرت کا استقبال سب نے نعرہ تکبیر سے کیا حضرت نے مسئلہ علم غیب پر مزید روشنی ڈالی مناظرہ کے مضامین کو عام فہم الفاظ میں بیان فرمایا فقرہ فقرہ پر نعرہ تکبیر بلند ہوتا تھا پھر بیحد اصرار کے بعد جناب مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی گذشتہ تقریر کا تتمہ بیان فرمایا اور جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا مسلمان باہم عید ملے خوشیاں کیں اور تمام بوڑھے جوان بچے کہنے لگے کہ ہماری عمر میں ایسی مسرت وشادمانی کا پہلا موقع ہے اسی جلسہ میں اعلان کردیا گیا کہ حضرت محدث صاحب قبلہ کل ساڑھے نو بجے دن کی ٹرین سے مبارکپور تشریف لے جائیں گے راستہ میں پہلا جشن فتح کا جلسہ موضع ادری میں ہوگا۔

موضع ادری ضلع اعظم گڈھ میں جشن فتح کا جلسہ

۱۳ رشوال مطابق ۹ رفروری یوم پنجشنبہ کو حضرت محدث صاحب قبلہ کی روانگی سب کو معلوم تھی یوں تو حضرت کے فراق کا جو وقت بھی ہوتا مسلمان پر سخت ہوتا لیکن ایک غیر معمولی مسرت کی مستی ابھی اتری بھی نہ تھی اور دل کھول کر کلمات طیبات سنے بھی نہ تھے طبیعت کو کچھ سیری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ فراق کی گھڑی سر پر آ گئی، یہ مسلمانوں کا ہجوم حضرت کے جلوس میں اسٹیشن گھوسی پر آیا یہاں تک یہی کوشش رہی کہ قصد سفر کسی طرح ملتوی ہوجائے متعدد صاحبوں نے مجالس وعظ کی دعوتیں دیں مگر مبارکپور کے جلسہ کی اہمیت سب پر غالب تھی جب ٹرین آئی تو حضرت سوار ہوگئے پر جوش مسلمانوں کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے نعرہ تکبیر سے فضا گونج اٹھی ملازم وقاصدان مبارکپور سامان لے کر سرونٹ کے ڈبہ میں بیٹھے اور حضرت کے ہمراہ استاذ سلیمان خانصاحب

سکنڈ کلاس ہی میں بیٹھے گاڑی نے سیٹی دی اور روانہ ہوگئی، جب تک گارڈ کا ڈبہ نظر آتا رہا مسلمانوں نے اس طرف سے آنکھ نہ ہٹائی یہاں تک کہ ٹرین آنکھوں سے اوجھل ہوگئی سب سکتہ کے عالم میں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے اور ٹرین ایک گھنٹہ کے اندر اسٹیشن اندارا پر پہنچ گئی، اسٹیشن پر ادری کی استقبالیہ جماعت بسر کردگی مولوی عبدالاحد خان صاحب موجود تھی حضرت نے قاصدان مبارکپور کو ہدایت فرمائی کہ وہ مبارکپور جائیں اور وہاں سب کو مطلع کردیں کہ کل دن کو ۱۰ر بجے کی ٹرین سے وہاں اتروں گا اور خود پالکی پر رونق افروز ہوکر جلوس کے ساتھ موضع ادری تشریف لائے اور جناب محمد رسول خان صاحب کے مکان پر قیام فرمایا یہ آبادی بہت قدیم آبادی ہے اس کی گلیوں کے کھنڈروں میں آثار قدیمہ کا پتہ لگتا ہے اور اس آبادی کی قدیم عظمت پر روشنی پڑتی ہے یہاں شرفائے رقاغنہ رہتے ہیں اور یہ ہی لوگ زمیندار بھی ہیں ان کی سکونت پہ صدیاں گزر گئیں مگر شکل صورت بول چال وضع ولباس کھانے پینے ہر ہر چیز میں اسلاف کی قیمتی یادگار موجود ہے دین وملت میں شان تصلب بھی سلف صالحین کے رنگ میں ہے عہد ماضی میں جناب مولانا محمد گل خان صاحب علیہ الرحمہ یہاں تشریف لایا کرتے اور مہینوں قیام فرماتے اور ہمیشہ عزیزانہ تاکید فرماتے تھے کہ جب ہم نہ ہوں گے تو تمہارے ایمان کے چور ڈاکو وہابیہ دیوبندیہ تم پر یورش کریں گے اس وقت تمہاری افغانی شجاعت کا امتحان ہوگا اور بہادر ہوگے تو تم ان کو اس طرح پسپا کر کے نکال کر پھینک دوگے جس طرح مکھی کو دودھ سے نکال کر پھینک دیتے ہیں ان کلمات کو سننے کی عزت جن لوگوں کو حاصل ہوئی تھی ان میں سے جناب محمود خان صاحب بعونہ تعالیٰ اب تک باحیات ہیں یہاں ایک عربی کا ابتدائی مدرسہ قائم کیا گیا تھا جس میں غلطی سے مولوی عبدالجبار جن کا مناظرہ میں ذکر آچکا ہے ملازم تھے جب ان کی وہابیت

نمایاں ہوگئی تو وہ نکال دیے گئے اور مدرسہ توڑ دیا گیا اب پھر اس کو قائم کرنے اور سنی عالم مقرر کرنے کا خیال ہے، جب حضرت قیام گاہ پر پہنچے تو مقامی مسلمانوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور مناظرہ کی روداد دریافت کی حضرت نے مختصر طور پر بیان فرمادیا مسلمانوں کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی، مولوی عبدالرحیم کے خطوط اور تقریریں سب کے سامنے رکھ دی گئیں اس مجمع میں ایک مقامی نوخیز ''برکات'' نام کے تھے جو پہلے حیدرآباد میں رہا کرتے تھے اب نکال دیے گئے ہیں، صحبت بد میں پڑ گئے اور وہابیت ان میں آگئی تھی، انھوں نے چاہا کہ مناظرہ کے اثرات کو کم کریں اس لیے بولے کہ مناظرہ تو عربی زبان میں ہونا چاہئے تھا حضرت نے فرمایا کہ علما کے لیے عربی زبان اور اردو زبان یکساں ہے لیکن دیوبندیوں کے جن عقائد اور کلمات پر مناظرہ ہوا تھا وہ اردو زبان میں ہیں اردو زبان میں ان کی اشاعت کی گئی ہے اردو بولنے والے عوام تک وہ عقائد وکلمات پہنچ چکے ہیں وہ عوام حق و باطل معلوم کرنے کے مشتاق تھے اور اردو زبان میں جو بے دینی پیدا کی گئی ہے اس کا رد اردو زبان میں سننا چاہتے تھے، لہٰذا مناظرہ کا اردو زبان ہی میں ہونا ضروری تھا البتہ اگر مولوی صاحبان دیوبند عربی زبان میں الحاد فی الدین کرتے اس کا علم عربی زبان کے جاننے والوں تک محدود رہتا تو مناظرہ بھی عربی زبان ہی میں ہوتا مولوی برکات نے اس کا اقرار کیا اور اپنے مولویان وہابیہ ہی کو مجرم قرار دیا حضرت کی زبان مبارک سے نکلا کہ روداد مناظرہ شائع ہوگی تو مولوی برکات بول اٹھے کہ یہ تو فریق مخالف والے بھی کہتے ہیں کہ ہم روداد مناظرہ شائع کریں گے حضرت نے فرمایا کہ آپ اور تمام وہابیہ میں جو تمام روداد مناظرہ میرے اور مولوی عبدالرحیم کے خطوط میری اور مولوی عبدالرحیم کی تقریریں بے کم وکاست وبغیر تحریف اور کتر بیونت کے شائع کردے تو مصارف طباعت میں اپنے پاس سے دینے کو تیار ہوں اس پر مولوی

برکات چپ ہوگئے حاضرین میں ایک ظریف الطبع دیندار مسلمان تھے وہ وہابیوں کی بعض خفیف الحرکتیوں کا متانت سے ذکر کردیتے حضرت اس کا بلیغ رد فرمادیتے اور مولوی برکات گویا انگاروں پر لوٹنے لگتے مولوی برکات نے ان باتوں کو ٹالنے کے لیے حلالہ کا ایک مسئلہ دریافت کیا اور عربی زبان میں استفتا کیا لالہ کی فارسی اور پنڈت کالی چرن کی عربی دونوں مشہور آفاق ہیں مگر مولوی برکات نے اپنے علمی ریکارڈ سے سب کو مات کردیا، حضرت مسکرادیے زبان کی غلطیوں کی عربی زبان ہی میں اصلاح بھی فرمادی اور مسئلہ کا جواب بھی دے دیا اب مولوی برکات کا دل کانپ گیا اور اپنی شکست کو محسوس کرنے لگا نماز ظہر کا وقت آ گیا مسجد میں لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں وہابیوں نے حکم دے رکھا ہے کہ جماعت اولیٰ کے بعد اب جماعت ثانیہ کسی طرح بھی نہیں ہوسکتی، حضرت نے اس کا رد فرمایا بعد نماز ظہر استراحت فرما کر نماز عصر کے لیے بیدار ہوئے نماز مغرب کے بعد جناب مولوی محمد عبدالسلام صاحب کے مکان پر کھانا تناول فرمایا اور ممدوح داخل سلسلہ عالیہ اشرفیہ ہوئے، جناب محمد رسول خان صاحب بھی سلسلہ طیبہ اشرفیہ میں داخل ہوئے نماز عشا کے بعد جلسۂ جشن فتح ہوا، جس میں مقامی مسلمانوں کے سوا قصبہ مئو سے جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب ایک بڑی جماعت کے ہمراہ تشریف لائے تھے، مولانا صاحب کی گرامی ذات کا قصبہ مئو پر دربارۂ اصلاح عقائد عظیم الشان احسان ہے، آپ صاحب تصانیف کثیرہ اور سنیت کے پرجوش مبلغ ہیں، آپ نے اپنی دولت دنیا کو ترقی دین پر نثار کر رکھا ہے اور کم ازکم اس ضلع میں رہنے والے اور آنے جانے والے وہابیوں کو آپ کا نام سن کر موت کا خطرہ آجاتا ہے آپ کی تصنیفات میں زبان کی بے ساختگی اور مضامین کی آمد اور دلائل کا ہجوم ہندوستان کے ہر مرکزی مقام میں مشہور ہے باوجود ضعیف العمری آپ نے یہ زحمت محض جوش مسرت میں گوارا

فرمائی آپ کے ہمراہ قاری صاحب تھے، جلسہ کا افتتاح ایک حافظ صاحب نے تلاوت کلام پاک سے فرمایا پھر قاری صاحب نے صوت داؤ دی میں تلاوت فرما کر حاضرین کو محظوظ کیا اس کے بعد حضرت محدث صاحب قبلہ رونق افزائے کرسی موعظہ حسنہ ہوئے اور پھر سبحان اللہ وعظ فرمایا کہ فیوض وانوار کی بارشیں فرمائیں زبان سے کلمات نکلتے تھے کہ پھول جھڑتے تھے سارے جلسہ پر محویت چھائی تھی رد وہابیہ پر زیادہ زور دیا ارکان دین کی پابندی کی تاکید فرمائی جماعت ثانیہ کے لیے فرمایا کہ حدیث شریف میں خود جماعت ہی کا یہ فلسفہ بیان فرمایا گیا ہے کہ شانہ سے شانہ ملا کر مسلمان صف بستہ کھڑے ہوں کہ اگر صفوں کے درمیان خلل ہوگا تو مسلمان کے دلوں میں باہم خلل پڑ جائے گا یہ آپ لوگوں میں پھوٹ اور نفاق پھیلانے کے لیے ایسی تدبیر نکالی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود دلوں کو متفرق کر دے والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ مولوی برکات مذکور ابتدا سے انتہا تک موجود رہے اور پشت جلسہ پر بیٹھے رہے مگر عقائد وہابیہ مثلاً امکان کذب امکان نظیر، نفی شفاعت بالوجاہت وغیرہا کا رد سنتے رہے علم غیب جواز میلاد شریف و فاتحہ وعرس وغیرہ مسائل بھی سنتے رہے اور دم نہ مار سکے نصف شب کے بعد یہ جشن فتح کا مبارک جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا اور سب لوگ مصافحہ و دست بوسی کے بعد رخصت ہوئے حضرت جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب مئوی رہ گئے کہ صبح کو حضرت کی ہمراہی میں مئو تک تشریف لے جائیں گے جوش مسرت فتح کا خون سب کے رخساروں میں دوڑ رہا تھا، حضرت نے ڈیڑھ بجے شب کو استراحت فرمایا اور تاکید فرمادی کہ سواری کا انتظام صبح سویرے تیار رہے مجھ کو صبح ۸ ر بجے کی گاڑی سے مبارک پور ضرور جانا ہے میں ان کو اطلاع دے چکا ہوں اس میں التوا نہ ہوگا۔

واقعات جلسہ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ

حضرت کو استراحت فرمائے پورا ایک گھنٹہ نہ ہوا ہوگا کہ جس کمرے میں استاذ سلیمان خان کا بستر تھا ادھر سے پر جوش بات چیت کی مسلسل آوازیں آنے لگیں حضرت کو اس کا خیال ہوا مگر پھر سکوت فرمایا کہ کوئی اہم واقعہ ہوگا تو خود عرض کیا جائے گا کوئی چار بجے کے قریب دو آدمی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پاؤں دبانے لگے جب حضرت کا سکوت دیکھا تو باہم اس طرح گفتگو کرنے لگے جس سے بیدار کرنا مقصود تھا، حضرت مسکرا دیے اور فرمایا کون ''خیر اللہ'' دلال صاحب مبارکپوری نے اپنا نام بتایا اور عرض کیا کہ حضور آج مبارکپور ضرور تشریف لے چلیں حضرت نے فرمایا کہ اس پر اصرار کیوں ہے میں تو خود اطلاع دے چکا ہوں ضرور بالضرور انشاء اللہ تعالیٰ چلوں گا دلال صاحب نے کہا کہ اگر حضور نہ گئے تو خون ہوجائے گا حضرت کو دلال صاحب کے مجذوبانہ جوش کا پہلے سے تجربہ تھا کہ دینداری کا یہ پتلا امر دین وجوش مذہب کی باتیں اسی طرح ہمیشہ کرتے رہے ہیں مسکرا کر فرمایا کہ بھائی ضرور چلوں گا اس میں خون ہوجانے کی کیا بات ہے دلال صاحب کا جذبہ اب بھی قائم ہے اجازت طلب کی کہ بستر باندھا جائے فرمایا کہ گاڑی میں ساڑھے تین گھنٹہ کا وقت باقی ہے اسٹیشن ایک میل سے بھی کم ہے اس قدر عجلت کی کیا ضرورت ہے مگر بہرحال دلال صاحب کا جذبہ ہی غالب رہا حضرت کو ایک منٹ ارام فرمانے نہ دیا بستر باندھ کر سامان ٹھیک کر کے بیٹھا دیا نماز فجر کا وقت آیا حضرت نے نماز پڑھائی اب دلال صاحب اور جناب محمد رسول خان صاحب وغیرہ کے جذبات کا مناظرہ شروع ہوگیا خان صاحب کی آرزو تھی کہ نماز جمعہ ادری میں ہو اور دلال صاحب کی آرزو ہے کہ جب آفتاب طلوع ہو تو حضرت اسٹیشن اندارا

میں ہوں دلال صاحب نے جلدی جلدی یہ قصہ بیان کیا کہ مولوی عبدالرحیم گھوسی سے بھاگ کر مئو کی طرف آئے مئو کے لوگوں نے مناظرہ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، مولوی عبدالرحیم سے چڑھے ہوئے تھے لہٰذا پناہ نہ دی کل اس ٹرین سے جس کو حضرت نے اندارا پر چھوڑ دیا تھا عبدالرحیم روانہ ہوکر مبارکپور پہنچے وہاں مولوی شکراللہ سرگروہ وہابیہ دیوبندیہ کے مہمان ہوئے،، جب وہ مبارکپور کی آبادی میں پہنچے تو چند غنڈوں نے جمیعۃ العلما دہلی کا نعرۂ انقلاب بلند کیا انھیں انقلابی نعروں کے درمیان عبدالرحیم کو زندہ باد اور حضرت کا نام لے کر برباد کہا اس خبر سے قصبہ میں خطرناک اشتعال پیدا ہوگیا سب لوگ انتقامی جذبہ میں جناب شیخ محمد امین صاحب صدر کی خدمت میں حاضر ہوئے اسلامی جوش کی آگ بھڑکی ہوئی تھی ہر مسلمان جان دینے پر آمادہ تھا صدر صاحب نے سکریٹری صاحب کو طلب کیا مشورہ کیا گیا تو مختلف لوگوں کی باتوں سے پتہ چلا کہ مولوی شکراللہ اس فتنہ و فساد سے خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ بلوہ ہوجائے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو مقدمات کے سلسلہ میں جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا وہ تو ادھار ہے اور دم نقد یہ فائدہ ہے کہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ منجانب حکومت بند ہوجائے گا اور عبدالرحیم کو جیل بھی ہوجائے تو کیا حرج ہے لیکن اگر حضرت محدث صاحب قبلہ کا مبارکپور میں داخلہ ممنوع ہوگیا تو بڑی بات ہوجائے گی نہ مناظرہ کا حال یہاں بیان ہوسکے گا نہ گھوسی کی ذلت سے یہاں بے عزتی ہوگی اس بات کو طے کر کے صدر صاحب نے مجمع عام کو قابو میں کرتے ہوئے کہا کہ مجھ کو ایک رات کی مہلت دیجئے اگر میں اس عرصہ میں کوئی کام نہ کرسکا تو آپ لوگوں کو اختیار ہے چنانچہ وہ خود تو اعظم گڈھ حاکم پرگنہ کے پاس گئے ہیں اور مجھے حکم دیا کہ ادری جا کر حضرت کو لے آؤ اب بغیر حضرت کے آئے ہوئے یہاں امن و امان قائم نہ ہوگا حضور کا اس وقت چلنا بیحد ضروری ہے اس دلیل

نے خان صاحب کو معذور کر دیا مگر پھر بھی ناشتہ تک روک لیا بہر حال حضرت کی سواری ۸؍ بجے سے چند منٹ پیشتر اسٹیشن اندارا پر پہنچ گئی اندارا اسٹیشن سے اس وقت دو ٹرین یکے بعد دیگرے جاتی ہے ایک سیدھے شاہ گنج چلی جاتی ہے اور مبارکپور درمیان پڑتا ہے اور دوسری جو بعد کو جاتی ہے اس سے مئو میں اتر کر پھر اسی پہلی روانہ شدہ گاڑی کو پکڑنا پڑتا ہے حضرت کے اسٹیشن پہنچنے سے پہلے وہ پہلی ٹرین چھوٹ چکی تھی، دوسری ٹرین پر حضرت سوار ہوئے استاذ سلیمان خان صاحب حضرت کے ساتھ سکنڈ کلاس میں بیٹھے اور سب لوگ سرونٹ میں بیٹھے ٹرین چھوٹی اور مئو پہنچی، کہاں مئو اسٹیشن پر ایک جگہ مولوی حبیب الرحمٰن مئوی و مولوی عبداللطیف وغیرہ کھڑے تھے حضرت کو دیکھ کر مبہوت ہو گئے وہ مبارکپور جا رہے تھے اور پہلی ٹرین میں حضرت کو نہ پاکر مطمئن تھے، اب حضرت کا بارعب چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اسٹیشن اندارا کا ایک واقعہ رہ گیا کہ استاذ سلیمان خان صاحب کے پاس ایک ضعیف العمر مسکراتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ میں یوسف نامی ایک دیوبندی کے گھر گیا تھا مئو میں اس کا گھر ہے عوام وہابیہ مناظرہ کا تذکرہ کر رہے تھے مجھ کو اجنبی نہیں سمجھا اور کہنے لگے کہ مناظرہ میں دیکھنے کی بات یہ تھی کہ محدث صاحب قبلہ کے علمی دلائل وغیرہ کو کوئی کیا کہے ان کی تو تڑپ تک کا جواب ہمارے مولویوں کے پاس نہ تھا، جب وہ تڑپتے تھے تو ہمارے مولوی صاحبان خوف سے کانپنے لگتے تھے، حضرت کی فتح کا سب اقرار کرتے ہیں بلکہ ایک دھوم ہے اسی طرح مئو اسٹیشن پر جو مسلمان فرط شوق میں ملنے آئے تھے متعدد خبریں سنانے لگے اور عوام وہابیہ جس طرح اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہیں لفظ بلفظ کہنے لگے ہر مسلمان اس فتح عظیم کی بے مثالی کا خطبہ پڑھ رہا تھا جب مئو سے ٹرین کھلی تو نعرہ تکبیر بلند کیا گیا جب ٹرین اسٹیشن محمد آباد گھنہ پر پہنچی تو ایک بوڑھے میاں حضرت کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور لجاجت سے عرض کرنے لگے کہ حضور بدلگاموں کا خیال نہ فرمائیں گے اور مبارکپور کے امن و امان کو بحال فرما دیں گے حضرت مسکرا دیے یہاں تک کہ ٹرین اسٹیشن جہانا گنج روڈ کے قریب آئی ابھی اسٹیشن کافی فاصلہ پر ہے کہ پہلے نجیب اللہ شاہ ٹرین کی طرف دوڑتے ہوئے نظر آئے فرط جوش اور ولولہ شوق میں ان کو اس کا بھی خیال نہ رہا کہ ٹرین بہرحال پلیٹ فارم پر رکے گی وہ کسی کے دوڑنے سے راستہ میں نہ رک جائے گی جب ٹرین پلیٹ فارم سے لگی اور حضرت کا جمال باکمال لوگوں نے دیکھا تو فلک بوس نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے پلیٹ فارم پر تو صرف دو تین سو آدمی استقبال کے لیے رہے ہوں گے لیکن جب حضرت کی پالکی اسٹیشن سے باہر ہوئی تو اسٹیشن سے لے کر مبارکپور تک پورے تین میل کا میدان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا یہ انسانوں کا طویل و عریض سمندر جب لہر مارنے لگا تو سنبھالنا دشوار ہو گیا ذاکرین و سالکین کے گروہ نے پالکی کے گردا گرد ہو کر ذکر بالجہر شروع کر دیا اور ہزاروں مسلمانوں نے مسلسل نعرہ ہائے تکبیر سے زمین و آسمان میں زلزلہ ڈال دیا کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی جوش مسرت میں مسلمانوں کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے اگر کوئی اتفاق سے ٹھوکر سے گرا تو سنبھلتے سنبھلتے کھڑے ہونے تک پچاسوں آدمی اس پر سے گذر گئے عجب تلاطم تھا اور عجب جوش و خروش تھا، داہنے بائیں سے مصافحہ و دست بوسی کرنے والوں کا جو بے پناہ جھونکا آتا تھا تو پالکی سنبھالنا دشوار ہو جاتا تھا جلوس نہ تھا جذبات کے متموج اور مسرتوں کے تلاطم کا وہ عالم تھا کہ نہ آنکھوں نے کبھی دیکھا تھا نہ کانوں نے سنا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ دل میں کبھی نہ اس کا خیال تک آیا تھا اسی شاہانہ شان وشکوہ کے ساتھ حضرت کا جبروتی جلوس مبارکپور میں داخل ہوا اور حضرت کے قیام گاہ قدیم جناب علی خان صاحب کے مکان پر سواری رکی تب شریف ایک شخص نے سنایا حضرت نے

فرمایا کہ نماز جمعہ کے لیے جامع مسجد میں چلو مجھ کو ضروری بات کہنی ہے لوگ مصافحہ و دست بوسی کر کے رخصت ہوئے حضرت نے کپڑے بدلے اور جناب صدر صاحب سے سنا کہ انھوں نے حاکم پرگنہ صاحب کو یہاں کے حالات سے مطلع کیا اور مولوی شکر اللہ کی بدنیتی کو ظاہر کیا حاکم پرگنہ ایک مدبر اور ہوشیار مرد مسلمان ہیں فوراً تھانہ مبارکپور کو ایک سلپ روانہ فرمایا کہ مولوی شکر اللہ کو واضح طور پر سمجھا دو کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں اور ضرورت ہو تو فوراً دفعہ ۱۰۷ کی کارروائی شروع کردو اور واقعات گذشتہ کی تحقیقات کر کے لکھو اور جلوس کا انتظار کرو تھانہ مبارک پور کے افسر انچارج جناب محمد یوسف خان صاحب نے مولوی شکر اللہ کو نوٹس تو دے دی ہے مگر ذاتی طور پر نرم اور متاثر مزاج رکھتے ہیں بہر حال کوئی مزید کارروائی کریں یا نہ کریں مگر قصبہ پر قابو حاصل کرلیا ہے حضرت نے یہ سن کر جامع مسجد تشریف لے گئے اور نمام جمعہ کے بعد مختصر لفظوں میں فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ لوگوں کو اس روشن فتح عظیم کی مبارکباد دیتا ہوں جو آپ کے ضلع میں بمقام گھوسی آپ لوگوں کو بمقابلۂ وہابیہ دیوبندیہ حاصل ہوئی اور خود آپ کے یہاں آپ کے دشمنوں کے اعلان کے موافق حاصل ہوئی وہ کہتے تھے کہ گھوسی سے جو پہلے مبارکپور آئے گا اس کی شکست ہے اور آپ نے دیکھا کہ واقعی جو شکست خوردہ تھا یعنی مولوی عبد الرحیم وہ مجھ سے پہلے یہاں واقعی بھاگ کر آگئے وللہ الحمد اور آج آپ کے شاندار جلوس سے جو میرے تاثرات ہیں ان کو ظاہر کیے دیتا ہوں کہ محض اس خیال سے کہ آج آپ کے قصبہ میں ایک آپ کا ایسا بھائی آرہا ہے جس کی زندگی کا واحد مقصد یہ ہے کہ دنیا کے غاروں سے لے کر پہاڑ کی چوٹیوں تک پر آقائے تامدار سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی عظمت و جبروت کا پھریرا اوڑا اڑا کر بلند کرے اور اسی لیے وہ گاؤں گاؤں کھیت کھیت کا

دورہ کرتا ہے میں محسوس کر رہا تھا کہ میں کیا اور میرا جلوس کیا درحقیقت آپ لوگوں نے جو کچھ کیا وہ آپ کے اس عقیدت کے نذرانے ہیں جو آپ آقا و مولیٰ سے رکھتے ہیں آپ کو کل گالیاں دی گئیں انقلابی نعرے لگائے گئے آپ نے اس کا جواب نعرہ اللہ اکبر سے دیا ذکر و اثبات سے دیا یا رسول اللہ کے روح پرور صداؤں سے دیا غرض آپ لوگوں نے جو کچھ کیا وہ میری ذات کے لیے کچھ نہ تھا وہ آپ کے اپنی ایمانی شان کا مظاہرہ ہے آپ اس مظاہرہ میں کامیاب ہوئے آپ نے اپنا باایمان ہونا ثابت کر دکھایا نہ صرف میں بلکہ ملائکہ اور زمین و آسمان آپ کے ایمان پر شاہد ہیں آپ میں لوگ فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں اشتعال دلاتے ہیں سیاسی نشہ کا ترنگ اتارتے ہیں دل دکھاتے ہیں تلوار دکھاتے ہیں آپ نے جس کا مناسب موقع جواب دیا تلوار کا جواب حیدر کرار نے تلوار سے دیا تھا تو حسن مجتبیٰ نے نرم و آشتی سے اور شہید کربلا نے رگ گلو سے ہم کو صبر کی تعلیم دی گئی ہے جمیعۃ العلما دہلی والوں کو تختہ حکومت الٹنا مبارک ہو شورش سول نافرمانی سزاوار ہو وہ سازش کریں ڈاکے ڈالیں قانون توڑیں جیل جائیں اتارکسٹ بنیں بمباری کریں مگر مسلمانو تم امن و امان کے علم بردار ہو تم نے دنیا کو سلامتی کا پیغام دیا ہے تمہارے سامنے تمہارے اسلاف کی تاریخیں ہیں تم پر امن رہو روزانہ شب کو اپنے جلسوں میں آؤ اور دشمنوں کی آرزوؤں کا خون کرتے ہوئے ان جلسوں کو کامیاب بناؤ اور پھر وہ سنو جس کے سننے کے لیے تم بہت بیچین ہو حضرت نے اسی پر تقریر ختم فرمادی مسلمانوں نے مصافحہ و دست بوسی کیا پھر حضرت قیام گاہ پر تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایا رات کو جلسہ ہوا جامع مسجد مبارکپور کو جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ متحیر ہوں گے کہ اس طویل و عریض عمارت کے دونوں درجے سارا صحن جوتے اتارنے کی جگہ مسجد کے باہر مشرقی احاطہ اس کے بعد سڑک تک پھر جنوبی کا عظیم الشان میدان کل کا

کل حاضرین سے بھرا ہوا تھا اور پھر بکثرت لوگ اس وجہ سے واپس گئے کہ بیٹھنے کو کوئی کیا کہے کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی کئی ہزار تو محض عورتیں تھیں مردوں کا شمار بیس بائیس ہزار کیا جاتا ہے سارا قصبہ مبارکپور ہی نہیں بلکہ ضلع اعظم گڈھ کے اس سمت کی اکثریت یکجا ہوگئی تھی لوگوں نے بہت پہلے سے آکر جلسہ گاہ میں اپنی اپنی جگہ لے لی تھی، جب حضرت مقام جلسہ پر نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ پہنچے تو عجیب وغریب عالم تھا سب سے پہلے قرآن خوانی ہوئی پھر نعتیہ نظمیں پڑھی گئیں پھر جناب مولوی محمد صدیق صاحب خیرآبادی نے رد وہابیہ کی تقریر کی پھر جناب منشی محمد نذیر صاحب کی تازہ حسب ذیل نظم پڑھی گئی۔

غزل

یہ جلسہ جو ہوا ہے منعقد وعظ و نصیحت کا
بنا ہے دائرہ ایک رشد کا مرکز ہدایت کا
صبا لائی ہے گھوسی سے ابھی پیغام نصرت کا
مبارک پور کے سر کیوں بندھے سہرانہ عزت کا
ظفر نے ہاتھ چومے حضرت قبلہ محدث کے
کہ ڈنکا بج رہا ہے آج جن کی فتح و نصرت کا
خوارج کو شکست فاش دی حضرت نے گھوسی میں
عجب کھینچا ہے نقشہ مرتضیٰ کی فتح و نصرت کا
نہ کیوں غالب ہوں جب یہ حیدر غالب کے پوتے ہیں
کہ جن کے سر رہا سہرا ہمیشہ فتح و نصرت کا
یہ وہ عالم ہیں جن سے رونق بزم شریعت ہے
یہ وہ مفتی ہیں جن سے جمع شیرازہ ہے ملت کا

محدث ہیں مفسر ہیں علوم دین کے ماہر ہیں
یہ وہ علام ہیں شہرہ ہے جن کی جامعیت کا
مسیحائے زماں کہئے اگر ان کو تو زیبا ہے
کہ ان کا سینہ پر نور گنجینہ ہے حکمت کا
زبان سے وعظ فرماتے ہیں یا موتی برستے ہیں
تعالیٰ اللہ کیا کہنا ہے اس ابر طبیعت کا
کہاں ہیں تشنۂ لب جان شریعت کے یہاں آئیں
کہ اس دم جوش پر چشمہ ہے فیضان شریعت کا
چلو اے طالبان علم و حق اس بزم میں آؤ
کھلا دروازہ ہے گنجینہائے علم و حکمت کا
گلستان شریعت کی نسیم جانفزا آئی
معطر ان کے دم سے ہے مشام ابنائے ملت کا
اڑادیں دھجیاں تثلیث کی گر مائل رد ہوں
دلائل سے بٹھادیں دل پہ سکہ رعب وحدت کا
عدوئے دین و ملت تاب کیا لائے بھلا ان کی
کہ اس پر رعب حق چھایا ہوا ہے ان کی سطوت کا
ہمیشہ آپ کو غلبہ رہے سارے حریفوں پر
جہاں ہو معرکہ سر گرم کچھ علم و لیاقت کا
نذیر اس نظم کو اب اس دعا پر ختم تو کردے
رہے اس بزم کے بانی پہ سایہ حق کی رحمت کا

اس غزل کے مصرع مصرع پر فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے تھے ایک ایک شعر بار بار پڑھا جاتا تھا اس کے بعد حضرت محدث صاحب قبلہ

نے خطبہ حمد ونعت کے بعد پہلے پر امن رہنے کی پر زور تاکید فرمائی اور فرمایا کہ میری آمد سے پہلے جو زبان درازی کی گئی تھی اس کی جرأت تو اب کسی بدلگام میں بھی نہیں ہے البتہ سنا جاتا ہے کہ بعض ذمہ داریاں غیر ذمہ دار وہابیہ مناظرہ کا چیلنج تم میں سے کسی نہ کسی کو دیتے ہیں اور چھیڑتے ہیں اور درحقیقت اس طرح سے اس زخم کاری کے درد سے جو ابھی گھوسی میں ان کو پہنچا ہے کراہتے اور چیختے ہیں، میں تمہارے قصبہ میں بارادہ مناظرہ نہیں آیا ہوں میں اپنے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے سالانہ امتحان اور سالانہ جلسہ کے لیے حسب معمول قدیم آیا ہوں لیکن حق پرست ہوں حق گو ہوں حقانیت کا سرمایہ دار ہوں اور حقانیت ہی کے پرچم کو بلند کرنے والا ہوں وللہ الحمد لہٰذا تھانوی صاحب وغیرہ کی طرح بے غیرت نہیں ہوں جو مجھ سے مناظرہ کرنے کے لیے تم کو چیلنج دے تو تم میرے پاس نہ آؤ بلکہ اسی سے کہو کہ اپنا چیلنج لکھ کر دستخط کر کے دے دے اگر نہ لکھے تو اسی مقام پر اس چیلنج دینے والے کے منہ پر تھوک دو اور اگر بفرض محال وہ لکھ دے تو میرے پاس آؤ اگر میں اس کو قبول کرتے ہوئے مناظرہ سے انکار کردوں تو مجھ پر تھوک دو یہ اتنا آسان طریقہ ہے کہ نہ تم کو اس میں پریشانی ہوگی اور نہ تمہارے اس طرز عمل کے بعد کوئی چیلنج مناظرہ کا نام لے گا اور نہ کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ رہے گا پھر فرمایا کہ تم لوگ آج مناظرہ گھوسی کو سننا چاہتے ہو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ لفظ بلفظ تم کو سناؤں گا مگر کب سناؤں گا اس کا فیصلہ میرے ہاتھ میں رکھ دو میں اس وقت کا انتظار کر رہا ہوں کہ تمہارا جوش کم ہو تم جب اس کو سنو گے تو پھولے نہ سماؤ گے نعرے بلند کرو گے جوش مسرت میں قانونی احتیاط برتنے سے بے قابو ہو جاؤ گے لہذا میں تمہاری متانت وسنجیدگی کا انتظار کر رہا ہوں اور امید ہے کہ تمہارے انھیں جلسوں میں سے کسی ایک جلسہ میں سناؤں گا اس کے بعد حضرت نے وعظ فرمایا علوم کے دریا بہائے فیوض و

برکات کی بارش فرمائی ان حقائق و معارف کے جواہر زواہر بکھیرے کہ عوام تو عوام علما جس سے گوش آشنا کم ہوں گے، سبحان اللہ! وعظ تھا جس کے فقرہ فقرہ پر جنت کی کیاریاں نچھاور ہو رہی تھیں جملہ جملہ پر نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے تھے حاضرین کا ایک ایک فرد جھوم جھوم گیا عشاق کا طبقہ لوٹ لوٹ گیا اور اسی ایک کیف میں نصف شب کے بعد جلسہ ختم ہوا دوسرے دن یہ خبر آئی کہ عبدالرحیم نے ایک ہاتھ میں کچھ کاغذات لیے اور ان کو اپنے خطوط اور تقریروں کا پلندہ قرار دے کر کہا کہ اس میں یہ لکھا ہے وہ لکھا ہے الٹا سیدھا محض غلط بیان کیا مولوی شکراللہ نے وہابیت کی ناک رکھنے کی کوشش میں جناب شیخ محمد امین صاحب کے خلاف زبان درازی کی اور اپنے ننوا دونسو حاضرین وہابیہ کو فریب دینے لگے اور سب سے زیادہ دلچسپ اور نتیجہ خیز یہ واقعہ ہوا کہ مسلمانوں کے اس مطالبہ پر کہ چیلنج مناظرہ لکھ دو گھبرا کر

مولوی شکراللہ نے مولوی عبدالشکور لکھنوی کو تار دیا

کہ مناظرہ شروع ہو گیا ہے سب سے پہلی ٹرین سے آجائے سفر خرچ حاضر ہے اس تار کے دینے اور حضرت تک اس کی خبر پہنچنے میں صرف ۱۰۔۱۵ منٹ کا فرق رہا ہوگا، تار کے الفاظ بتاتے ہیں کہ مولوی عبدالشکور کو مناظرہ کرنے کے لیے بلایا گیا تھا اور بلانے کے الفاظ ایسے ہیں کہ مناظرہ شروع ہو گیا کہ اگر مولوی عبدالشکور میں حضرت محدث صاحب قبلہ کے مقابلہ کی تاب ہوتی یا وہ اپنے کو برسر حق ہونے کا وہم بھی رکھتے تو ہزاروں کام چھوڑ کر ان کو مبارکپور آجانا چاہئے تھا مناظرہ شروع ہو گیا وہابیہ دیوبندیہ کی مذہبیت خطرہ میں آ گئی اس ضلع میں ایک صدی سے زیادہ کی کمائی لٹ رہی ہے جنگی نعرے بلند ہو چکے، حقانیت وصداقت کے گولے دیوبندی قلعہ کو مسمار

کرنے لگے وہابیت کی میگزین خالی ہو چکی، مسلمانوں نے بے پناہ محاصرہ کرلیا دیوبندیوں کا جرنیل اگر کمک میں نہیں آتا تو سو برس سے زیادہ کی حکومت ہاتھوں سے نکلی جارہی ہے بتایئے یہ تار جائے اور مولوی عبدالشکور اڑ کر نہ پہنچیں یہ کیسے ممکن ہے لیکن لوگوں کو حیرت ہوئی کہ حضرت محدث صاحب قبلہ نے اسی جملہ مناظرہ شروع ہوگیا کو سن کر فرمایا کہ اب مولوی عبدالشکور نہیں آسکتے نہیں آسکتے نہیں آسکتے بلکہ خطرہ کی اس زنجیر کو ہلتے دیکھ کر وہ لکھنؤ میں رہ جائیں اور اس سے بھی پیچھے نہ ہٹ جائیں تو تعجب ہے میرے ۹۴/ مطالبات سالہا سال سے ان کے سر پر سوار ہیں ان کو اپنے بھائی عبدالرحیم کی شرمناک شکست کی خبر ہو چکی ہے یہاں تک کہ خود مولوی عبدالرحیم مبارکپور میں موجود ہیں، مگر نہ اب ان کو جرأت ہوتی ہے نہ کسی دوسرے مولویانِ وہابیہ کو کہ میرے مقابل آسکے۔ اسی لیے مولوی عبدالشکور کو طلب کیا ہے مگر اگر ان کو واقعی بلانا تھا تو تار دیتے کہ مناظرہ ہونے والا ہے آجائے سفید جھوٹ بھی نہ ہوتا اور وہ آجاتے اور اپنی خدا داد قابلیت سے چھٹی بازی کے جوہر دکھا کر مناظرہ کی نوبت نہ آنے دیتے لیکن یہ خبر سن کر کہ مناظرہ شروع ہوگیا مولوی عبدالشکور آجائیں یہ محالات عادیہ سے ہے، خیر مسلمانوں کو اسی ایک مناظرہ گھوسی کے سلسلہ میں اتنا تو معلوم ہو جائے گا کہ نہ صرف مولوی عبدالرحیم بلکہ مولوی عبدالشکور یعنی ہر دو برادر کی شکست فاش ہوگئی اور اب اس ذلت کی شکست کے بعد دونوں کو کسی عالم اہل سنت سے مناظرہ کرنے کا نام لینا بیجیائی ہے حضرت کی اس گفتگو کو مسلمانوں نے حیرت کے ساتھ سنا وہابیوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ٹرین کے اوقات کا حساب لگا کر اسٹیشن پر استقبال کے لیے یکہ بھجوایا آدمی دوڑائے مگر ہر ٹرین کے بعد مایوسی بڑھتی گئی یہاں تک کہ مبارک پور میں بذریعہ تار

مولوی عبدالشکور نے جواب بھیجا

میں نہ آؤں گا سفر خرچ واپس ہے اب کیا تھا وہابیوں کے ہوش اڑ گئے حواس جاتے رہے منہ دکھانا دشوار ہوگیا شکست پر شکست اٹھائی مسلمانوں کو عید بالائے عید کا مزہ مل گیا بے ساختہ زبان پر جاری ہوگیا کہ ہر دو برادر ایک ہی سلسلہ میں دم الاخوین کا رنگ بہہ گیا فتح ونصرت کے نعرے بلند ہوئے والحمد للہ شب کو حسب معمول جلسہ ہوا وہی مجمع وہی کیف وہی جوش حضرت محدث صاحب قبلہ کی تقریر میں سے پہلے یہ تازہ نظم جناب بیدلؔ صاحب مبارکپوری کی پڑھی گئی۔

غزل

بہار آئی ہوا قائم مبارک پور کا جلسہ
وہ دیکھو ابر رحمت ہر طرف سے جھوم کر برسا
خوشا قسمت جناب مفتی وعلامۂ دوراں
یہاں تشریف لائے یا ستارہ بخت کا چمکا
یہی شمع شریعت ہیں یہی نور طریقت ہیں
یہ ہیں جان حقیقت رہنمائے ملت بیضا
یہ چہرہ یا کتابِ معرفت کا ہے کوئی صفحہ
یہ سینہ آپ کا ہے یا کہ ہے عرفان کا دریا
مقابل جو ہوا چشم زدن میں اس کو دے مارا
اسی سے بج رہا ہے فتح کا عالم میں نقارا

حریفوں کو ہلا دیتا ہے علمی دبدبہ ان کا
جما ہے ان کی ہیبت کا دل دشمن پہ بھی سکا
تعجب کیا اگر زخم دروں ناسور ہوجائے
وہابی کے دلوں پر وہ قیامت کا لگا چرکا
فصاحت پر فصیحان زمان ہر دم نچھاور ہیں
بلاغت وہ کہ دنیا میں کوئی ثانی نہیں ان کا
زبان کھول کہ دفتر کھل گئے وعظ و نصیحت کے
کرن پھوٹی ہدایت کی بہایا علم کا دریا
ہوئے روشن قلوب اہل ایمان نور ایمان سے
حضور آئے ہیں یا اترا ہے کوئی عرش کا تارا
کسی نے جبکہ علمی معرکہ میں آنکھ دکھلائی
وہیں منہ توڑ حجت سے اسے فوراً کیا پسپا
ترے دشمن اٹھائیں گے نہ اب سر کو قیامت تک
لگا ہے ان کی پیشانی پہ ایسا دائمی ٹیکا
دعا بیدلؔ کی رہتی ہے یہی صبح و مسا حق سے
قیامت تک رہے قائم مسلمانوں کا یہ جلسا

اس غزل کا مطلع اتنا بلیغ اور مقتضائے حال کے مطابق تھا کہ حسن اتفاق سے آسمان سے چند رحمت کی بوندیں اسی وقت نچھاور ہوگئیں بس پھر کیا تھا سماں بندھ گیا اور مصرع مصرع پر نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے تھے پھر حضرت محدث صاحب قبلہ نے فرمایا کہ میرا آج ہرگز ارادہ نہیں تھا کہ آپ لوگوں کو روداد مناظرہ سناؤں مگر مولوی عبدالشکور کو تار دیا گیا اس کے جواب میں انھوں نے مناظرہ میں آنے سے انکار کردیا یہ خود آپ کے یہاں آپ کو جو فتح مبین

حاصل ہوئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ آپ کو عبدالرحیم پر جو فتح عظیم ہوئی ہے اس سے آپ کو جلد آگاہ کردیا جائے نیز وہابیوں نے خود اس کی ابتدا کردی اور ہاتھ میں چند پرچے لیے ہوئے محض زبانی غلط اور جھوٹے واقعات بنائے لہٰذا اب بلا کسی انتظار کے صحیح واقعہ کا بیان کردینا ضروری ہوگیا حضرت نے فرمایا کہ میں ایک لفظ اپنی طرف سے نہ کہوں گا میں مسجد میں ہوں اور حلف شرعی سے کہتا ہوں کہ میرے پاس سارے خطوط اور تقریریں اصلی دستخطی ہیں اور میں بلا کسی ایک نقطہ کے کمی بیشی کے آپ لوگوں کو سنائے دیتا ہوں ان کے سننے سے تمام واقعات آپ کو خود بخود معلوم ہوجائیں گے چنانچہ حضرت نے فریقین کے خطوط اور تقریریں لفظ بلفظ پڑھ کر سنائیں اور پھر وہ تحریریں مجمع کے سامنے رکھ دیں کہ تم لوگ خود بھی پڑھ لو اس جلسہ کا سماں قابلِ دید تھا بعض وہابی آگئے تھے ان کی طرف آنکھیں اٹھتی تھیں تو وہ چلو بھر پانی میں ڈوبے جاتے تھے فلک بوس نعرہ ہائے تکبیر سے ایک زلزلہ پڑجاتا تھا حضرت نے آخر میں پھر پرامن رہنے کی تاکید شدید فرمائی اور اس عظیم الشان فتح پر حمد الٰہی بجالانے کی ہدایت فرمائی اور نصف شب کے بعد جلسہ پورے جوش کے ساتھ ختم ہوا دن کے وقت طلبۂ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے امتحانات ہوتے تھے ابتدائی تعلیم کا امتحان جناب مولوی محمد صدیق صاحب خیرآبادی نے لیا اور عربی و فارسی جماعت کا امتحان خود حضرت محدث صاحب قبلہ نے لیا ماشاء اللہ جناب مولوی شمس الحق صاحب و منشی محمد جواد خان صاحب وغیرہ کی محنتوں کا ثمرہ اچھا نکلا بچوں نے اعلیٰ نمبروں سے کامیابیاں حاصل کیں شب کو پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ جلسہ ہوا مولوی شکراللہ نے مبارکپور کے واقعات کو جن مکروہ اور اشتعال انگیز و قانون شکن انداز میں محض غلط بیان کیے تھے، جناب مولوی حکیم محمد عمر صاحب نے اس کا بلیغ رد فرمایا اور پھر جناب شیخ محمد امین صاحب رئیس اعظم و صدر انجمن اہل سنت

وجماعت نے اپنی بے مثل متین مہذب نرم فصیح دل آویز تقریر میں خوب خوب منہ توڑ دندان شکن جوابات دے کر سارے واقعات و جزئیات کی دھجیاں اکھیڑ دیں اور ان کی محسن علم ذات پر جو بیجا حملے کیے گئے تھے ان کے جواب میں ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر پڑھ کر جتنا سچا اور مخملی جوتے والا جواب دیا ہے وہ کسی کو فراموش نہیں ہوسکتا عمر میں سب سے پہلی تقریر وہ بھی ایک عظیم الشان مجمع میں وہ بھی دنیائے اسلام کے ایک خطیب اعظم کے سامنے وہ بھی نہایت شستہ سنجیدہ بے عیب بیحد فصیح وہ بھی دلائل وحقائق کے ہجوم کے ساتھ حقیقت یہ ہے کہ صدر صاحب نے اپنی اہلیت صدارت کا سکہ جما دیا اور اہل سنت وجماعت کے دلوں کو موہ لیا اس جلسہ میں حضرت کے وعظ سے پہلے جناب زمان صاحب کی یہ تازہ نظم پڑھی گئی۔

غزل

سماں آنکھوں میں پھرتا ہے بہارِ باغِ جنت کا
نہ پوچھے کوئی اندازہ سرورِ بزمِ عشرت کا
بڑی سرگرمیوں سے باغبانِ خوش طبیعت کا
تقاضا ہے عروسانِ چمن سے زیب و زینت کا
خزاں بدلی وہ دیکھو دفعتہً کیوں ہنس پڑیں کلیاں
کدھر سے آ گیا جھونکا نسیم باغ جنت کا
چمن میں آج کیوں باد صبا اتراتی پھرتی ہے
دماغ آج عرش پر پہنچا ہے کیوں پھولوں کی نکہت کا
خدا جانے یہ کیوں صحرا میں سبزے لہلہاتے ہیں
نہیں بے وجہ یوں کھل کر برستا ابر رحمت کا

الہ العالمین کیوں مثل بلبل چہچہاتے ہیں
سبب کیا ہے مبارک پور والوں کی مسرت کا
خدا وندا کہاں سے یہ بہار پر فضا آئی
کھلا جاتا ہے دل پہلو میں ارباب جماعت کا
ہر آنکھیں، خود بخود ،تماشا ہوتی جاتی ہیں
فلک سے کس قدر جو بن برستا ہے قیامت کا
کہاں سے یہ صفائی اگئی آئینہ دل میں
تماشا دیکھتے ہیں حسن والے اپنی صورت کا
سرور دل وفور ذوق و شوق ہر اک کو حاصل ہے
بحمد اللہ کیا کہنا ہے اس وقت مسرت کا
تعالیٰ اللہ یہ کیسی روشنی نور حق چمکی
کہ آنکھوں سے اٹھا جاتا ہے پردہ آج ظلمت کا
مرا کیا ذکر یہ شمس وقمر بھی سخت حیران ہیں
بلند آج اس قدر کیوں ہے ستارا اہل سنت کا
مبارک پور کی گلیوں کے ذرے کیوں چمکتے ہیں
قدم اس راہ سے گزرا ہے کس خورشید طلعت کا
زہے برکت زہے رحمت زہے حشمت زہے شوکت
یہ سب صدقہ ملا ہم کو زعیم دین وملت کا
جزٰ اک اللہ یہ رحم و کرم ہم خاک ساروں پر
بڑا احسان ہے ہم پر مہ برج سیادت کا
کہاں تو اے زماں اور یہ کہاں روشن بیان تیرا
یہ سارا فیض ہے اس اشرفیِ نیک سیرت کا

آج کے جلسہ میں تو کافی مقدار میں بارش بھی ہوئی مگر حرارت اشتیاق میں فرق نہ آیا لوگوں نے اٹھنے کا نام تک نہ لیا، حضرت بجائے کرسی زیر شامیانہ کے ممبر مسجد پر رونق افروز ہوئے حسب معمول غزل کا سماں جلسہ پر خوب چھایا حضرت کا وعظ ہوا وہ نور برسا کہ سبحان اللہ! آنکھیں کھل گئیں جانیں سیراب ہوئیں دل کے ارمان نکلے مسئلہ علم غیب آئینہ ہوگیا دوسرے دن تقسیم انعام کے جلسہ کا اعلان کردیا گیا اور حسب معمول پوری گرمجوشی کے ساتھ یہ جلسہ نصف شب تک رہا پھر بخیر وخوبی ختم ہوگیا۔اب وہابیت نگر میں موت آئی ہر گھر نمونہ قبرستان ہوگیا کوئی دم نہیں مارتا تھا عبدالرحیم بیچارے پر ضلع کی زمین بایں ہمہ وسعت ایسی تنگ ہوئی کہ اپنے گھر سدھارے۔ ایسے چلتے بنے کہ پتہ بھی نہ چلا۔ دن کو تقسیمِ انعام کا اور شب کو حسب معمول مدرسہ کا جلسہ ہوا۔ یہ جلسہ آخری تھا مگر مسلمانوں کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ایک دن بڑھائے بغیر چارہ کار نہ رہا چنانچہ دوسرے دن شب کو پھر جلسہ ہوا اس طرح یوم جمعہ مبارکہ سے یوم دوشنبہ مبارکہ تک رات دن میں چھ جلسے ہوئے ہر جلسہ میں تازہ نظمیں پڑھی گئیں جو بخوف طوالت درج روداد نہ ہوسکیں۔

موضع سکٹھی متصل مبارک پور ضلع اعظم گڈھ میں جشن فتح کا جلسہ

مبارکپور میں یوم جمعہ مبارکہ ۱۴ ارشوال مطابق ۱۰ ارفروری ۱۹۳۳ء کو حضرت تشریف لائے تھے اور صرف تین دن قیام فرما کر ۱۷ ارشوال مطابق ۱۳ ارفروری کو قصد مراجعت وطن شریف تھا، لیکن خود مبارکپور ہی کے جلسے ۱۷ ارشوال یوم دوشنبہ تک ہوتے رہے ادھر ابھی حضرت کو مبارکپور تشریف لائے صرف دو دن گزرے تھے کہ اطراف گھوسی سے جناب بشیر احمد خان صاحب فتح پوری تشریف لائے اور درخواست پیش کی کہ قصبہ فتح پور میں جشن فتح کا جلسہ فرما کر قصد وطن فرمایا جائے گو مکان پر جانے کی عجلت تھی لیکن خان صاحب کا اخلاص غالب آیا اور حضرت نے

وعدہ فرمالیا کہ ۱۸ ؍شوال یوم سہ شنبہ کو پہنچوں گا آپ چہار شنبہ کو جلسہ کر دیں یہ بات طے شدہ تھی لیکن ۱۷ ؍شوال یوم دوشنبہ کو مسلمانان موضع سکٹھی نے اصرار کیا کہ کل سہ شنبہ کو ہمارے یہاں جشن فتح کا جلسہ ہو حضرت نے عذر فرمایا سب نے عرض کیا کہ فتح پور جاکر وہاں سب کو راضی کر لینا اور جو وقت روانگی مقرر ہے اس سے پہلے حضور کو ان کی رضا مندی سے مطلع کر دینا ہمارے ذمہ ہے، اس موضع میں حضرت قبلہ ایک مرتبہ کئی سال ہوئے تشریف لے گئے تھے، مولوی الطاف حسین صاحب مرحوم مغفور کا زمانہ تھا مرحوم کو مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم سے جو بحیثیت ایک رکن کے غیر معمولی تعلق تھا اس کا قلب مبارک میں بہت بڑا وزن تھا یہ اصرار کرنے والے مرحوم کے بھائی اور دوسرے اعزہ واقربا تھے لہٰذا منظور فرمالیا چنانچہ ایک شخص نے جاکر فتح پور والوں کو بھی راضی کر لیا اور تحریری رضا مندی لے گیا چنانچہ ۱۸ ؍شوال مطابق ۱۴ ؍فروری کو مسلمانان ضلع سکٹھی نے حضرت کا بعد نماز عصر شاندار جلوس نکالا جس میں مسلمانان مبارکپور ومضافات نے پورا حصہ لیا۔ یہ جلوس قصبہ مبارک پور کے مشہور محلوں میں گھومتا ہوا جگادریان دیوبند کے دروازوں پر سے گزرا نعرہ ہائے تکبیر کی ہیبت وجلالت نے اعدائے دین کے چھکے چھڑادیے وہابی لوگ اپنے گھروں میں دفن ہو گئے راستہ میں شیخ عظم اللہ صاحب سکریٹری نے مٹھائی پان سے تواضع کی پھر جناب شیخ محمد امین صاحب صدر کے دولت کدہ پر جلوس رکا اور چائے نوشی ہوئی بندوقوں کے فیر ہوئے اور پھر اسی تزک واحتشام کے ساتھ یہ جلوس شاہانہ نماز مغرب کے وقت موضع سکٹھی میں داخل ہوا حضرت نے نماز پڑھائی وظیفہ کے بعد لوگ مرید ہوئے نمام عشا پڑھی گئی اور بعد نماز عشا جلسہ شروع کیا گیا تلاوت قرآن کریم کے بعد طلبہ مدرسہ اشرفیہ نے نہایت شستہ بے عیب اور دل پسند تقریریں کیں اس کے بعد حضرت قبلہ رونق افروز کرسی ہدایت ہوئے اور ایک برجستہ نظم پڑھ کر سنائی گئی جو درجہ ذیل ہے۔

غزل

حبذا سکٹھی کہ تیرے اوج پر اختر ہیں آج
سر زمین پہ تیری تابان علم کے خاور ہیں آج
آج سینہ کیوں نہ گنجینہ مدینہ کا بنے
رہبر و سید محمد رونق ممبر ہیں آج
دشمن محبوب حق پر فتح پائی آپ نے
دھوم ہے تا عرش اور مسرور پیغمبر ہیں آج
کیوں چمک اٹھے نہ مثل طور یہ ساری فضا
ضوفشاں برج سیادت کے مہ انور ہیں آج
دیکھ تو آل نبی ابن علی کی برکتیں
سایہ فرما حضرت شبیر اور شبر ہیں آج

اس کے بعد حضرت کے کلمات طیبات شروع ہوئے، سبحان اللہ!
آفتاب ہدایت طلوع ہوگیا حضرت کی برکت نظر آنے لگی ہزارہا مسلمان مرد عورت جوش ملّی اور ہیجان دینی سے تڑپ تڑپ گئے نعرہ ہائے تکبیر سے جلسہ اچھل اچھل پڑتا تھا، حضرت نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی امداد کے لیے تحریک فرمائی تو عورتوں نے زیور تک اتار دیے اور نصف شب کے بعد یہ جلسہ بھی بخیر وخوبی ختم ہوا بعد جلسہ مسلمانوں کی ایک جماعت داخل سلسلہ مبارکہ اشرفیہ ہوئی اور پھر جلوس کی شان کے ساتھ حضرت مبارک پور اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت قبلہ کی تمام تقریریں تھانہ مبارکپور کے ہیڈ محرر لفظ بلفظ قلم بند کرتے تھے ایک دن تو شارٹ ہینڈ سے ایک سرکاری آدمی نے قلم بند کیا تھا اس میں شبہ نہیں کہ ہیڈ محرر صاحب اس عمل میں بڑے ماہر ہیں لیکن حق

یہ ہے کہ محویت کے عالم میں خود ان کا ہاتھ کام سے رک جاتا تھا اور صرف ضروری نوٹ پر اکتفا کرنا پڑتا تھا، حضرت نے شب کو آرام فرمایا اور چہارشنبہ کی صبح کو مسلمانوں نے بادل ناخواستہ حضرت کو رخصت کیا اسٹیشن جہانا گنج روڈ تک ایک مجمع ہمراہ تھا کچھ لوگ ہمرکابی میں فتح پور تک کے لیے حاضر ہوگئے ٹرین آئی حضرت سوار ہوئے اور اسٹیشن کھرہٹ پر اترے وہاں سے بسواری پالکی مسلمانوں کے ایک مجمع کے ساتھ روانہ ہوئے۔

فتح پور متصل گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں جلسۂ جشن فتح

راستہ میں دریائے ٹونس کے کنارے نماز ظہر ادا ہوئی پھر راستہ میں موضع جوگری میں تھوڑی دیر قیام رہا یہاں مسلمانوں نے روکنا چاہا کہ پہلے جشن فتح کا جلسہ یہاں ہو اس موضع کو عہد قدیم سے سلسلہ عالم اشرفیہ سے توسل ہے مگر فتح پور والوں کا جذبہ غالب آیا اور حضرت کی پالکی روانہ ہوئی فتح پور کی آبادی سامنے ہے راستہ میں فتح پور کی مشہور جھیل نرجا تال کے نام سے جو مشہور ہے، بڑی متعدد کشتیاں آئیں جس پر مسلمانان مبارک پور و جوگری و جماعت استقبالیہ فتح پور کے افراد بیٹھے حضرت کی کشتی پر مسند وغیرہ کا انتظام کیا گیا وسط جھیل میں پرند کا شکار دکھایا گیا جب کشتی فتح پور کی ساحل پر لگی تو مسلمانان فتح پور نے پرجوش نعرہ تکبیر اور بندوقوں کی فیر سے شاندار استقبال کیا لوگوں کا اصرار تھا کہ حضرت آبادی میں سواری اختیار فرمائیں مگر چند قدم پاپیادہ چلنا حضرت نے پسند فرمایا، ۲ ر منٹ میں جامع مسجد پہنچ گئے اور باب مسجد پر حجرۂ جناب مولانا علیم اللہ خان صاحب میں قیام فرمایا، یہ قصبہ گو مختصر سا ہے مگر مسلمانوں کی کثرت ہے شرفائے خوانین کی آبادی ہے اور یہی لوگ زمیندار بھی ہیں یہاں تھانوی صاحب اپنی زندگی میں متعدد بار آچکے ہیں اور خوب مرید بنائے ہیں بارہا ضلع

اعظم گڈھ کا دورہ اسی قصبہ کو مرکز بنا کر یہیں کے مصارف پر ہوتا رہا کچھ نوجوان دیوبند کے رسوائے عالم فاضل بھی یہاں ہوگئے ہیں۔ یہاں پر نمازِ جمعہ کے خلاف دیوبندیوں نے مورچہ بندی کر رکھی ہے صرف جناب مولانا علیم اللہ صاحب کی ایک گرامی ذات ہے جن کی برکت سے یہ قصبہ کثیر فتن و زلازل سے محفوظ ہے اور سب سے بڑی خصوصیت اس قصبہ کی یہ ہے کہ مولوی محمد سعید خان صاحب جن کا اثنائے مناظرہ میں ذکر آچکا ہے یہ ان کا وطن اصلی ہے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دائمہ حاضرہ قطب الارشاد مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ السامی کا نام پاک آپ ہی کے نام سے یہاں آیا جب حضرت محدث صاحب قبلہ کے یہاں مبارک قدم پہنچے تو اس کی برکت سے فضلائے دیوبند نے منہ چھپالیا گھر چھوڑ کر بھاگ نکلے روزانہ جامع مسجد کے متصل ایک درزی کی دکان پر ان کا دارالندوۃ ہوتا تھا وہ بند ہوگیا شب کو حضرت نے استراحت فرمایا اور صبح کو نماز ظہر کے بعد آبادی کے شمالی رخ والے باغ میں عظیم الشان جلسہ ہوا جس کا اچھی طرح اعلان عام کردیا گیا تھا اور متصل کے دیہاتوں سے لوگ آگئے تھے، اس جلسہ میں حضرت نے ظہر سے عصر تک کامل تین گھنٹہ تقریر فرمائی عقائد حقہ اہل سنت کا کامل ثبوت عقائد وہابیہ دیوبندیہ کا بلیغ رد اس شان سے فرمایا کہ بایدو شاید ظلمت کے حجابات اٹھ گئے تاریکی چھٹ گئی کلمات طیبہ نے کانوں کے پردے سے گزر کر دلوں میں جگہ کرلی نماز جمعہ کے متعلق دیوبندی ذہنیت کا قلع قمع فرمایا حضرت نے فرمایا کہ مصر کی تعریفیں تو فقہا نے بہت طرح سے فرمائی ہیں لیکن قابل اعتنا صرف دو تعریفیں رہی ہیں ایک یہ کہ وہاں حاکم بھی ہو جو مظلوم کی دادرسی کرسکے اور دوسری یہ کہ اکبر مساجد مسلم آبادی پر تنگ ہوجائے پہلی تعریف کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے اور اصل مذہب ہے اور دوسری تعریف کو یہ قوت حاصل ہے کہ

کثیر اصحاب ترجیح وتصحیح و ارباب فتاوی نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ بہر حال جہاں دونوں تعریفیں یا ظاہر الروایۃ والی تعریف صادق ہے وہ یقیناً مصر شرعی ہے لیکن جہاں صرف دوسری تعریف صادق آتی ہے وہاں برأت ذمہ متعین میسر ہونے کے لیے نماز جمعہ کے بعد ظہر دونوں کو پڑھے اور قصبہ فتح پور میں اس کے سوا سب سے بڑی بحث یہ ہے کہ یہاں نماز جمعہ عہد شاہی اسلامی سے ہے اور اس کی بنیاد بطریق مشروع رکھنا سلف صالحین سے مرجو ہے یہاں نماز جمعہ سے روکنا اس کے لئے پروپگنڈہ کرنا، مسلمانوں میں فتنہ برپا کرنا، نماز پر طعن کرنا، دیوبندیت ہی کا زہر مہلک ہے اس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ تھانوی صاحب کے متعلق سوال ہونے لگا کہ ان کے مرید کو اپنا شجرہ واپس کر کے ان کو مطلع کر دینا بھی ضروری ہے یا بیعت سرے سے باطل محض ہے ان کو جواب دیا گیا کہ وہ بیعت قطعاً باطل محض ہے دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد حضرت نے ایک گداز و موثر تقریر فرمائی اور نتیجہ یہ ہوا کہ تھانوی صاحب کا مقبوضہ قصبہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا یعنی مناظرہ گھوسی کی فتح عظیم اور حضرت کے ارشاد کی برکت سے ۲۳؍آدمی ثابت ہوکر داخل سلسلہ اشرفیہ ہوگئے فللّٰہ الحمد اولا و آخرا یہاں بھی کئی نظمیں تازہ پڑھی گئیں جن میں سے ایک بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

غزل

از جناب محمد عباس خان صاحب ہمدم فتح پوری

ساقی شراب ناب دے فصل بہار ہے
مدت سے انتظار دل بے قرار ہے
ہر شاخ جھومتی ہے سرور و نشاط میں
یوں کیف سے بھری ہوئی اب کی بہار ہے

گلشن میں عندلیب کے نغمے ہیں چار سو
یوں آمد سواری فصل بہار ہے
وہ دے کہ جس کے قطرہ میں دریا ہے وجد کا
وہ دے کہ جس میں حد سے زیادہ خمار ہے
کیوں جستجو ہے ساقی صہبا نواز کی
ساقی بزم سید والا نبار ہے
بٹتی ہے ان کے ہاتھ سے وہ کیف کی شراب
پی کر جو مست ہو وہ بڑا ہوشیار ہے
اجڑا ہوا یہ قصبہ جو رشک چمن ہے آج
یہ سب طفیل آمد عالی وقار ہے
ہم کب تھے اس کے اہل کہ آتے حضور یاں
ہم پر کرم جناب کا یہ بے شمار ہے
ماتم کدہ بنا ہے ہر اک خانۂ عدو
سنی کے گھر میں آج خوشی بے شمار ہے
حضرت کے وعظ پاک کے سننے کے واسطے
ہمدم ہر ایک سنی کا دل بے قرار ہے

موضع کاری ساتھ متصل گھوسی میں جشن فتح کی محفل

میلاد شریف

موضع جوگری کے مسلمانوں سے طے یہ ہوا تھا کہ بعد نماز جمعہ حضرت واپسی فرماتے ہوئے یہاں آئیں گے مگر فتح پور کے جلسہ اولی میں موضع کاری

ساتھ کے ہر دلعزیز اور با اثر زمیندار جناب حبیب اللہ خان صاحب آ گئے تھے ان کو شوق ہوا کہ حضرت بعد نماز جمعہ ان کے یہاں جشن فتح کے سلسلہ میں میلاد شریف بیان فرمائیں اور وہاں سے اسٹیشن گھوسی بھی قریب ہے ان کی خواہش کو مسلمانان جوگری نے قبول کرلیا اور حضرت نماز جمعہ کے بعد بلکہ نماز عصر پڑھ کر مسلمانوں کے ایک باضابطہ جلوس کے ساتھ روانہ ہوکر مغرب کے وقت موضع کاری ساتھ پہنچ گئے، یہاں پر جناب شیخ عبدالحیٔ خان صاحب بھی آ گئے تھے نماز مغرب کے بعد میلاد شریف کی محفل ہوئی اور دیوبندیوں کا دل کھول کر رد فرمایا گیا، جلسہ بھی بڑا پر لطف ہوا بعد جلسہ دسترخوان بچھا اور کھانا تناول فرما کر بارادۂ مراجعت وطن حضرت پالکی پر سوار ہوئے، قصبہ گھوسی کے لوگوں کو آج ہی واپسی وطن کی خبر نہ تھی ایک مجمع وہاں سے کاری ساتھ چل چکا تھا جو راستہ میں ملا قصبہ گھوسی پہنچتے پہنچتے مسلمانوں کا ہجوم پالکی کے گرد ہوگیا دیکھا گیا تو اب تک مسلمانوں کو اپنی فتح عظیم کی وہی مستی ہے کاروبار بھولے ہوئے ہیں اور شمع جمال کے پروانے بنے ہوئے ہیں اور اگر استاذ سلیمان خان صاحب کی دوستی کام نہ آتی تو بالجبر پالکی کو پھر اسٹیشن سے پھیر کر محلّہ کریم الدین پور ہی لے جاتے، یہاں آ کر اچھی طرح معلوم ہوا کہ تھانہ گھوسی کے داروغہ صاحب صاف فرماتے ہیں کہ مجھ سے مولوی عبدالرحیم کی طرف سے کہا گیا کہ روک دیجئے میں نے روک دیا ورنہ مجھ کو اس سے کیا واسطہ تھا اور اگر وہ مناظرہ کی تاب رکھتے تو میرے روکنے کا کیا اثر ہوسکتا تھا فللّٰہ الحمد اولا و آخرا اسٹیشن گھوسی پر حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے ورنہ تمہاری خواہش کے موافق یہاں قیام کرتا اتنے میں ٹرین آ گئی اور حضرت مع رفقائے سفر کے سوار ہوکر فاتحانہ جھنڈے کے ساتھ نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ میں اپنے وطن شریف حضرت کچھوچھہ خود ضلع فیض آباد تشریف لے گئے، کسی نے کہا۔

آفتابے سوئے مغرب می روی ماہتابے باکواکب میروی
کوئی بولا ۔
بوطن رفتنت مبارکباد بسلامت روی و باز آئی

اس روداد میں جشن فتح کے جلسوں کا اجمالی حال صرف اس لئے قلم بند کیا گیا ہے کہ ناظرین میں تاثرات ومنافع کا اندازہ کرسکیں جو مناظرہ گھوسی میں عظیم الشان فتح ہے ضلع بھر کے مسلمانوں میں ہوئے اور ذہنیتوں کا غیر معمولی انقلاب آ گیا ان کی نظم ان کی نثر سب میں ان کے جذبات وتاثرات ہی ہیں۔ہم ابتدائے روداد میں مناظرہ گھوسی کے جن منافع خمسہ جلیلہ کو بیان کر آئے ہیں ناظرین کو ان اوراق میں اس کا ثبوت مل گیا ہوگا۔مخالفین یعنی وہابیہ دیوبندیہ میں جو عوام ہیں وہ تو بے لکنتِ زبان اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہیں اور مولوی صاحبان گو یہ کہتے ہیں کہ فلاں صاحب ہوتے تو نہ ہارتے لیکن اس قدر اس کو تسلیم ہے کہ جو صاحبان تھے وہ مع اپنے اعوان وانصار کے ضرور ہار گئے البتہ مخالفت میں اگر کوئی آواز بلند کی ہے تو دبی زبان سے اس قدر کہ مناظرہ میں ما کے عموم خصوص اور عام مخصوص منہ البعض کی جو بحث تھی وہ حضرت محدث صاحب قبلہ کی طرف سے غلط بحث تھی علماء اس کو سنکر افسوس کریں گے یہ تو مئو میں اڑایا گیا ہے اور مبارک پور میں مولوی شکر اللہ نے یہ شگوفہ نکال رکھا ہے کہ مولوی عبدالرحیم نے اس مناظرہ میں علمائے دیوبند کی صحیح ترجمانی کی اور ہرگز حضرت محدث قبلہ کے کسی دعوی کو تسلیم نہیں کیا نہ علمائے دیوبند کے مسلک کے خلاف کچھ کہا مخالفوں کی مخالفت کی یہ آوازیں اٹھیں دونوں کا رد خود اس روداد میں مفصل موجود ہے لیکن اس کی دہن دوز اور خاردار لگام کی صورت یہ نکالی گئی کہ ایک استفتا فرضی نام سے لکھا گیا جس میں دو سوال کئے گئے ایک میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی وہ عبارتیں لکھی گئیں جو مسئلہ علم غیب میں ہیں اور جن کو اثناء مناظرہ میں

حضرت محدث صاحب قبلہ نے قلم بند کر دیا تھا اور مولوی عبدالرحیم کا وہ اقرار لکھا گیا جو خود انہوں نے بوقت مناظرہ کیا تھا اور ان کی دستخطی تحریر موجود ہے اور سوال کیا گیا کہ کیا دونوں حق ہیں یا ایک، اگر ایک ہی حق ہے تو وہ کون سا قول ہے دوسرے سوال میں حضرت محدث صاحب قبلہ کی پوری تقریر لکھی گئی جو لفظ ما کے متعلق فرمائی تھی اور مولوی عبدالرحیم کا بھی بیان لکھا گیا اور سوال کیا گیا کہ کون حق رکھتا ہے؟ البتہ اس سوال میں قرآن پاک کی آیتیں ایسی لکھی گئی کہ اگر حضرت محدث صاحب قبلہ کے ارشاد کو غلط کہہ دیا جائے تو وہابیت و دیوبندیت کا ہوائی قلعہ خود بخود انہیں کے ہاتھوں سے بنیاد سے گر جائے یہ استفتا ایک تھانوی صاحب کے پاس بھیجا اور ایک دیوبند کے پتہ سے گیا تھانوی صاحب نے تو دو لفظی اتنا جواب لکھ کر حسب عادت جان چھڑالی کہ مجھ کو کتاب لکھنے کی فرصت نہیں ہے اور عبدالرحیم کی تقریر پر بطور تقریظ لکھ دیا کہ حقیقت رہ افسانہ زدند لیکن مدرسہ دیوبند سے جواب باقاعدہ آیا چنانچہ بغرض؟؟؟ وہابیہ دیوبندیہ وضیافت طبع ناظرین وہ استفتاء و جواب بعینہ درجِ ذیل ہے۔

استفتا

کیا فرماتے ہیں آپ اس بارے میں کہ سوال نمبر ا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے اس میں ہر چہار ائمہ مذاہب و جملہ علما متفق ہیں کہ انبیا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا عبدالرحیم لکھتا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے جناب سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو غیوب پر مطلع کیا ہے اور ہم تو یہی کہتے ہیں کہ علومِ سرکار ابد قرار تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ادراک اور تمام عالم کے ادراک سے محیط نہیں ہو سکتے اس دوسرے فقرے کو عبدالرحیم نے بحث علم غیب میں لکھا ہے۔

یہاں مسئلہ علم غیب میں دو جماعت ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ فتوائے رشید احمد گنگوہی قرآنی آیتوں اور صحیح حدیثوں کے موافق ہے اور عبدالرحیم کی تحریر خلاف قرآن و حدیث ہے اور شرک ہے دوسری جماعت کہتی ہے کہ عبدالرحیم کی تحریر صحیح اور قرآن و حدیث کے موافق ہے اور فتوائے رشید احمد گنگوہی خلاف قرآن و حدیث ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو جماعت فتوائے رشید احمد گنگوہی کی جانبدار ہے اس کا قول صحیح ہے یا جنبہ دار تحریر عبدالرحیم کا کہنا صحیح ہے اگر دونوں کا کہنا صحیح یا غلط ہو تو مدلل تحریر کیجئے اور اگر دونوں میں سے ایک برسرِ حق ہو اور دوسرا خلاف حق ہو تو اس کو متعین کر دیجئے حاجت دلیل نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲ حمید حضرت مولانا سید محمد صاحب نے کہا کہ لفظ من یا لفظ ما اپنی اصل وضع میں اس درجہ عام ہیں کہ تمام افراد ممتنعات و معدومات و واجبات وممکنات وغیرہ کو اس سے تعبیر کرنا صحیح ہے مثلاً یوں کہنا کہ الممتنع ما اذا فرض وجوده يستلزم امرا محالا یا یوں کہ الواجب مالا يصح فرض عدمه یا یوں کہ المعدوم مالم يرد الله وجوده یا یوں کہ الممكن مايساوى وجوده وعدمه وغیرہ وغیرہ کہنا صحیح ہے یہاں بحث معدوم وممکن کی حقیقت سے نہیں ہے کہ بیان کردہ عبارات میں جنس و فصل صحیح ہے بلکہ محض لفظ ما کے استعمال سے ہے کہ اس لفظ سے ہر ایک کی تعبیر ہو سکتی ہے جیسا کہ کلمات علما میں شائع و ذائع ہیں، لیکن آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ میں بلکہ کلام عرب میں کہیں بھی کسی نظم ونثر میں ایسی مثال شائع نہیں ہے کہ لفظ ما اپنے اس عموم وضع ہی پر استعمال کیا جاتا رہا ہو بلکہ جب یہ لفظ استعمال میں آیا تو اس کے بعد عموماً اس کا صلہ اس عموم وضع سے خاص آیا مثلا والله يفعل ما يشاء، فعال لما يريد میں ما سے واجب و ممتنع مراد نہیں ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ عبدالرحیم لکھنوی

تقریر بالا کو برقرار رکھتے ہوئے اور انکار نہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب اصل وضع ما کی اس درجہ عام ہے اور کلمات عرب میں اس کا استعمال عموماً اصل وضع پر نہیں ہوتا تو جس عبارت میں ''ما'' موجود ہے وہاں اس پر عام مخصوص منہ البعض کی اصولی تعریف صادق آتی ہے اور عام مخصوص منہ البعض کی دلالت چونکہ بقیہ افراد پر قطعی نہیں رہتی لہٰذا باب عقائد میں نا قابل احتجاج ہے پس وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا اور لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الآیہ اور ما تعلم نفس ما اخفی لھم سے باب عقائد میں احتجاج صحیح نہیں ہے کیونکہ ''ما'' اپنے اس عموم وضع کی نسبت سے ضرور خاص ہے لہٰذا عام مخصوص منہ البعض ہے جو باب عقائد میں نا قابل احتجاج ہے، حضرت محدث صاحب قبلہ کہتا ہے کہ ما کی وضع کا اس درجہ عام ہونا اور کلمات عرب میں اس کا استعمال اس عموم وضع پر عموماً نہ ہونا اس کے اس عموم استعمال کے منافی نہیں ہے جو اصولیین کے نزدیک اس کی اصل ہے یعنی وہ اپنے تمام افراد صلہ کے لیے عام ہی رہتا ہے اور اس عموم کو بنسبت اس کے عموم وضع کے خاص کہنا اصطلاح حکما پر ہے ہاں ''ما'' کے عام مخصوص منہ البعض ہونے کی صورت یہ ہے کہ تکسب غدا اور اخفی لھم اور فی السمٰوات والارض کے بعض افراد پر قصر حکم فرمایا گیا ہوتا تو ما ذا تکسب غدا اور ما اخفی لھم و من فی السمٰوات ،الخ عام مخصوص منہ البعض ہو جاتا بغیر اس کے ما جمیع مکسوبات غدو کل امور مخفی کردہ و جملہ ساکنان زمین و آسمان کے لیے عام ہے یہ عام مخصوص منہ البعض نہیں ہے ورنہ یفعل ما یشاء و فعال لما یرید میں بھی کہا جائے گا کہ عام مخصوص منہ البعض ہے اور باب عقائد میں نا قابل احتجاج ہے اس طرح نصوصِ قطعیہ کے انکار کر دینے کا فتنہ اٹھے گا اور شریعت سے امان اٹھ جائے گی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ما کے اس عموم وضع کا قابل ہوکر آیات قرآنیہ مذکورہ میں اس عموم وضع میں استعمال نہ ہونے کی وجہ سے قول عبدالرحیم لکھنوی صحیح ہے یا تو حضرت محدث صاحب قبلہ صحیح ہے اگر قول عبدالرحیم صحیح ہے تو حضرت محدث صاحب قبلہ کے اعتراض کا کیا جواب ہے اور اگر قول حضرت محدث صاحب قبلہ صحیح ہے تو عبدالرحیم کی تقریر میں کیا بات غلط ہے، جواب مختصر و جامع ہو جواب کے لیے لفافہ مع ٹکٹ کے جس پر پتہ درج ہے روانہ ہے فقط بندہ عبداللہ بہاری غفرلہ۔

اس استفتا کو اول سے آخر تک پڑھ جایئے ہم نے فرضی ناموں کے نیچے اصل نام بھی لکھ دیے ہیں اس میں دو سوال ہیں، پہلے سوال میں مولوی رشید احمد گنگوہی کا وہ فتوی اور مولوی عبدالرحیم کا وہ قول درج کر کے جس کا ذکر اسی مناظرہ میں آچکا ہے صرف اتنا دریافت کیا گیا ہے کہ کیا دونوں صحیح یا دونوں غلط ہیں اگر دونوں صحیح یا دونوں غلط ہیں تو اجتماع نقیضین و ارتفاع نقیضین دونوں محال ہیں، آپ کو اس کی دلیل بیان کرنا چاہیئے اور اگر ایک حق اور دوسرا ناحق ہے تو جو حق ہو اس کو متعین کر دیجئے یہ سوال بالکل عام فہم ہے اور دوسرے سوال میں حضرت محدث صاحب قبلہ اور مولوی عبدالرحیم کی وہ تقیریں ہیں جو اس مناظرہ میں ہوئی ہیں، صرف آیات کریمہ میں بعض آیات ایسی ہیں جنکے تذکرے سے مقصد یہ تھا کہ مولوی صاحبان دیوبند کو اس کا پتہ نہ چلے کہ مستفتی سنی مسلمان ہے ورنہ جواب ہی نہ دیں گے اس سوال کو وہ عوام جو اصل مناظرہ کی تقریریں نہیں سمجھ سکتے نہ سمجھیں گے مگر جنھوں نے ان تقریروں کو سمجھ لیا ہے اور بآسانی اس کو بھی سمجھ لیں گے وہ اتنا تو سب سمجھ لیں گے کہ آخر مولویان دیوبند کس کی تقریر کو صحیح اور کس کی تقریر کو غلط کہتے ہیں، اب جو کہ استفنا کو سمجھ چکے تو

اے وہابیو! سنو ہاں اے مولوی شکر اللہ مبارک پور مع اپنے بھائی کے سنو اے مولوی حبیب الرحمٰن مئوی مع اپنے ضلع بھر کے مولویوں کے سنو اے مولوی عبدالرحیم مع اپنے بھائی صاحب کے سنو کہ آپ لوگوں کے مرکزی آقاؤں نے اس کا کیا جواب دیا وہ لکھتے ہیں کہ

(۱) رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ صحیح ہے (عبدالرحیم خلاف قرآن و حدیث اور مخالفِ حق رکھتا ہے۔

(۲) اس صورت میں حضرت محدث صاحب قبلہ کا قول اور اعتراض صحیح ہے (عبدالرحیم کا کہنا بالکل غلط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ مسعود احمد عفاء اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند

۷/ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد شفیع غفرلہ خادم دارالافتاء دیوبند

جواب نہایت صاف ہے جواب سوال اول میں قول صحیح کو متعین کردیا اور جواب سوال دوم میں قول صحیح متعین کر کے قول غلط کی غلطی بھی بتادی کہ اس میں وہی غلطی ہے جو قائل قول صحیح نے خود بیان کردیا ہے وہ نہایت صحیح اعتراض کیا ہے۔ اب سچ بتاؤ کہ مولوی عبدالرحیم خود خادم تھانوی ہونے کی حیثیت سے دیوبندیوں کے نمائندہ ہوکر مناظرہ کرنے آئے تھے، انھوں نے دیوبندیوں کے خلاف دیوبندیوں کے نزدیک قرآن و حدیث کے خلاف حق کے خلاف کہا اور غلط تقریر کی تو مولوی عبدالرحیم اپنے مخادیم کے کیا کام آئے ان کی بگڑی کیا بناسکے اب کہو کہ بیشک مولوی عبدالرحیم کو عقائد حقہ اسلامیہ کا مجبوراً اقرار کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ توفیق دے تو حق کو جان کر اس کو قبول کرلو واللہ الھادی غربت مردان دیدی وذائقہ بدلگامی خشیدی۔

اعلان

روداد مناظرہ کی ترتیب سے بعونہ تعالیٰ فارغ ہو چکے تو اب غیرت دلانے والے الفاظ میں للکارتے ہوئے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب سے لے کر مولوی عبدالرحیم تک، مولوی شکراللہ اور ان کے بھانجے سے لے کر ضلع اعظم گڈھ بھر کے وہابیان خاص و عام تک ضلع اعظم گڑھ سے لے کر دیو بند تک ہندوستان سے لے کر نجد تک جتنے وہابی دیو بندی ہیں وہ سب اس روداد کو اول سے آخر تک لفظ بلفظ غور سے پڑھیں اور اللہ تعالیٰ جو مبدأ ہدایت و مقلب القلوب ہے ہدایت و توفیق توبہ میسر فرمائے تو تائب ہو کر دین حق کو قبول کریں۔

باز آ باز آ از آنچہ ہستی باز آ ۔۔۔ گر کافر و گبرویت پرستی باز آ

ایں در گہ مادر گہ نومیدی نیست ۔۔۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ورنہ میدان مناظرہ میں نہیں جس کے نام سے تھانوی صاحب تھراتے ہیں بلکہ اپنے اپنے گھروں میں اپنے اپنے جتھے میں سکون و اطمینان کے ساتھ اپنے تمام اعوان و انصار و شہدا من دون اللہ کی مدد سے اس روداد کی ابتدا سے انتہا تک میں جتنے سوالات و مطالبات صراحۃً و اشارۃً ہیں سب کا مفصل نمبروار کامل و مکمل جواب لکھ کر شائع کریں ایک سال کی طویل مدت دی جاتی ہے اشاعت کے جملہ مصارف اور مبلغ روپیہ نقد جواب لکھنے کی اجرت ہم فوراً بعد اشاعت داخل کردیں گے وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین اور اگر ایسا نہ کیا اور ہر گز نہ کرسکو گے تو جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ دغا بازوں کے مکر کو راہ نہیں دیتا۔

فقط

خادم اہل دین بندہ مسکین فقیر و کمترین

غلام محی الدین بلیاوی غفرلہ۔ ۱۵/ذیقعدہ الحرام ۱۳۵۱ھ

فہرست